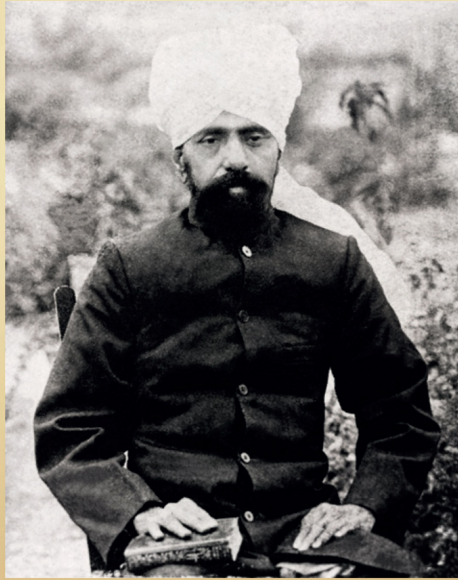


# ابنِ سلطانِ القلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزندِ اکبر

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی سیرت و سوانح



تالیف: میر انجم پرویز (مرہی سلسلہ)

## ابن سلطان القلم

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مکرم و محترم میر انجبم پریز صاحب مر بی سلسلہ لندن کو کہ انھوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کے بارہ میں اپنی زیر تالیف بہت ہی گراں قدر کتاب "ابن سلطان القلم" مجھے پڑھنے کے لیے دی اور اس کتاب نے تو گویا میری حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ سے ایک طرح کی ملاقات کروادی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اس سے قبل ان کے بارہ میں اس قدر معلومات اور کوائف میرے علم میں نہ تھے۔

میں نے اس کتاب کا مسودہ بلاستیعاب پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تالیف بہت دلچسپ، جامع، مفید اور تاریخی معلومات سے بھرپور ہے۔ یہ تالیف کیا ہے، گویا ماضی میں ایک علمی اور تحقیقی سفر ہے جو بہت سے غیر معروف حقائق اور پوشیدہ واقعات کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ فاضل موکف نے بڑی محنت شاقہ سے اس بکھرے ہوئے قیمتی مواد کو اکٹھا کیا ہے اور ایسا مجموعہ مرتب کیا ہے جس سے جماعتی لٹریچر میں بیش قیمت اضافہ ہو گا۔ تاریخ احمدیت سے متعلق بہت سے نامعلوم یا غیر معروف حالات و واقعات اس تالیف میں بہت خوبصورتی سے مستند انداز میں باحوالہ درج کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کی کتب اور مضامین کی حتی الامکان جامع فہرست بھی اس کتاب میں شامل ہے اور اس دور کے اخبارات و رسائل میں جو تبصرے ان کے بارہ میں شائع ہوئے ان کو بھی بڑی محنت سے یکجا کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل موکف کو اس تحقیقی تالیف کی جزاعطا فرمائے اور اس کتاب کا مطالعہ قارئین کے لیے از یادِ علم و عرفان کا موجب بنائے، آمین۔

خاکسار

عطاء الحجیب راشد

امام مسجد فضل لندن و مبلغ انچارج بریطانیہ



# ابنِ سلطانِ القلم



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزندِ اکبر  
حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کی سیرت و سوانح



تالیف: میر انجم پرویز (مرئی سلسلہ)



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

|                             |             |
|-----------------------------|-------------|
| ابنِ سلطانِ القلم           | نام کتاب:   |
| میر انجم پرویز (مرئی سلسله) | نام مؤلف:   |
| اول                         | ایڈیشن اول: |
| 2019                        | سنہ اشاعت:  |
| صفر حسین عباسی              | سرورق:      |
| 1000                        | تعداد:      |
| Print Plus UK               | مطبع:       |
| PH: 01274305555             |             |



# فہرست مضامین

i حضرت مرزا سلطان احمد صاحب (محترم چودھری محمد علی مضطر صاحب)

v ابن سلطان القلم (محترم مولانا عطاء الحجیب راشد صاحب)

## باب اول: بنیادی تعارف، تعلیم، شادی اور اولاد

### فصل اول:

01 ..... بنیادی تعارف

04 ..... حناندان

05 ..... پیدائش

06 ..... بچپن کا ایک واقعہ

07 ..... تعلیم

08 ..... والد بزرگوار سے کسب فیض

10 ..... تحصیلداری کا امتحان اور دعا کی درخواست

11 ..... حضرت مسیح موعودؑ سے دلی اعتقاد کی دلیل

13 ..... اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر کا امتحان

14 ..... علم طب کا حصول

14 ..... مطالعہ کا شوق

## فصل دوم:

- 15 ..... شادی اور اولاد
- 16 ..... حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب
- 18 ..... حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی شادی اور اولاد
- 20 ..... حضرت صاحبزادہ مرزارشید احمد صاحب
- 21 ..... حضرت مرزارشید احمد صاحب کی شادی اور اولاد
- 23 ..... شجرہ نسب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب

## فصل سوم:

### حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے متعلق متفرق امور

- 24 ..... تذکرہ رؤسائے پنجاب
- 25 ..... تایا سے تعلق
- 26 ..... قادیان کے نمبردار
- 26 ..... جائیداد کا معاملہ
- 27 ..... تایا کے متبنی کا معاملہ
- 28 ..... قادر آباد اور احمد آباد
- 29 ..... آپ کے چھوٹے بھائی
- 30 ..... الہام ”آخوڪَ ڈائيد“
- 31 ..... والد محترم کا آپ کو دین کی ترغیب دینا
- 32 ..... حضرت مصلح موعود کا آپ کو حقیقی بھائی سمجھنا
- 32 ..... ایک ہندو پر نالش کا واقعہ

## باب دوم: ملازمت کے مراحل اور واقعات

### فصل اول:

- 35 ..... ملازمت کے مراحل
- 37 ..... ڈپٹی کے عہدے کے لیے دعا کا خط
- 37 ..... گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو سفارت کی پیشکش
- 38 ..... دوران ملازمت میں دوسروں پر احسانات
- 39 ..... مقدس باپ کا اثر اور ملازمت

### فصل دوم:

#### ملازمت کے دوران میں پیش آنے والے بعض واقعات

- 41 ..... سادگی
- 42 ..... غیرت و حمیت
- 43 ..... واقعہ بہاولپور... رعایا کی جان و مال کی حفاظت
- 44 ..... بے داغ کردار
- 45 ..... واقعہ گوجرانوالہ... دانشمندی اور شجاعت کی مثال
- 47 ..... صاف گوئی اور بے باکی
- 48 ..... عدالت میں گواہیوں کا حال
- 50 ..... ”خان بہادر“ کا خطاب
- 50 ..... بذریعہ الہام والد صاحب کی وفات کی خبر
- 53 ..... والد صاحب کے جنازہ میں شرکت
- 54 ..... جنازہ کے بعد

## باب سوم: قبولِ احمدیت

### فصل اول:

- 55 ..... ”بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں“
- 57 ..... اعلانِ احمدیت
- 60 ..... دستی بیعت
- 65 ..... حفظِ مراتب کا خیال
- 66 ..... ہم تیرے لیے رسوائی والی کوئی بات باقی نہ چھوڑیں گے
- 67 ..... آپ کی بیعت ایک نشان تھا
- 69 ..... پہلی حالت کا ذکر
- 73 ..... بیعت کے بعد آپ کا اخلاص
- 75 ..... ”تین کو چار کرنے والا“
- 78 ..... الہامی شخص

### فصل دوم:

#### احمدیت میں داخل نہ ہونے کی وجوہ

- 82 ..... اپنی کمزوری
- 82 ..... اس پاک سلسلہ کی بدنامی نہ ہو
- 83 ..... میں دنیا داری میں گرفتار ہوں
- 84 ..... میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھاسکوں
- 85 ..... حضورؐ کی تعلیم کی بجا آوری کی تاب نہیں
- 85 ..... آپ کی روح احمدیت کو قبول کیے ہوئے تھی

## فصل سوم: احمدیت سے وابستگی

- 88 ..... ”میاں محمود میرے بھائی ہیں“
- 89 ..... جماعت کے لیے غیرت کا اظہار
- 91 ..... ”دلہن کو پہلے حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس لے جاؤ“
- 92 ..... حضرت اماں جان سے دعا کی درخواست
- 93 ..... خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک مذموم کوشش

## فصل چہارم: والد ماجد کا غیر معمولی احترام

- 94 ..... ہمیشہ ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھا
- 95 ..... دوست کے مذاق پر آپ کا اظہارِ غیرت
- 96 ..... بشپ آف لاہور کی زبان درازی اور آپ کا ردِ عمل
- 97 ..... ”وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبی ہیں“
- 98 ..... ”تمہارے توداد اور پیر بھی تھے“
- 99 ..... حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی تجدید بیعت
- 102 ..... سٹرائیک میں شمولیت کے بارہ میں ضروری وضاحت

## باب چہارم: آخری ایام و وفات، انضالی الہیہ اور اخلاقِ فاضلہ

### فصل اول:

- 103 ..... آخری ایام
- 106 ..... وفات
- 107 ..... حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا عریضہ تعزیت

## وفات کی خبر مختلف رسائل میں

- 108 ..... ہمہ گیر و ہمہ رس انشا پرداز
- 109 ..... محسن علم و ادب
- فصل دوم: افضالِ الہیہ، خدماتِ جلیلہ، اخلاقِ فاضلہ**
- 110 ..... حضرت مسیح موعودؑ سے مشابہت
- 111 ..... حضرت اقدسؑ کے مکان میں
- 112 ..... حضرت اقدسؑ کی میزبانی کا شرف
- 112 ..... حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی شفقت
- 113 ..... لائبریری کی معاونت
- 114 ..... مدرسہ تعلیم الاسلام کو عطیہ
- 114 ..... ”حیات احمدؑ“ کی تالیف میں معاونت
- 115 ..... سفر ولایت اور حج بیت اللہ
- 116 ..... آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی میں شرکت
- 116 ..... خاندان کے بارہ میں حکام کے خطوط و سندات
- 117 ..... بیٹے کے استاد کی تکریم
- 117 ..... بیٹے کو نصائح
- 118 ..... غیرت دینی
- 119 ..... لیکچرار کو مباحثے کا چیلنج
- 119 ..... عیسائیوں سے قلمی جنگ کا شوق
- 121 ..... عیسائی پادریوں سے مباحثہ
- 121 ..... صاحب کردار

122 ..... تبلیغ احمدیت

123 ..... امانت و دیانت

### فصل سوم: آپ کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے بعض نشانات والہامات

125 ..... ”اس کی موت کے دن صلح ہوگی“

126 ..... عزیز کے باپ کے سر پر سلطان کا لفظ

127 ..... ”حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار“

128 ..... ”یہ میرا بیٹا ہے“

130 ..... ”پاس ہو جائے گا“

132 ..... ایک فرشتہ سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے

133 ..... سلطان احمد آئے ہوئے ہیں

134 ..... ”اے عمی! بازی خویش کر دی“

135 ..... درشنی آدمی

### 137 باب پنجم: روایات حضرت مرزا سلطان احمد صاحب

### باب ششم: علمی و ادبی زندگی اور علمی خدمات

#### فصل اول:

161 ..... عظیم علمی و ادبی قد و قامت کے حامل

163 ..... ذوق شعر و سخن

165 ..... ادبی زندگی

172 ..... مضمون نویسی

173 ..... مضامین کی فہرست (کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)



## فصل دوم: مختلف رسائل و اخبارات کی آراء اور تبصرے

- 174 ..... تمام خیابانِ گلزارِ علم آپ کی تراوشِ قلمی کے رہین منت
- 176 ..... زرکارے دارد
- 177 ..... آپ کے مفید علمی اور محققانہ مضامین کی شہرت
- 178 ..... نہایت اعلیٰ درجے کے عالمانہ خیالات
- 179 ..... دماغِ نکتہ آفرین اور قلمِ ندرت رقم
- 179 ..... آپ کا نام علمی و ادبی دنیا میں محتاجِ تعریف نہیں
- 180 ..... بہارِ تعلیم کی کرشمہ آرائیوں کی تصویر کشی
- 182 ..... کہنہ مشق اور شہرہ آفاق سحر نگار
- 183 ..... لائق تقلید فلسفیانہ قابلیت اور معقول مذاق
- 183 ..... مفید فاضلانہ و محققانہ مضامین
- 184 ..... آپ کی عالی قدر علمی یادگاریں اردو کا سرمایہ
- 185 ..... صحیح اور غور کرنے والا دماغ
- 186 ..... بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ شناسی
- 186 ..... فاضل اور واقف کار مضمون نگار
- 187 ..... دلکش اور لاجواب مضامین
- 187 ..... اردو انشا پر دازی کے روح رواں
- 188 ..... زود نگاری کی ایک مثال
- 189 ..... فلسفیانہ مضامین لکھنے میں بے مثال شہرت
- 189 ..... اس کا قائم مقام آیاتہ پھر
- 190 ..... محسن اردو
- 192 ..... اردو کا ایک بھلایا ہوا صاحبِ قلم

194 ..... آپ کا ایک مضمون بعنوان ”اردو زبان“

## فصل سوم:

203 ..... حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی تصنیفات

204 ..... معاصرین میں آپ کا مقام و مرتبہ

204 ..... حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور علامہ اقبال

205 ..... گاہ بہ سلطان باشی، گاہ باشی بہ فقیر

206 ..... جناب اکبر الہ آبادی کی رائے

207 ..... آپ کی جملہ کتب کی فہرست (مطبوعہ و غیر مطبوعہ)

## آپ کی کتب کا تعارف

210 ..... ۱۔ ایک اعلیٰ ہستی

212 ..... ۲۔ علوم القرآن

214 ..... ۳۔ نبوت

214 ..... ۴۔ الصلاة

215 ..... ۵۔ جبر و قدر

215 ..... ۶۔ اساس الاخلاق

217 ..... ۷۔ صداقت

218 ..... ۸۔ قوت اور محبت

218 ..... ۹۔ فرحت

219 ..... ۱۰۔ مرآة النیال یعنی منٹل فلاسفہ

219 ..... ۱۱۔ الوجد

221 ..... ۱۲۔ فنون لطیفہ

222 ..... ۱۳۔ امثال

|     |  |
|-----|--|
| 223 | ۱۴۔ فنِ شاعری                                |
| 224 | ۱۵۔ چند نثرِ نظمیں                           |
| 227 | ۱۶۔ صدائے الم                                |
| 228 | ۱۷۔ ملت اور معاملاتِ قومی                    |
| 229 | ۱۸۔ زمیندارہ بینک                            |
| 229 | ۱۹۔ مشیرِ باطن                               |
| 230 | ۲۰۔ نظمِ خیال                                |
| 231 | ۲۱۔ بزمِ خیال (ناول)                         |
| 233 | ۲۲۔ دل سوز (ناول)                            |
| 233 | ۲۳۔ یادِ گارِ حسین                           |
| 234 | ۲۴۔ تبصرہ بر اسرارِ بے خودی                  |
| 235 | ۲۵۔ ریاضِ الاخلاق                            |
| 236 | ۲۶۔ سراجِ الاخلاق                            |
| 236 | ۲۷۔ خیالات                                   |
| 236 | ۲۸۔ مکتوباتِ اکبر                            |
| 238 | فہرست مضامین حضرت مرزا سلطان احمد صاحب       |
| 267 | مضامین جن کے رسالوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے |
| 267 | فہرست مضامین ”ریاضِ الاخلاق“                 |
| 272 | فہرست مضامین ”سراجِ الاخلاق“                 |
| 273 | فہرست مضامین ”خیالات“                        |
| 275 | شکریہ احباب                                  |



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب<sup>۲</sup>

(بقلم مکرم محترم چودھری محمد علی صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب<sup>۲</sup> آپ کی پہلی بیوی سے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ نے اپنے مقدس باپ کے گھر میں پرورش پائی، ان سے بچپن میں بعض کتابیں جیسے: تاریخ فرشتہ، نجومیر اور گلستانِ بوستان سب پڑھیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی قوتِ قدسیہ نے آپ کی زندگی، آپ کے اخلاق اور صلاحیتوں پر گہرے نقوش مرتسم نہ کیے ہوں۔ جب آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ساری زندگی محنت، دیانت، سچائی، فرض شناسی اور حسنِ اخلاق سے عبارت تھی۔ امانت و دیانت کا یہ حال تھا کہ دفتر میں اپنے مضمون وغیرہ لکھنے کے لیے الگ ذاتی قلم دوات رکھی ہوئی تھی۔ خاکسار سمجھتا ہے کہ یہ سب حضرت مسیح موعودؑ کی تاثیرِ قدسی اور آپ کا فیض تھا۔

آپ کو اپنے والدِ بزرگوار سے غیر معمولی تعلق خاطر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؑ کی وفات پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً اس کی خبر دی۔ آپ ایک ٹریکٹ ”الصلح خیر“ میں حضرت اقدسؑ کے ساتھ اپنی عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میری عقیدت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہ صرف اس وقت سے ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا بلکہ ان ایام سے میں عقیدت رکھتا ہوں کہ جبکہ میری عمر بارہ تیرہ برس کی تھی۔۔۔ میں اپنے والد صاحب مرحوم مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سچا انسان اور پکا مسلمان الموسوم مسیح موعود سمجھتا ہوں اور ان کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہوں اور میں اپنے آپ کو اس رنگ میں ایک احمدی سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے کبھی اپنی زندگی میں۔۔۔ ان کے دعویٰ اور ان کی صداقت اور سچائی کی نسبت کوئی مخالفانہ حصہ نہیں لیا۔۔۔ جب یہ حالت ہے تو مجھے کوئی یہ الزام نہیں دے سکتا کہ میں ان کا منکر تھا یا ہوں۔۔“

تحصیلداری کا امتحان ہو یا اسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا یا ڈپٹی کمشنر کے عہدے کا معاملہ، ہر موقع پر اپنے بزرگ باپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت، بزرگی اور تقرب الی اللہ پر بچپن سے جو یقین تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ای اے سی کے امتحان کے وقت لاہور میں جب دوسرے امیدواروں نے آپ کا مذاق اڑایا تو آپ نے ان کو تھڑی کے ساتھ فرمایا کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس یقین کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے والد بزرگوار کو دعا کی درخواست کر کے آئے تھے اور حضورؑ نے دعا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ نیز یہ کہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو کرسی پر بٹھایا ہے، اس لیے آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ پس آپ اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی جانتے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم مقام ہے۔

آپ نے زندگی میں ہر موقع پر حضرت مسیح موعودؑ کے لیے بے مثال غیرت کا مظاہرہ کیا اور کسی کو آپ کے روبرو حضرت اقدسؑ کے خلاف زبان درازی کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ محترم کرنل داؤد صاحب مرحوم نے خاکسار سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ گورنر پنجاب کی دعوت میں بشپ آف لاہور حضرت اقدسؑ کے خلاف زبان درازی کرنے لگا تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا، آپ نے پھر منع کیا۔ جب تیسری دفعہ اس نے جسارت کی تو آپ نے کھانے سے بھری پلیٹ اس کے منہ پر دے ماری۔ ہر ایسے موقع پر آپ ایک مخلص مومن کی طرح غیرت دکھاتے تھے اور کسی کو حضرت اقدسؑ کے خلاف کوئی بات کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ کی ادبی زندگی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاثیر اور فیض سے ہرگز الگ نہیں کی جا سکتی۔ بچپن میں آپ نے اپنے عظیم باپ سے تعلیم حاصل کی اور درسائے کتابیں پڑھیں۔ اسی طرح آپ میں مطالعے کا شوق بھی یقیناً اپنے والدِ بزرگوار کو دیکھ کر ہی پیدا ہوا ہوگا۔ جب حضرت اقدسؑ نے قلمی جہاد کا آغاز فرمایا اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب عنفوانِ شباب میں تھے، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ میں انشا پر دازی کی استعداد پیدا کرنے میں آپ کے والدِ بزرگوار کے افاضہ کا بنیادی کردار اور دخل ہے، جہی تو آپ کی تحریر میں ایک حد تک اپنے والدِ بزرگوار کی تحریر کا رنگ اور پرتو نظر آتا ہے۔

اردو ادب میں آپ کا بہت بڑا نام ہے لیکن از بس افسوس کی بات ہے کہ تاریخ ادب میں آپ کے نام کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے معروف ادبی شخصیات کی کتب دوبارہ شائع ہوئیں۔ اس کا تذکرہ آل انڈیا ریڈیو پر ہو رہا تھا۔ خاکسار نے وہ پروگرام خود سنا ہے، جس میں بڑی حیرت اور افسوس کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ اتنے گراں پایہ شخص کو فراموش کر دیا گیا ہے۔ دنیانے آپ کو بھلا دیا لیکن ہمیں آپ کی یاد اور آپ کے تذکرے کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیے۔ اس کا ایک طریق یہ ہے کہ آپ کے گرانقدر مضامین اور گنجینہ معنی کتب کو جمع کر کے دوبارہ شائع کیا جائے۔ کاش! کوئی اس اہم کام کا بیڑا اٹھا سکے۔

عزیزم میرا خبم پرویز نے آپ کے حالاتِ زندگی کو پہلی دفعہ یکجا کرنے کی سعادت پائی ہے۔ میں نے اس کتاب کے مسودے کو پڑھا ہے اور میرے نزدیک یہ جماعتی لٹریچر میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزم کی اس خدمت کو قبول فرمائے، جزائے خیر سے نوازے اور آئندہ انھیں مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

محمد علی

(دستخط محترم چودھری محمد علی صاحب مضطر)

۲۰ فروری، ۲۰۱۵ء



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### ابنِ سلطانِ القلم

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم اور احسان ہے کہ اس نے اس عاجز کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹوں (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؒ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؒ) کو دیکھنے اور ان سے ملنے کی سعادت عطا فرمائی اور ایسا ہی ممکن ہو سکتا تھا کیونکہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی پہلی شادی سے عطا ہونے والے دونوں بیٹے یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحبؒ تو اس عاجز کی ولادت سے بہت پہلے ہی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مکرّم و محترم میر انجب پرویز صاحب مربی سلسلہ لندن کو کہ انھوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کے بارہ میں اپنی زیر تالیف بہت ہی گراں قدر کتاب ”ابن سلطان القلم“ مجھے پڑھنے کے لیے دی اور اس کتاب نے تو گویا میری حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ سے ایک طرح کی ملاقات کروادی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اس سے قبل ان کے بارہ میں اس قدر معلومات اور کوائف میرے علم میں نہ تھے۔

میں نے اس کتاب کا مسودہ بالاستیعاب پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تالیف بہت دلچسپ، جامع، مفید اور تاریخی معلومات سے بھرپور ہے۔ یہ تالیف کیا ہے، گویا ماضی میں ایک علمی اور تحقیقی سفر ہے جو بہت سے غیر معروف حقائق اور پوشیدہ واقعات کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ فاضل مولف نے بڑی محنتِ شاقہ سے اس بکھرے ہوئے قیمتی مواد کو اکٹھا کیا ہے اور ایسا مجموعہ مرتب کیا ہے جس سے جماعتی لٹریچر میں بیش قیمت اضافہ ہو گا۔ تاریخ احمدیت سے متعلق بہت سے نامعلوم یا غیر معروف حالات و واقعات اس تالیف میں بہت خوبصورتی سے مستند انداز میں باحوالہ درج کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کی کتب اور مضامین کی حتی الامکان جامع فہرست بھی اس کتاب میں شامل ہے اور اس دور کے اخبارات و رسائل میں جو تبصرے ان کے بارہ میں شائع ہوئے ان کو بھی بڑی محنت سے یکجا کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مولف کو اس تحقیقی تالیف کی جزاء عطا فرمائے اور اس کتاب کا مطالعہ قارئین کے لیے از یادِ علم و عرفان کا موجب بنائے، آمین۔

خاکسار

عطاء الحجیب راشد

امام مسجد فضل لندن و مبلغ انچارج بریطانیہ

۱۵ اکتوبر، ۲۰۱۸ء

## باب اول:

# تعارف، تعلیم، شادی اور اولاد

## فصل اول

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے: **يَنْقَطِعُ أَبَاؤُكَ وَيُبْدَأُ مِنْكَ.** تیرے باپ دادوں کا ذکر منقطع ہو جائے گا۔ یعنی بطور مستقل ان کا نام نہیں رہے گا اور تیرے بعد سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہو گا۔<sup>۱</sup>

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا بنیادی تعارف یہی ہے کہ آپ امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی زوجہ اولیٰ سے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ کی پہچان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے۔ جسمانی فرزندگی کے علاوہ آپ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں حضرت اقدس کی روحانی فرزندگی میں داخل ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی ذہنی قابلیت اور انتظامی صلاحیت سے نوازا تھا۔ آپ نے اُس وقت، جب ہندوستان میں انگریز حکمران تھے، ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک

۱ تذکرہ مجموعہ الہامات، روایا و کشف حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحہ ۵۳ اور ۵۴

ترقی حاصل کی، جو ایک ہندوستانی کی معراج سمجھی جاتی تھی۔ خان بہادر کا خطاب بھی پایا، تاہم اعلیٰ دنیاوی منصب حاصل ہونے کے باوجود آپ نے انتہائی سادہ مگر پُر وقار زندگی بسر کی۔ آپ ایک محنتی، فرض شناس اور ذمہ دار افسر تھے۔ امانت و دیانت اس حد تک تھی کہ کبھی دفتر کا قلم بھی ذاتی استعمال میں نہ لائے۔

علاوہ ازیں آپ عظیم علمی و ادبی قد و قامت کی حامل شخصیت تھے۔ تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔ آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اُفتخ ادب پر چھائے رہے اور کئی ایک اخبارات و رسائل میں متواتر اور مسلسل بیش قیمت علمی مضامین لکھتے رہے۔ آپ کی ساٹھ کے قریب تصنیفات اور چار سو سے زائد مضامین آپ کی روانی قلم اور کثرت نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہیں، لیکن اس کثرت تالیف و تحریر کے باوصف آپ نے نہ صرف زبان کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھا بلکہ مضمون کا حق ادا کرنے میں بھی کبھی کوئی سمجھوتا نہ کیا اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے پیدا کردہ لٹریچر سے بلاشبہ اُردو ادب میں بیش بہا اضافہ ہوا۔

آپ کے والدِ بزرگوار رئیس قادیان حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امام مہدی اور مسیح موعود نبی اللہ بنا کر مبعوث کیا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آخرین کی جماعت قائم کی، جو جماعت احمدیہ کہلاتی ہے، لیکن آپ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے اس پاک جماعت کا حصہ نہ بن سکے باوجودیکہ آپ حضرت اقدسؑ کو سچا اور راستباز سمجھتے تھے اور آپ کی غیر معمولی بزرگی اور خدا رسیدہ ہونے کے قائل تھے۔ اس کی وجہ آپ یہ بتاتے

تھے کہ میں حضورؐ کی تعلیم کی بجا آوری کی تاب نہیں رکھتا اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس پاک سلسلہ کی بدنامی ہو۔ دوسری طرف جب ہم آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آپ ایک اعلیٰ اخلاق کے مالک، صاحب کردار، سچائی پر کاربند، امین اور منکسر المزاج شخص تھے۔ یہی نہیں بلکہ آپ صاحب رؤیا و الہام بھی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات و رؤیا وغیرہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے متعدد دفعہ آپ کو شامل فرمایا۔ یہ سب افضال الہیہ آپ کے عند اللہ مقام کی واضح طور پر نشاندہی کرتے ہیں۔ ہر چند آپ کی روح شروع سے احمدیت قبول کیے ہوئے تھی لیکن آپ کو بیعت کی توفیق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے عہد سعادت مہد میں حاصل ہوئی۔

بعض احمدی احباب آپ کو بیعت کی تحریک بھی کیا کرتے تھے، جن کو آپ یہی جواب دیتے تھے کہ میں حضرت اقدسؑ کو خوب جانتا ہوں اور میں محض اپنی کمزوری کی وجہ سے بیعت سے محترز ہوں۔ اس سے یقینی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کو یہ ادراک تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قسم کی جماعت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اپنے تبعین کو کس معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں اور آپ اپنے آپ کو اُس انتہائی معیار پر نہیں پاتے تھے اور اسی کو آپ اپنی کمزوری گردانتے تھے، ورنہ آپ کی زندگی اعلیٰ اخلاق کی آئینہ دار نظر آتی ہے۔ دوسرے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات میں بھی یہ اشارات پائے جاتے تھے کہ آپ ضرور بیعت کر لیں گے مگر حضرت مصلح موعودؑ کے عہد میں۔ اس سے قبل بیعت کرنا آپ کے لیے مقدر نہ تھا۔ اس طرح آپ کا ایک مدت تک بیعت نہ کرنا اور پھر آخری عمر میں بیعت کر لینا ہر دو امور حضرت مسیح موعودؑ کی

صداقت کے نشان تھے۔ قارئین کرام مندرجہ بالا تمام امور کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

## خاندان:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہونے کی حیثیت سے آپ کے خاندان کا تعارف دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا تعارف ہے، جو اپنے علاقے میں ایک معزز خاندان تھا اور اس کا سلسلہ نسب برلاس سے، جو امیر تیمور کا چچا تھا، ملتا ہے اور جب امیر تیمور نے علاقہ کش پر بھی، جہاں اس کا چچا حکمران تھا، قبضہ کر لیا تو برلاس خاندان خراسان چلا آیا اور ایک مدت تک یہیں رہا، لیکن دسویں صدی ہجری یا سولہویں صدی مسیحی کے آخر میں اس خاندان کا ایک ممبر مرزا ہادی بیگ بعض غیر معلوم وجوہات کے باعث اس ملک کو چھوڑ کر قریباً دو سو آدمیوں سمیت ہندوستان آ گیا اور دریائے بیاس کے قریب کے علاقے میں اُس نے اپنا ڈیرہ لگایا اور بیاس سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں بسایا اور اس کا نام ”اسلام پور“ رکھا۔ چونکہ آپ ایک نہایت قابل آدمی تھے اس لیے دہلی کی حکومت کی طرف سے اس علاقے کے قاضی مقرر کیے گئے اور اس عہدے کی وجہ سے آپ کے گاؤں کا نام بجائے اسلام پور کے ”اسلام پور قاضی“ ہو گیا، یعنی اسلام پور جو قاضی کا مقام ہے۔ پھر مرور زمانہ سے اسلام پور کا نام تو بالکل مٹ گیا اور صرف قاضی رہ گیا جو پنجابی تلفظ میں ”قادی“ کہلانے لگا اور آخر اس سے بدل کر ”قادیان“ بن گیا۔

اس خاندان کے ممبر مغلیہ حکومت کے ماتحت معزز عہدوں پر مامور رہے اور جب مغلیہ خاندان کو ضعف پہنچا اور پنجاب میں طوائف الملوکی پھیل گئی تو یہ خاندان ایک آزاد حکمران کے طور پر قادیان کے ارد گرد علاقہ پر، جو تقریباً ساٹھ میل کا رقبہ تھا، حکمران رہا لیکن سکھوں کے وقت میں اس ریاست کی حالت ایسی کمزور ہو گئی کہ سب علاقہ اس خاندان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور بالآخر قادیان پر بھی سکھ قابض ہو گئے اور اس خاندان کے لوگ ریاست کپور تھلہ میں چلے گئے جہاں تقریباً سولہ سال مقیم رہے۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ آ گیا اور انھوں نے سب چھوٹے چھوٹے راجوں کو اپنے ماتحت کر لیا اور اس انتظام میں اس خاندان کو بھی ان کی جاگیر کا بہت کچھ حصہ واپس کر دیا۔ پھر جب انگریزی حکومت نے سکھوں کی حکومت کو تباہ کیا تو ان کی جاگیر ضبط کر لی گئی، مگر قادیان کی زمین پر ان کو مالکیت کے حقوق دیے گئے۔

اس وقت اس خاندان کے سربراہ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس قادیان تھے۔ ان کی وفات (۱۸۷۶ء) کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے جناب مرزا غلام قادر صاحب جانشین ہوئے۔ ان کا ایک بیٹا تھا جو کمسنی میں فوت ہو گیا۔ انھوں نے اپنے بھتیجے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنا متبنی کر لیا۔<sup>۱</sup>

## پیدائش:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ابھی تقریباً سولہ برس تھی جب آپ کی پہلی شادی اپنے حقیقی ماموں جناب مرزا جمعیت بیگ صاحب کی صاحبزادی

۱ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ۔ صفحہ ۱۳۱



حرمّت بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیوی سے آپ کو دو فرزند عطا کیے، جن میں سے بڑے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اور چھوٹے صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۳ء میں ہوئی، جبکہ صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔<sup>۲</sup>

## بچپن کا ایک واقعہ:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب تین سال کے تھے بلکہ اس سے بھی شاید کچھ کم ہی ان کی عمر ہوگی جب وہ گھر کے دالان میں زمین پر کھیل رہے تھے۔ دالان میں ایک اوکھلی تھی۔ کھیلتے کھیلتے آپ اتفاقاً سر کے بل اس اوکھلی میں گر پڑے۔ اب اس سے آپ نکل تو سکتے نہیں تھے بلکہ سیدھے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ آخر اپنی رہائی کی کوششوں میں ناکامیاب رہ کر رو پڑے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پاس ہی ٹہل رہے تھے، لیکن اپنے خیالات میں ایسے غرق تھے کہ آپ کو اس کا بالکل پتہ نہ چلا۔ حضرت والدہ صاحبہ (یعنی دادی مرزا سلطان صاحب) بچے کے رونے کی آواز سن کر دوڑتی ہوئی آئیں اور مرزا سلطان احمد صاحب کو نکال کر پیار کے ساتھ اٹھایا۔<sup>۳</sup>

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۷

۲ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۶۱

۳ حیات احمد جلد اول صفحہ ۲۱۶۔ جدید ایڈیشن

## تعلیم

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے آج کل کی اصطلاح میں جسے باقاعدہ یا سکول کی تعلیم کہا جاتا ہے، کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اگر سکول ہی کی تعلیم کو تعلیم کہا جائے تو آپ صرف پرائمری پاس تھے، لیکن اگر تعلیم کے صحیح معنوں پر غور کیا جائے تو آپ کی مشرقی طریق پر معقول تعلیم ہوئی تھی۔ اردو تو خیر آپ کی زبان تھی ہی، فارسی میں بھی ادیبانہ شان تھی۔ یوں نہیں کہ عربی سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس زبان کی ادبیات پر بھی عبور تھا۔ انگریزی زبان سے بھی ضروریات زمانہ کے لحاظ سے بہت حد تک واقف تھے۔<sup>۱</sup>

۱۸۷۲ء میں حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی الہ دتا صاحب آف لودی ننگل ضلع گورداسپور کو مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کی تعلیم کے لیے بلایا تھا، اس لیے کہ وہ ایک جید عالم تھے۔ مولوی الہ دتا صاحب جب قادیان میں آئے تو اکثر حضرت اقدس سے بعض مسائل پر تبادلہ خیالات بھی ہوا کرتا تھا۔ تاہم مولوی صاحب زیادہ عرصہ تک قادیان میں نہ رہ سکے اور اس کام کو چھوڑ کر چلے گئے۔<sup>۲</sup>

۱ نیرنگ خیال (لاہور) جوبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۲ء صفحہ ۲۸۵۔ چیف ایڈیٹر: حکیم محمد یوسف حسن

۲ مکتوبات احمد جلد چہارم صفحہ ۳۰۳، طباعت ۲۰۱۵ء

لاہور سے شائع ہونے والے معروف علمی وادبی رسالہ ”نیرنگ خیال“ جوہلی نمبر کی مئی، جون ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں آپ کے حصولِ تعلیم کی مزید تفصیلات بیان ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کچھ دنوں تک دیوبند میں بھی پڑھتے رہے اور دیوبند ہی سے نکل کر گھر والوں کی اطلاع کے بغیر آپ نے سرکاری نوکری بھی کر لی تھی۔ دہلی میں بھی اسی سلسلہٴ حصولِ تعلیم میں آپ کا قیام رہا۔ ۱۸۹۹ء میں جب آپ پہلی بار بسلسلہٴ ملازمت لاہور وارد ہوئے تو ان دنوں میں آپ نے حصولِ تعلیم کے بارہ میں کہا تھا کہ آپ نے شاہی طریقہ سے تعلیم نہیں پائی بلکہ طالعلمی کی ہے۔ آپ دہلی کی کسی مسجد میں رہتے تھے اور تعلیم پاتے تھے۔<sup>۲</sup>

## والدِ بزرگوار سے کسبِ فیض:

بچپن میں آپ نے اپنے والد ماجد یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی چند کتب سبقتاً پڑھی تھیں، جن میں تاریخ فرشتہ، نحو میر اور گلستان و بوستان شامل ہیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب کبھی کبھی پچھلا پڑھا ہوا سبق سنا بھی کرتے تھے مگر پڑھنے کے متعلق مجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوئے،

۱ یہ تاریخ درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اپریل ۱۸۹۰ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ علاج کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے تھے تو اس وقت حضرت مرزا سلطان احمد صاحب وہاں نائب تحصیلدار تھے۔ دیکھیں: حیاتِ احمد جلد سوم صفحہ ۹۲۔ (موکلف)

۲ نیرنگ خیال جوہلی نمبر مئی، جون ۱۹۳۲ء صفحہ ۲۸۶، ۲۸۵

حالانکہ میں پڑھنے میں بے پروا تھا۔ ممکن ہے آپ اپنے والد بزرگوار سے اور بھی کسب فیض کرتے، لیکن آپ کے دادا محترم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس خیال کی بنا پر پڑھنے سے روک دیا کہ کہیں آپ بھی حضرت اقدسؑ کی طرح صرف دین کے ہو کے نہ رہ جائیں اور آپ ہی کے رنگ میں رنگین نہ ہو جائیں۔<sup>۱</sup>

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مشاغلِ دینیہ کے علاوہ اپنے پاس آنے والے بچوں کو نماز، درود شریف اور دوسرے احکام دین کی عملی تعلیم دیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بعض لوگوں کو متعارف کتب کے سبق بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ ان پڑھنے والوں میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی ایک وقت تک آپ سے بعض درسی کتب عربیہ پڑھا کرتے تھے۔<sup>۲</sup>

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؒ بیان فرماتے ہیں: ”حضورؑ نے اگرچہ خود باقاعدہ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دی، لیکن ابتدائی ایام میں جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے آپ مامور ہو کر ابھی مبعوث نہ ہوئے تھے، خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔ خان بہادر نے مجھے بتایا کہ... میں کتابیں سرہانے رکھ کر سو جایا کرتا تھا، بہت محنتی نہ تھا، لیکن سبق سمجھ لیا اور کچھ یاد بھی رکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ میرا آموختہ سنا بھی کرتے تھے اور میں بھول بھی جاتا تھا، مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ

۱ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸

۲ حیات احمد جلد اول، صفحہ ۳۱۹۔ جدید ایڈیشن

پڑھنے کے متعلق مجھ سے ناراض ہوئے ہوں یا مجھے مارا ہو۔<sup>۱</sup> حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب<sup>۲</sup> اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اپنے دادا حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے بھی پڑھتے رہے۔<sup>۲</sup>

## تحصیلداری کا امتحان اور دعا کی درخواست:

مارچ ۱۸۸۴ء میں آپ نے تحصیلداری کا امتحان دیا۔ اس موقع پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لیے ایک رقعہ لکھ کر بھیجا۔ آپ نے وہ رقعہ پھینک دیا اور فرمایا ”ہمیشہ دنیاداری ہی کے طالب ہوتے ہیں۔“ اسی وقت یہ الہام ہوا۔ ”پاس ہو جاوے گا۔“<sup>۳</sup> جس آدمی کے ہاتھ یہ رقعہ بھیجا گیا تھا اُس نے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو آکر سارا واقعہ بتا دیا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور آپ امتحان میں پاس ہو گئے۔<sup>۴</sup>

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ ”حیات احمد“ میں یہی واقعہ بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کی شانِ کریمی کے قربان! مرزا سلطان احمد صاحب نے اس ایمان سے محرک ہو کر جو اُن کو حضرت کی دعاؤں کی قبولیت پر تھا، خط تحریر

۱ سیرت حضرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحب، صفحہ ۳۷۷

۲ سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۸۶

۳ تذکرہ صفحہ ۹۵ طبع ۲۰۰۳ء

۴ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۰۵

کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کے حسن ظن کو ضائع نہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مقام کہ دنیا کے اغراض کے لیے بیٹے کے واسطے بھی دعا پسند نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو باپ اور بیٹے کا یہ فعل پسند آیا اور نماز میں آپ کو بشارت مل گئی کہ پاس ہو جائے گا۔ آپ نے مسکرا کر اس کو بیان کیا کہ ہم نے تو دعا نہیں کی، مگر خدا تعالیٰ نے کامیابی کی بشارت دے دی۔ چنانچہ اسی کے موافق وہ پاس ہو گئے اور ان کی ترقیات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔“

خاکسار کے نزدیک دُنیوی غرض کے لیے بہت زیادہ ہم و غم کرنا اور تذلل و انکسار کا اظہار کرنا حضرت اقدسؑ کی ناپسندیدگی کا موجب ہوا، ورنہ جب حضرت مرزا سلطان صاحب نے ڈپٹی کے عہدے کے لیے حضرت اقدسؑ سے دعا کی درخواست کی تو آپؑ نے نہ صرف دعا کی بلکہ ایک موقع پر قبولیتِ دعا کے نشان کے طور پر اس واقعہ کو خود بیان بھی فرمایا۔

## حضرت مسیح موعودؑ سے دلی اعتقاد کی دلیل:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرنا دراصل آپ کے حضرت اقدسؑ سے دلی اعتقاد، تعلق خاطر اور ربطِ محبت کی دلیل ہے اور یہ بات خود حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

”دلی دعا اور ربط کو خاص مدعا میں بہت دخل ہے۔ جس سے دلی ربط اور توجہ ہو، اگرچہ اس کے حق میں کسی وقت دعانہ کرے تب بھی اثر ہو جاتا ہے۔ مجھ کو یاد ہے کہ شاید عرصہ تین ماہ یا کچھ کم و بیش ہوا ہے کہ اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ جو میں نے امتحان تحصیلداری کا دیا ہے اس کی نسبت دعا کریں کہ پاس ہو جاؤں اور بہت کچھ انکسار اور تذلل ظاہر کیا کہ ضرور دعا کریں۔ مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر ہم و غم ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بہ تمام تر نفرت و کراہت چاک کر دیا اور دل میں کہا کہ ایک دُنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں! اس خط کے چاک کرتے ہی الہام ہوا: ”پاس ہو جائے گا۔“ وہ عجب الہام بھی اکثر لوگوں کو سنایا گیا، چنانچہ وہ لڑکا پاس ہو گیا، فالحمد للہ۔ سو خداوند کریم کی عالیشان درگاہ میں نازک آداب ہیں۔ جب کوئی عرض آداب کے مطابق ہوتی ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور ربطِ محبت و اعتقاد کرنا ان معاملات میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے۔ صاحبِ محبت اور ارادت کے بہت سے ایسے آفات اور مکروہات باعثِ عینِ محبت دور کیے جاتے ہیں کہ اس کی اس کو خبر نہیں ہوتی۔“

اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واجب ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کر دعا کی تھی اسی لیے اللہ کے ہاں پایہ قبول کو پہنچ گئی۔



## اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا امتحان:

مشہور صحافی جناب سید شفیق احمد صاحب محقق دہلوی کی ایک روایت کے مطابق حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جب ای اے سی (Extra Assistant Commissioner) کا امتحان دینے کے لیے قادیان سے لاہور تشریف لے گئے تو دوسرے امیدواروں نے آپ کا خوب مذاق اڑایا کہ ان کو بھی امتحان کا شوق چرایا ہے۔ گویا یہ تاثر قائم کیا کہ آپ کی کامیابی سراسر محال ہے۔ یہ سن کر آپ نے دل میں کہا کہ میں حضرت والد صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کر کے آیا ہوں اور آپ نے دعا کا وعدہ بھی کیا ہے۔ خدا کرے میں کامیاب ہو جاؤں۔ انھی خیالات کے ہجوم میں آپ سو گئے اور قریباً چار بجے صبح خواب دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس خواب کی آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور یہی بات آپ نے تحدسی کے ساتھ مذاق اڑانے والوں سے بھی کہہ ڈالی۔ چنانچہ آپ بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گئے۔

روایا میں حضرت مسیح موعودؑ کا آپ کو پکڑ کر کرسی پر بٹھانا اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کی دعاؤں کی برکت سے آپ ترقیات حاصل کریں گے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض سے ہی آپ کو تمام مناصب و مراتب حاصل ہوئے۔

## علم طب کا حصول:

علم طب آپ کا خاندانی علم تھا۔ آپ کے باپ دادا علم طب میں خاصی دستگاہ رکھتے تھے اور ہمیشہ مفت علاج کرتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے بھی طب پڑھی تھی، لیکن اسے بطور پیشہ اختیار نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کو علم طب پڑھنے کی بطور خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

## مطالعہ کا شوق:

حضرت صاحبزادہ صاحب کو بچپن ہی سے مطالعہ اور کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ آپ کی ایک روایت ہے کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی اور اُس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔<sup>۲</sup>

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۳۵

۲ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۱۳

### شادی اور اولاد

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی پہلی شادی سردار بیگم صاحبہ سے ہوئی اور دوسری شادی مرزا امام الدین صاحب کی بیٹی خورشید بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

آپ کی پہلی شادی انھی دنوں میں ہوئی جن دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ دختر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دہلوی سے ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی حضرت اماں جانؓ سے ۱۷/ نومبر ۱۸۸۴ء کو بروز سوموار ہوئی تھی۔<sup>۱</sup>

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

”جس دن میں قادیان بیاہی ہوئی پہنچی تھی اسی دن مجھ سے چند گھنٹے قبل مرزا سلطان احمد اپنی پہلی بیوی یعنی عزیز احمد کی والدہ کو لے کر قادیان پہنچے تھے اور عزیز احمد کی والدہ مجھ سے کچھ بڑی معلوم ہوتی تھی۔... مرزا فضل احمد کی شادی مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔“<sup>۲</sup>

نیز حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۴۴ و تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۲۴۴

۲ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۶

”مرزا سلطان احمد کی پہلی بیوی ایبہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھی اور حضرت صاحبؒ اس کو اچھا جانتے تھے۔ مرزا سلطان احمد نے اس بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاحِ ثانی کر لیا تھا۔ اس کے بعد عزیز احمد کی والدہ جلد ہی فوت ہو گئی۔“<sup>۱</sup>

مرزا امام الدین صاحب سلسلہ کے سخت مخالف تھے تاہم آپ کی بیٹی، جو صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے نکاح میں آئیں، ہمت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو برومند فرمایا۔<sup>۲</sup>

اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو اولادِ نرینہ سے نوازا۔ آپ کی پہلی بیوی سے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور دوسری بیوی سے حضرت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب پیدا ہوئے۔

### حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؒ:

حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ ۳/اکتوبر ۱۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ابتدائی تعلیم پائی، جس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ آپ لمبے عرصہ تک ایک محنتی، دیانتدار اور فرض شناس افسر کے طور پر سرکاری ملازمت میں رہے اور بالآخر ۱۹۴۵ء میں اے ڈی ایم (Additional District Magistrate) کے اعلیٰ عہدہ

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۷

۲ حیات احمد جلد دوم صفحہ ۵۵۰-جدید ایڈیشن

سے ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد بقیہ ساری زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لیے وقف رکھی۔ قیام پاکستان اور ہجرت کے بعد ۱۶/ جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ اس عہدہ پر آپ ۳۰/ اپریل ۱۹۷۱ء تک فائز رہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا وجود باوجود اپنے نہایت اعلیٰ اوصاف اور اہم دینی خدمات کے علاوہ اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نشان تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ خواب آپ کے قبول احمدیت کا نظارہ دکھایا گیا تھا، جو حیرت انگیز رنگ میں پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے والد بزرگوار سے بہت پہلے یعنی مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بیعت سے سات برس قبل ۲۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضورؐ کو یہ خواب دکھایا گیا کہ

”ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔“

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ

”رؤیا مذکورہ اشارۃً درج ہوئی تھی، ورنہ صاف طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ عزیز احمد خلف مرزا سلطان احمد کو میں نے دیکھا ہے۔“

چنانچہ یہ روایا اس طرح پوری ہوئی کہ اواخر فروری ۱۹۰۶ء میں اس روایا کے قریباً ساڑھے چھ سال بعد حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔

اس روایا میں عزیز احمد کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی طرف منسوب کرنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف حضرت مرزا عزیز احمد صاحب بلکہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی حضور کی بیعت میں داخل ہو کر جسمانی رشتہ کے علاوہ روحانی طور پر بھی فرزندگی میں داخل ہو جائیں گے۔ سو الحمد للہ کہ حضرت ممدوح بھی ۲۵/ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہو گئے۔

## حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ کی شادی اور اولاد:

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے دو شادیاں کیں:

پہلی شادی جنوری ۱۹۱۱ء میں مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ دختر مرزا اسلم

بیگ صاحب لاہور سے ہوئی، جو تین بچے چھوڑ کر فوت ہو گئیں:

(۱) مرزا سعید احمد صاحب (۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو دورانِ تعلیم لندن میں وفات پائی)

(۲) صاحبزادی نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم  
(۳) مرزا مبارک احمد صاحب (۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء کولاہور میں فوت ہوئے۔)  
حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؒ کی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد مارچ  
۱۹۳۰ء میں آپ کی دوسری شادی حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کی  
صاحبزادی محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ  
نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عطا فرمائے، جن کی تفصیل درج  
ذیل ہے:

(۱) محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب: ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان و  
امیر مقامی۔ سابق صدر مجلس انصار اللہ پاکستان۔

(۲) صاحبزادی ریحانہ باسمہ صاحبہ اہلیہ محترم سید احمد ناصر صاحب ابن حضرت  
ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

(۳) محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب: ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ پاکستان،  
سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ و سابق صدر مجلس انصار اللہ پاکستان۔

(۴) صاحبزادی دریشہوار دردانہ صاحبہ اہلیہ محترم ملک فاروق احمد صاحب ابن محترم  
ملک عمر علی صاحب مرحوم آف ملتان

(۵) صاحبزادی عتیقہ فرزانه صاحبہ اہلیہ محترم مرزا ادیس احمد صاحب ابن محترم  
صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

(۶) صاحبزادی نزہت صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا فرید احمد صاحب ابن حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

### حضرت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی دوسری شادی مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد مرزا امام الدین صاحب کی بیٹی تھیں۔ مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۵/ جون ۱۹۰۵ء کو صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب پیدا ہوئے۔ محترمہ خورشید بیگم صاحبہ شادی کے بعد جلد فوت ہو گئیں۔ حضرت مصلح موعودؑ ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”مرزا امام دین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف تھے، لیکن جیسے اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کے ہاں عکرمہؓ جیسا بزرگ بیٹا پیدا کر دیا تھا، اسی طرح مرزا امام دین صاحب کی لڑکی خورشید بیگم، جو ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب سے بیاہی ہوئی تھیں، بڑی نیک اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ کی سچی عاشق تھیں۔ انھوں نے اپنی وفات تک ایسا اخلاص دکھایا کہ حیرت آتی ہے۔“

صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت پائی۔ آپ نے سندھ میں پانچ ہزار ایکڑ زمین لے کر کاشتکاری کا آغاز فرمایا۔ اس فارم کا نام نسیم آباد رکھا۔



۱۹۶۲ء کی زرعی اصلاحات کے نتیجے میں آپ کو بہت سی زمین سے دستبردار ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپ نے لاہور میں رہائش اختیار کر لی۔ ایک مختصر سی علالت کے بعد ۱۷ / اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اوکاڑہ میں وفات پائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان عام میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

### حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی شادی اور اولاد:

آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ سے جون ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ یہ رشتہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی خواہش پر ہوا تھا۔ صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کی اولاد حسب ذیل ہے:

- (۱) صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ (جو ایک حادثہ میں فوت ہو گئیں)
- (۲) صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب جن کی شادی صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوئی۔
- (۳) صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ جن کی شادی صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؑ سے ہوئی۔
- (۴) حضرت صاحبزادی آصفہ بیگم صاحبہ جن کی شادی حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔

(۵) صاحبزادی انیسہ فوزیہ صاحبہ جن کی شادی ملک شیر احمد صاحب ابن ملک یار محمد صاحب سے ہوئی۔

(۶) صاحبزادہ مرزا سلیم احمد صاحب جن کی شادی ایک اٹالین خاتون اینا صاحبہ سے ہوئی۔

(۷) صاحبزادہ مرزا شمیم احمد صاحب جن کی شادی صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب سے ہوئی۔

## شجرهٔ نسب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مجہود علیہ السلام



## فصل سوم

### حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے متعلق متفرق امور

تذکرہ رؤسائے پنجاب:

تذکرہ رؤسائے پنجاب میں لکھا ہے کہ ”غلام مرتضیٰ، جو ایک لائق حکیم تھا، ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ غلام قادر حکام مقامی کی امداد کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس اُن افسران کے، جن کا انتظامی امور سے تعلق تھا، بہت سے سرٹیفکیٹ تھے۔ یہ کچھ عرصے تک گورداسپور میں دفتر ضلع کا سپرنٹنڈنٹ رہا۔ اس کا اکلوتا بیٹا کم سنی میں فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمد کو متبنی کر لیا جو غلام قادر کی وفات یعنی ۱۸۸۳ء سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ مرزا سلطان احمد نے نائب تحصیلداری سے گورنمنٹ کی ملازمت شروع کی اور آکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک ترقی پائی۔ یہ قادیان کا نمبردار بھی تھا، مگر اس نمبرداری کا کام بجائے اس کے اس کا چچا نظام الدین کرتا تھا جو غلام محی الدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ مرزا سلطان احمد کو خان بہادر کا خطاب اور ضلع منٹگمری میں پانچ مربعہ جات اراضی عطا ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا مرزا عزیز احمد ایم۔ اے اب خاندان کا سرکردہ اور پنجاب میں آکسٹرا اسسٹنٹ

کمشنر ہے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد کا چھوٹا بیٹا رشید احمد ایک اولوالعزم زمیندار ہے اور اس نے سندھ میں اراضی کا بہت بڑا رقبہ لے لیا ہے۔ نظام الدین کا بھائی امام الدین، جس کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا، دہلی کے محاصرہ کے وقت ہاڈسن صاحب کے رسالہ میں رسالدار تھا اور اس کا باپ غلام محی الدین تحصیلدار تھا۔“

## تایا سے تعلق:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ دنیاوی اموال اور جائیدادوں سے کوئی غرض نہ تھی اور ابتدا سے آپ دنیا کے جھگڑوں سے قطعاً بیزار اور لا تعلق تھے اس لیے کاروبار اور جائیداد کے سب انتظامات آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کے ہاتھ میں تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنی ضروریات اور اخراجات کے لیے اپنے تایا مرزا غلام قادر صاحب کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اور اپنے والد صاحب سے زیادہ اُن سے آپ کا تعلق تھا۔ وہ بھی آپ کو بیٹوں کی طرح رکھتے تھے۔ آپ خود روایت کرتے ہیں کہ

”والد صاحب کے ہمارے ساتھ بہت کم تعلقات تھے۔ یعنی میل جول کم تھا..... اور چونکہ تایا صاحب مجھے بیٹوں کی طرح رکھتے تھے اور جائیداد وغیرہ

---

۱ تذکرہ رؤسائے پنجاب از سرلیبل ایچ گریفین، کرنل میس۔ ترجمہ سید نواز علی جلد دوم صفحہ نمبر ۶۸، ۶۹۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

بھی سب انھی کے انتظام میں تھی، والد صاحب کا کچھ دخل نہ تھا، اس لیے بھی ہمیں اپنی ضروریات کے لیے تایا صاحب کے ساتھ تعلق رکھنا پڑتا تھا۔“<sup>۱</sup>

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے والد بزرگوار خالصتہً خدا خواہی اور دینی مہمات میں مشغول تھے اور دنیا کے کاموں، زمین جائیداد کے انتظام اور دیگر مالی معاملات سے بالکل لاتعلق تھے، اس لیے طبعا باپ بیٹے میں ایک حجاب بیگانگی حائل ہو گیا تھا۔

## قادیان کے نمبردار:

مرزا غلام قادر صاحب کی وفات کے بعد صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب سرکاری کاغذات میں قادیان کے نمبردار تھے، البتہ نمبرداری کا کام بجائے ان کے مرزا نظام الدین صاحب کرتے تھے، جو حضرت اقدسؑ کے چچا مرزا غلام محی الدین صاحب کے بیٹے تھے۔<sup>۲</sup>

## جائیداد کا معاملہ:

۹/ جولائی ۱۸۸۳ء کو جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے تایا مرزا غلام قادر صاحب بعمر ۵۵ سال لاولد فوت ہو گئے۔ تمام دنیوی امور ان کی ذات سے وابستہ تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دنیوی امور سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ حرمت

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۲

۲ کتاب تذکرہ رؤسائے پنجاب جلد دوم ص ۶۸، ۶۹، سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۳۴

بی بی صاحبہ بیوہ مرزا غلام قادر صاحب (جو تائی صاحبہ کے نام سے معروف ہیں) کی اولاد، ایک بیٹی اور ایک بیٹا، صغر سنی ہی میں وفات پا گئی۔ تائی صاحبہ کو مرزا سلطان احمد صاحب سے بچپن سے محبت تھی، مگر جب ان کا بیٹا فوت ہوا تو یہ محبت اور بھی بڑھ گئی۔ لہذا انھوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مرزا سلطان احمد میرا متبنی ہے۔<sup>۱</sup> اپنے خاوند کی وفات کے بعد وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئیں اور آپ سے التجا کی کہ مرزا غلام قادر صاحب کی جائیداد مرزا سلطان احمد صاحب کے نام بطور متبنی کرا دیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بھانج کی خوشی اور دلداری کی خاطر مرزا غلام قادر صاحب کی تمام جائیداد مرزا سلطان احمد صاحب کے نام کرا دی اور اپنے نام نہیں کرائی۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے انتظام خانہ داری اور زمینداری کو نہایت مشکلات کے طوفان میں سنبھال لیا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بعض اوقات مشورہ بھی لیتے تھے اور آپ ان کو ایسی راہ بتاتے تھے، جس سے کسی قسم کا تنازعہ اور جھگڑا پیدا نہ ہو، خواہ بظاہر اپنا نقصان بھی ہو جائے۔<sup>۲</sup>

## تایا کے متبنی کا معاملہ:

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متبنی کیسے قبول کر لیا؟ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب<sup>۳</sup> بیان کرتے ہیں کہ میں نے والدہ صاحبہ

۱ حیات احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۱-جدید ایڈیشن

۲ حیات احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۱-جدید ایڈیشن

سے پوچھا کہ حضرت صاحب نے مُتَبِّئِي کی صورت کس طرح منظور فرمائی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا: یہ تو یونہی ایک بات تھی ورنہ وفات کے بعد متبئی کیسا!؟  
 اسی حوالے سے حضرت مصلح موعودؑ کا ایک جامع بیان یہاں نقل کر دینا خالی از فائدہ نہ ہو گا۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بھائی چونکہ لا ولد فوت ہوئے تھے ”اس لیے ان کے وارث بھی آپ ہی تھے، لیکن اس وقت بھی آپ نے ان کی بیوہ کی دلہی کے لیے جائیداد پر قبضہ نہ کیا اور ان کی درخواست پر نصف حصہ تو مرزا سلطان احمد صاحب کے نام پر لکھ دیا، جنہیں آپ کی بھانجی نے رسمی طور پر متبئی قرار دیا تھا۔ آپ نے تبئیت کے سوال پر تو صاف لکھ دیا کہ اسلام میں جائز نہیں، لیکن مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوہ کی دلہی اور خبر گیری کے لیے اپنی جائیداد کا نصف حصہ بخوشی خاطر دے دیا اور باقی نصف پر بھی خود قبضہ نہ کیا، بلکہ مدت تک آپ کے رشتہ داروں ہی کے قبضے میں رہا۔“<sup>۲</sup>

## قادر آباد اور احمد آباد:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ بیان فرماتے ہیں:

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے دادا صاحب کے دولڑکے تھے ایک

حضرت صاحب جن کا نام مرزا غلام احمد تھا اور دوسرے ہمارے تایا مرزا غلام

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۱۷، ۱۶

۲ سیرت حضرت مسیح موعودؑ انوار العلوم جلد ۳، صفحہ ۳۴۸



قادر صاحب جو حضرت صاحب سے بڑے تھے۔ ہمارے دادا نے قادیان کی زمین میں دو گاؤں آباد کر کے ان کو اپنے بیٹوں کے نام موسوم کیا تھا۔ چنانچہ ایک کا نام قادر آباد رکھا اور دوسرے کا احمد آباد۔ احمد آباد بعد میں کسی طرح ہمارے خاندان کے ہاتھ سے نکل گیا اور صرف قادر آباد رہ گیا۔ چنانچہ قادر آباد حضرت صاحب کی اولاد میں تقسیم ہوا اور اسی میں مرزا سلطان احمد صاحب کا حصہ آیا، لیکن خدا کی قدرت اب قریباً چالیس سال کے عرصہ کے بعد احمد آباد جو ہمارے خاندان کے ہاتھ سے نکل کر غیر خاندان میں جا چکا تھا، واپس ہمارے پاس آگیا ہے اور اب وہ کلیئہ صرف ہم تین بھائیوں کے پاس ہے، یعنی مرزا سلطان احمد صاحب کا اس میں حصہ نہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ قادر آباد قادیان سے مشرق کی جانب واقع ہے اور احمد آباد جانب شمال ہے۔“

## آپ کے چھوٹے بھائی:

آپ کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔<sup>۲</sup> ان کی شادی اپنے ماموں مرزا علی شیر صاحب کی بیٹی سے ہوئی جس کا نام عزت بی بی تھا۔<sup>۳</sup> دوسری شادی بیگم بی بی صاحبہ سے ہوئی جو کشمیر کی رہنے والی تھیں۔<sup>۴</sup>

۱ سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۵

۲ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۶۱

۳ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۷

۴ روایت صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (ناظر دیوان)

مرزا فضل احمد صاحب محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ معزز سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت و ماموریت کے بعد مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس ہی رہتے تھے۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی توفیق نہ ملی۔ ۱۹۰۴ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ قادیان میں اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے آپ کی وفات و تدفین کا ذکر بعد نماز مغرب کیا تو آپ نے قدرتی اثر سے متاثر ہونے کے باوصف یہی فرمایا کہ: ’ہم سب مرنے والے ہیں، بلکہ جس قدر انسان زمین پر چلتے پھرتے ہیں، یہ چلتی پھرتی قبریں ہی ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔‘

ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب ہی ان کی دونوں بیویوں کی سرپرستی کرتے رہے۔<sup>۱</sup>

”أَخُوكَ ذَائِبٌ“:

مکرم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان اپنے والد بزرگوار حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب<sup>۲</sup> سے روایت کرتے ہیں کہ ”جب حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے برادر خورد صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب کی وفات ہوئی تو آپ کو کشف میں ایک پوسٹ کارڈ دکھایا گیا، جس پر یہ الفاظ درج تھے:

۱ حیات احمد جلد دوم صفحہ ۳۵۲۔ سیرت حضرت مسیح موعود از عرفانی صاحب صفحہ ۲۳۹۔ حیات النبی جلد اول صفحہ ۵۳

”أَخُوكَ ذَائِدٌ (died)“

یعنی تیرا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بھائی کی وفات کے بارہ میں خبر دے دی۔“

والدِ محترم کا آپ کو دین کی ترغیب دینا:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے والد محترم یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دن رات دینی کاموں میں مصروف رہتے۔ عبادات، قرآن کریم کا مطالعہ اور دوسری دینی خدمات آپ کا اوڑھنا بچھونا تھیں اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی ساری اولاد اپنی تمام تر قوتیں دین کی خدمت میں صرف کرے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہر چند اپنی ساری زندگی نہایت شرافت اور دیانتداری کے ساتھ بسر کی اور اپنے والد محترم کی سچے دل سے عزت کرتے تھے اور شروع سے آپ کی سچائی اور بزرگی کے قائل تھے لیکن دین کے معاملہ میں آپ کو اس قدر شوق اور شغف نہیں تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی۔ آپ نے خود لکھا کہ ”میرے والد صاحب میری بعض کمزوریوں کی وجہ سے میرے فائدے کے لیے مجھ پر ناراض بھی ہوئے اور میں صدقِ دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ ان کی ناراضگی واجب اور حق تھی۔“<sup>۲</sup>

۱ یہ روایت محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے خاکسار سے بیان فرمائی۔ (مؤلف)

۲ الفضل ۴، جنوری ۱۹۱۹ء

سیرت المہدی میں حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحب ایم اے سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔ بعض اوقات مجھے نماز کے لیے کہا کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

### حضرت مصلح موعودؑ کا آپ کو حقیقی بھائی سمجھنا:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

”لوگ سوتیلے بھائیوں میں فرق کرتے ہیں، مگر میں تو کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ ایک انگریز نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا مرزا سلطان احمد صاحب تمہارے حقیقی بھائی ہیں؟ چونکہ میں ان کو حقیقی ہی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہہ دیا کہ ہاں وہ حقیقی بھائی ہیں۔ بعد میں مجھے خیال آیا وہ میری اصطلاح نہیں جانتا ہو گا، کہیں مجھے جھوٹا ہی خیال نہ کرے۔“<sup>۲</sup>

### ایک ہندو پر نالش کا واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک اُفتادہ اراضی کے متعلق دعویٰ کیا۔ یہ اراضی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تھی اور پنڈت شنکر داس

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۰

۲ الفضل ۶ جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۶۹۔ خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۷۲

نے اس پر مکان بنا لیا تھا۔<sup>۱</sup> حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس واقعہ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدیں بنیاد نالاش کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنا لیا ہے اور مسماری مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ میں ایک امر خلاف واقعہ تھا، جس کے ثبوت سے وہ مقدمہ ڈسمس ہونے کے لائق ٹھہرتا تھا اور مقدمہ کے ڈسمس ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان تلف ملکیت اٹھانا پڑتا تھا۔ تب فریق مخالف نے موقع پا کر میری گواہی لکھادی اور میں بٹالہ میں گیا اور بابو فتح دین صاحب سب پوسٹ ماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ کے پاس ہے جا ٹھہرا اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا جس کا اب نام یاد نہیں رہا، مگر ایک پاؤں سے وہ لنگڑا بھی تھا۔

اس وقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے، آپ کیا اظہار دیں گے؟ میں نے کہا کہ وہ اظہار دوں گا جو واقعی امر ہے اور سچ ہے۔ تب اس نے کہا کہ پھر آپ کے کچہری جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں جاتا ہوں تا مقدمے سے دست بردار ہو جاؤں۔ سو وہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایتِ صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راست گوئی کو اِئْتِغَاءَ لِمَرْضَاتِ اللّٰهِ مقدم رکھ کر مالی نقصان کو ہیچ سمجھا۔“<sup>۲</sup>

۱ حیات احمد جلد اول صفحہ ۱۰۲۔ جدید ایڈیشن

۲ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچ کی برکت کا ظہور یوں ہوا کہ حضرت  
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وہ مکان اور اس سے ملحقہ مکانات  
بذریعہ خرید جماعت کے قبضہ میں آگئے۔<sup>۱</sup>

## باب دوم:

# ملازمت کے مراحل اور واقعات

## فصل اول

آپ نے سرکاری ملازمت پٹواری کے عہدہ سے شروع کی تھی اور درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچے۔ پٹواری سے قانون گو، پھر نائب تحصیلدار، پھر تحصیلدار، پھر اسٹرا اسٹنٹ کمشنر اور افسر مال ہوئے اور ایک دفعہ مختصر زمانے کے لیے قائم مقام حاکم ضلع یا ڈپٹی کمشنر کے فرائض بھی آپ نے انجام دیے تھے۔ پنجاب کے اکثر اضلاع میں بحیثیت افسر محکمہ بندوبست فرائض انجام دیے، جس کا آپ نے اپنی کتاب ”امثال“ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے ریاست بہاولپور میں مشیر مال بنا کر بھی بھیجے گئے تھے، جہاں خاصی مدت تک آپ کا قیام رہا۔<sup>۱</sup>

بعض روایات کے مطابق آپ نے اپنی ملازمت نائب تحصیلداری سے شروع

کی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب<sup>۲</sup> آپ کی ملازمت کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

---

۱ نیرنگ خیال جوہلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء

”مرزا سلطان احمد صاحب نائب تحصیلدار کے عہدے سے اپنی ملازمت کا آغاز کر کے افسر مال کے عہدے تک پہنچے اور چند دن تک گوجرانوالہ میں قائم مقام ڈپٹی کمشنر بھی رہے تھے۔ پنشن کے بعد ریاست بہاولپور میں وزیر مال کے جلیل القدر عہدہ پر بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ ملازمت کے دوران مرزا صاحب موصوف کا دامن ہر جہت سے بے داغ رہا۔ آپ کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مگر دوسری قوموں کے ساتھ بھی انصاف کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔“<sup>۱</sup>

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب<sup>۲</sup> بیان کرتے ہیں کہ اپریل ۱۸۹۰ء میں جب حضرت مسیح موعود<sup>۳</sup> علاج کے لیے لاہور تشریف لے گئے ہیں تو ان ایام میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں نائب تحصیلدار تھے۔<sup>۲</sup>

نیز حضرت عرفانی صاحب<sup>۲</sup> ستمبر ۱۹۱۵ء میں تحریر کرتے ہیں:

”خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب حضرت مرزا صاحب کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں..... آج کل سونی پت حصہ ضلع میں سب ڈویژنل آفیسر ہیں، جہاں وہ ریاست بہاول پور کی ریونیو منسٹری سے اپنی میعاد پوری کر کے گئے ہیں۔“<sup>۳</sup>

۱ روزنامہ الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء

۲ حیات احمد جلد سوم صفحہ ۹۲-جدید ایڈیشن

۳ حیات احمد جلد اول صفحہ ۸۲-جدید ایڈیشن



## ڈپٹی کے عہدہ کے لیے دعا کا خط:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جیسا کہ اپنے تعلیمی سفر میں بھی ہر مرحلے پر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے رہے، اسی طرح ملازمت کے لیے بھی ہمیشہ حضورؑ کی دعاؤں کے طلبگار رہے۔ چنانچہ ایک روایت میں مکرم قاضی عبدالرحیم بھٹی صاحب آف قادیان کی اہلیہ نے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم کے مقدمہ (۱۹۰۳ء) سے واپس تشریف لائے تو چارپائی پر بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کپڑے سے صاف کیے۔ پھر فرمایا:

”تم کو معلوم ہے سلطان احمد ڈپٹی ہو گیا ہے۔ ہم کو خط لکھا تھا دعا کرو۔ ہم نے دعا کی، وہ ڈپٹی ہو گیا ہے۔“<sup>۱</sup>

## گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو سفارت کی پیشکش:

بزم اقبال نے آپ کی کتاب ”تبصرہ بر اسرارِ بے خودی“ شائع کی، جس کے دیباچہ میں تحریر ہے کہ

”خان بہادر مرزا سلطان احمد..... بی۔ اے پاس کرنے کے بعد نائب تحصیلدار مقرر ہوئے اور ڈپٹی کمشنر سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد گورنمنٹ انگریزی ان کو اپنا سفیر بنا کر افغانستان بھیج رہی تھی، مگر انھوں نے انکار کر دیا اور گوشہ عافیت میں بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ ادبی خدمات میں مشغول ہو گئے۔“<sup>۲</sup>

۱ سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۲۳۹-جدید ایڈیشن

۲ تبصرہ بر اسرارِ بے خودی صفحہ ۳، ۴

## دورانِ ملازمت میں دوسروں پر احسانات:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

”بہت سادہ مزاج، بہت کثرت سے لوگوں پر احسان کیے ہوئے ہیں۔ بہت بڑے بڑے لوگ جو امیر کبیر خاندان بن گئے ہیں وہ ان کی وجہ سے، ان کے احسانات کی وجہ سے بنے ہیں، کیونکہ یہ حکومت میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ جہاں جاتے تھے وہاں لوگوں سے احسان کا تعلق ہوتا تھا اور ساتھ ہی طبیعت میں بہت انکسار، اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔۔۔“

اس زمانے میں یہ ڈپٹی کمشنر کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ اس زمانے میں ڈپٹی کمشنر کا عہدہ بہت بڑا ہوا کرتا تھا۔ آج کل کے وزیروں کی بھی کوئی حیثیت نہیں، مگر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کو بڑے اختیار تھے۔ چنانچہ بہت سے خاندان جو اس وقت بہت امیر کبیر ہیں (پاکستان میں) ان کا نام لینے کی ضرورت نہیں، چوٹی کے امیر خاندان ہیں۔ وہ ان کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے والدین کے ان کے ساتھ تعلق تھے، ان کو زمینیں الاٹ کیں، چیزیں الاٹ کیں، بے شمار امیر کر دیا اور اپنے اوپر ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔ اسی طرح بالکل سادہ مزاج، کوئی کمائی نہیں کی۔“

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب<sup>ؒ</sup> کے ایک دوست حبیب الرحمن صاحب اسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز کبیر والا ضلع ملتان نے آپ کے نام اپنے خط مورخہ ۱۷/ اپریل ۱۹۴۱ء میں تحریر کیا:

”سید ولایت شاہ صاحب شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک معزز غیر احمدی بزرگ تھے (وہ جون ۱۹۴۰ء میں فوت ہو چکے ہیں) انھوں نے متعدد بار مجھ سے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور کے واقعات بیان کیے۔ یہ صاحب حضرت مرزا صاحب مرحوم کے گہرے دوست بلکہ پروردہ تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے شجاع آباد کے عرصہ قیام میں ان سے بہت اچھا سلوک کیا تھا اور ان کی دنیوی ترقیات اور عزت کا باعث بھی حضرت مرزا صاحب مرحوم کی ذات والا صفات تھی۔ میں جون ۱۹۳۵ء سے اپریل ۱۹۴۹ء تک شجاع آباد میں اسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز رہا ہوں۔ سید صاحب مذکور میرے ہمسایہ تھے اور غیر احمدی تھے لیکن مسلک صلح کل تھا اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے احسانات کو بار بار یاد کرتے تھے۔“

### مقدس باپ کا اثر اور ملازمت:

حضرت سید شفیق احمد صاحب<sup>ؒ</sup> محقق دہلوی بیان کرتے ہیں کہ

”اپنے مقدس باپ کا اثر ان کے اندر اس قدر موجود تھا کہ نائب تحصیلدار کے بعد تحصیلدار، پھر ای اے سی، پھر افسر مال، پھر ڈپٹی کمشنر وغیرہ

رہے، مگر کسی جگہ آج تک مرزا صاحب سے کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔ انہوں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا، نہ ظلم کیا، نہ جھوٹ بولا اور نہ رشوت قبول کی، بلکہ ڈالی تک قبول نہ کرتے تھے۔ یہ تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں وراثتاً باپ سے ملا تھا۔ نہ صرف اس قدر بلکہ ان کے بچوں میں بھی فطرتاً یہ باتیں موجود ہیں۔ مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے بھی سرکاری ملازم ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان کے دفتر والے ماتحت اور افسر بلکہ ہمسایہ تک ان کے چلن اور اخلاق کے مداح ہیں۔“

## فصل دوم

### ملازمت کے دوران میں پیش آنے والے بعض واقعات

سرکاری ملازمت میں انھوں نے اپنے فرائض بڑی محنت، ذہانت اور دیانت داری سے انجام دیے۔ جس جگہ بھی رہے، نیک نام رہے، بالادست افسر بھی خوش، ماتحت عملہ اور اہل معاملہ عوام بھی مطمئن۔ وہ اپنی ان خوبیوں کی بدولت ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچے جو اُس زمانے میں ایک ہندوستانی کی معراج تھی۔ 'ذیل میں آپ کی ملازمت کے دوران میں پیش آنے والے بعض واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور عظیم کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

### سادگی:

سادہ لباس، سادہ طبیعت، انکسار اور مروّت اُن کے مزاج کا خاصہ تھا۔ اُن کی ذات کے جوہر اس وقت پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آئے جب وہ ریاست بہاولپور کے وزیر بنا کر بھیجے گئے۔ کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ملازمین سے کہا:

”سلطان احمد اس ٹھاٹھ باٹھ اور سازو سامان کا عادی نہیں ہے۔“  
چنانچہ اُن کے کہنے سے تمام اعلیٰ قسم کا فرنیچر اور ساز و سامان اکٹھا کر کے ایک کمرے میں مقفل کر دیا گیا۔ انھوں نے رہنے کے لیے صرف ایک کمرہ منتخب کیا۔ نمائش اور دکھاوا تو انھیں آتا ہی نہ تھا۔ لباس اور رہائش کی طرح کھانا بھی سادہ کھاتے۔<sup>۱</sup>

## غیرت و حمیت:

مکرم احمد شجاع پاشا صاحب اپنی کتاب ”لاہور کا چیلیسی“ میں تحریر کرتے ہیں:

”مرزا سلطان احمد ایک معزز سرکاری عہدہ پر فائز ہونے کے علاوہ بڑے پائے کے ادیب شاعر اور سخن فہم تھے۔ جب اِٹسِن (Ibbetson)<sup>۲</sup> نے، جو بعد میں صوبہ پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر مقرر ہوئے، اپنی ”سینس رپورٹ“ (Report Census) لکھی تو اس میں انھوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت زہر اگلا۔ مرزا سلطان احمد نے، اگرچہ اس زمانے میں اُنھی کے ماتحت ایکسٹرا کمشنر تھے، اس رپورٹ کے خلاف ایک مدلل اور بے ریا درشت رسالہ شائع کیا جس نے نہ

۱ انجمن صفحہ ۱۳۵ از فقیر سید وحید الدین صاحب۔ آتش فشاں پہلی کیشنز لاہور

۲ پورا نام: Sir Denzil Charles Jelf Ibbetson (1847-1908)۔ دو دفعہ لفٹیننٹ گورنر رہے ہیں۔ پہلی دفعہ ۶ مارچ سے ۲۶ مئی ۱۹۰۷ء تک، دوسری دفعہ ۱۲ اگست ۱۹۰۷ء سے ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء تک۔ ۱۸۸۱ء کے Census کی Report انھوں نے ۱۸۸۳ء میں لکھی۔ اس کا جواب صاحبزادہ صاحب نے ”صدائے الم“ کے نام سے دیا۔

صرف ایبٹسن (Ibbetson) کے دانت ہی کھٹے کر دیے بلکہ مرزا سلطان احمد کی غیرت و حمیت کا سکہ مسلمانوں کے دل پر بٹھا دیا۔“

## واقعہ بہاولپور... رعایا کی جان و مال کی حفاظت:

جب آپ بہاولپور میں وزیر مالیات اور ایک بااختیار حاکم تھے آپ کو معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی دادی صاحبہ بالقاہبا کا ایک پروردہ خادم ہمیشہ قانون کے خلاف بے عنوانیاں کرتا اور غریب رعایا کو پریشان کرتا رہتا تھا۔ مرزا صاحب سے پہلے کے حکام تو اس شخص پر اس کی لغویتوں کے باوجود بیگم صاحبہ کے ڈر سے ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے تھے لیکن جب آپ وہاں پہنچے اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس شخص کے کرتوتوں کی رپورٹ آپ کو ملی تو آپ نے بے دھڑک اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیا۔ اُس کے ورثاء روتے دھوتے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے اور فریادی ہوئے۔ مرزا صاحب کی بھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی میں طلبی ہوئی۔ جواب طلب کیا گیا کہ تم نے ہمارے آدمی کو جیل کیوں بھیجا۔ مرزا صاحب کا جواب یہ تھا کہ حضور کے حکم سے۔ وہ کیسے؟ وہ یوں کہ مجھے حضور کی ریاست کی طرف سے حضور کی رعایا کے حقوق اور اُن کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے اس عہدہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا اور مجھ پر ثابت ہو گیا کہ وہ

شخص حضور کی رعایا کے لیے سبب زحمت ہے تو میں نے حضور کے ہی دیے ہوئے اختیارات سے کام لے کر اُس کو سزا دے دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو اس فرض کی بجا آوری میں کوتاہی ہوتی جس کے بجالانے کے لیے حضور کی ریاست نے مجھے مقرر کیا ہے۔ بیگم صاحبہ آپ کے جواب سے بہت خوش ہوئیں اور منہ چڑھے خادم نے اپنے کیے کی سزا پائی۔'

## بے داغ کردار:

جب بڑے بڑے اختیارات کی باگیں مرزا سلطان احمد صاحب کی مٹھی میں تھیں اور وہ اپنی ایک گردش چشم یا ایک جنبش قلم اور زبان کی معمولی سی حرکت سے متعلقہ لوگوں کے کام بنا اور بگاڑ سکتے تھے۔ ہر نازک موقع پر ترغیب و تحریض کی آلائشوں سے ان کا دامن پاک رہا۔ ایسا ہی ایک واقعہ یہ ہے کہ جب وہ ایک ضلع میں حاکم با اختیار ہو کر گئے جہاں کے بعض بڑے بڑے لوگ اپنی شورہ پستی میں شہرہ آفاق تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا حاکم ان کے ضلع میں جاتا تو وہ اسے کسی نہ کسی طرح اپنے شیشہ میں اتار لیتے اور اپنے رنگ پر لے آتے۔

جب مرزا سلطان احمد صاحب وہاں پہنچے تو یہ انسانی بھیڑیے بھی شیردار بکریوں کی صورت میں آپ کے سامنے آئے۔ مگر ان کو معلوم نہ تھا



کہ مرزا ایسی مٹی سے نہ بنا تھا جو ان کی باتوں یا گھاتوں میں آجاتا۔ آپ نے ان کی وہ تواضع کی کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے ان حاکموں کے دشمنوں، پبلک کے دشمنوں اور نفس کے بندوں نے حکام کو رسوا کرنے والی اپنی ایسی حماقتوں سے توبہ کر لی۔<sup>۱</sup>

### واقعہ گوجرانوالہ... دانشمندی اور شجاعت کی مثال:

جب ملازمت سے اُن کے سبکدوش ہونے کا وقت آیا تو انھی دنوں پہلی جنگِ عظیم کے اختتام کے بعد حکومت کے خلاف ترکِ موالات (non cooperation) کے ہنگامے شروع ہو گئے۔ پہلے لاہور اور پھر گوجرانوالہ ان ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ مرزا سلطان احمد صاحب گوجرانوالہ میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ وہاں سب سے زیادہ ہنگامے ہوئے۔ عوام کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ لیڈروں کی ہدایات کے برخلاف انھوں نے آئینی حدود کو توڑ دیا۔ بعض سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچایا اور ریلوے اسٹیشن تو پورے کا پورا جلا دیا۔ ایک جمِ غفیر ہاتھوں میں بانس، لاٹھیاں اور اینٹ پتھر لیے ہوئے ضلع کچہری کی طرف بڑھا۔ ایسے وقت میں مرزا سلطان احمد سے کہا گیا کہ وہ عوام کے اس مشتعل گروہ کو منتشر کرنے اور آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے گولی برسائے گا حکم دے دیں۔

ایسے وقت میں اگر کوئی اور کمزور دل و دماغ کا انسان ہوتا تو کیا کرتا یہ ایک الگ سوال ہے لیکن اب مرزا سلطان احمد صاحب کی حالت پر بھی غور کیجیے اور ان کے فیصلہ کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ان کی ذمہ داریوں کو بھی پیش نظر رکھیے۔ فوجی اور دیگر اعلیٰ حکام کی خواہش بھی ذہن میں رکھیے۔ پھر سنیے کہ مرزا سلطان احمد صاحب نے کیا کیا اور وہ کیا جس کی ایک ہندوستانی حاکم سے غالباً امید نہیں کی جاسکتی۔ آپ نے کہا میں ان معصوم بچوں اور ان بے خبر لوگوں پر گولی چلانے کا حکم نہیں دے سکتا، کیونکہ میرے نزدیک شورش کے ذمہ دار یہ نہیں کوئی اور ہیں اور وہ جو ذمہ دار ہیں وہ لوگ اس مجمع میں موجود نہیں۔ آپ کے اس فیصلہ کی وجہ سے گوجرانوالہ دوسرا جلیانوالہ باغ بن جانے سے محفوظ رہا۔ گو عمارات وغیرہ کا نقصان ضرور کچھ نہ کچھ ہوا۔

مرزا سلطان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ اگر اپنے تدبیر اور خوش بیانی سے کام نہ لیتے تو یہ مشتعل لوگ نہ جانے کیا کر کے دم لیتے۔ مرزا صاحب نے اُس پُر جوش ہجوم کے سامنے ایسی سلجھی ہوئی تقریر کی کہ نفرت و غصہ کی یہ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ وہی جلوس مرزا سلطان احمد صاحب کی سرکردگی میں شہر کو واپس ہوا اور جن کی زبانوں پر ”انگریز مردہ باد“ کے نعرے تھے، وہ اب ”مرزا سلطان احمد زندہ باد“ کے جیکارے لگانے لگے۔

یہ نازک موقع گزر گیا۔ تحقیقاتی کمیٹیاں بیٹھیں۔ آپ بھی کمیشن کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ کے یہ جواب پبلک میں آئے اور ان پر ولایت کے

دار العوام میں سوال و جواب اور چہ میگوئیاں ہوں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مرزا صاحب کی پنشن اور سرکار کے عطا کیے ہوئے مربع جات ضبط ہوں گے اور معتبہ ٹھہرائے جائیں گے، مگر آپ نے کسی بات کی پروا نہ کی اور آخر میں یہ سب انواہیں بھی بے بنیاد ثابت ہوئیں۔

ترک موالات کے ہنگامے ٹھنڈے پڑ گئے تو گورنر پنجاب نے ایک ملاقات میں مرزا سلطان احمد صاحب سے کہا کہ آپ گوجرانوالہ کا انتظام ٹھیک طور پر نہ کر سکے۔ مرزا صاحب اس کے جواب میں بولے کہ لاہور میں تو Your Excellency بنفس نفیس موجود تھے پھر بھی یہاں کے ہنگاموں کو نہ روک سکے۔ آپ یہاں روکتے تو یہ ہنگامے وہاں نہ پہنچتے۔ مرزا صاحب کے اس جرات مندانہ معقول جواب پر لاٹ صاحب خفیف ہو کر رہ گئے۔<sup>۱</sup>

## صاف گوئی اور بے باکی:

مکرم فقیر سید وحید الدین صاحب بیان کرتے ہیں:

”انگریز حکومت نے جب پنجاب میں مارشل لانا نافذ کیا ہے تو وہ بڑی سختی اور شدید آزمائش کا زمانہ تھا۔ امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ اور حافظ آباد کے باشندوں پر سب سے زیادہ سختی کی گئی۔ میں اُس زمانے میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ بڑے تشدد اور جبر و استبداد کا دور تھا۔ برطانوی ملوکیت چنگیزیّت پر

۱ ”انجمن“ صفحہ ۱۳۸، ۱۳۷ از فقیر سید وحید الدین صاحب۔ آتش فشاں پہلی کیشنز لاہور، نیرنگ

اُتر آئی تھی۔ ہر روز ایک سے ایک زیادہ سخت حکم نافذ ہوتا۔ ان مظالم کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

مارشل لا جب ختم ہوا تو انگریز سرکار نے اس ”لا قانونی دور“ کے واقعات کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی، جس کے صدر مسٹر ہنٹر<sup>۱</sup> قرار پائے۔ عوام کی طرف سے ممتاز قومی نمائندے گواہ کی حیثیت سے ہنٹر کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے جس صاف گوئی، بے باکی اور اخلاقی جرأت کے ساتھ اس کمیٹی کے رُو برو گواہی دی اور واقعات کا تجزیہ کیا وہ ”ہنٹر کمیٹی“ کی رپورٹ میں زریں ورق کی صورت میں محفوظ رہے گا۔“<sup>۲</sup>

## عدالت میں گواہیوں کا حال:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ عدالتوں میں گواہیوں کے سلسلہ میں آپ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم، جو ہمارے بڑے بھائی تھے اور ای۔اے۔سی (Extra Assistant Commissioner) تھے، وہ اپنا تجربہ

۱ پورا نام: Lord William Hunter (1865-1957)۔ اور ہنٹر کمیٹی کا قیام اور رپورٹ:

سنایا کرتے تھے کہ جتنے جوش سے کوئی شخص قرآن کریم ہاتھ میں لے کر میرے سامنے گواہی دیتا تھا میرے تجربہ میں اتنا ہی وہ جھوٹا ہوتا تھا۔ وہ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص جو میرا اچھا واقف تھا اُس کا مقدمہ میرے سامنے پیش ہوا۔ وہ کہنے لگا مجھے کوئی اور تاریخ دی جائے کیونکہ جو گواہ میں نے پیش کرنے تھے وہ فلاں فلاں وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ میں نے ہنس کر کہا میں تو تمہیں بڑا عقلمند اور ہوشیار آدمی سمجھا کرتا تھا لیکن اب میری طبیعت پر یہ اثر ہوا ہے کہ تم بڑے بیوقوف ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا۔ گواہوں کے لیے جگہ اور وقت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو روپیہ اٹھنی دے کر بعض آدمی گواہی کے لیے لے آؤ۔

چنانچہ وہ باہر چلا گیا اور عملی طور پر تھوڑی دیر کے بعد ہی کچھ گواہ لے آیا۔ گواہی لیتے وقت میں ہنستا بھی جاؤں اور اُن سے مذاق بھی کرتا جاؤں۔ وہ لوگ قرآن کریم سر پر رکھ کر اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ واقعہ یوں ہوا ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر ہوئی میں نے خود مدعی کو اس غرض کے لیے باہر بھیجا تھا کہ وہ کچھ دے دلا کر چند گواہ لے آئے۔ جب وہ گواہی دے چکے تو میں نے انہیں پکڑا اور اُن سے کہا کہ تم بڑے کذاب ہو، تمہیں واقعہ کا کچھ بھی علم نہیں لیکن محض چند ٹکوں کی وجہ سے تم اتنا جھوٹ بول رہے ہو کہ قرآن کریم کی بھی پروا نہیں کرتے۔“

## ”خان بہادر“ کا خطاب:

آپ کو انگریزی حکومت کی طرف سے ”خان بہادر“ کا خطاب ملا۔ یہ خطاب یقیناً آپ کی قابلیت کی وجہ سے اور آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو دیا گیا تھا لیکن آپ اس خطاب کو اپنے لیے باعثِ افتخار و شرف نہ گردانتے تھے اور نہ ہی اسے کوئی آسمانی خطاب سمجھتے تھے۔ عام طور پر اپنے نام کے ساتھ ”خان بہادر“ لکھا بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک انگریز افسر نے آپ سے پوچھا کہ خان بہادر! آپ اپنے دستخطوں کے ساتھ ”خان بہادر“ کیوں نہیں لکھتے۔ آپ نے جواباً اسے کہا۔ ”صاحب! خان بہادر کا خطاب سرکار سے مجھے اب ملا ہے اور مرزا کا لقب مجھے آبا عن جد حاصل ہے۔ خان بہادر کا خطاب مشروط ہے اور مرزا کا خطاب غیر مشروط۔ اس لیے میں وہی خطاب اپنے نام کے ساتھ لکھتا ہوں جو ہر حال میں میرے نام کے ساتھ رہا اور رہے گا۔“

## بذریعہ الہام والد صاحب کی وفات کی خبر:

دوران ملازمت آپ کو ایک ایمان افروز واقعہ یہ پیش آیا کہ بذریعہ الہام آپ کو اپنے والدِ گرامی کی وفات کی خبر دی گئی۔ مکرّم مولوی برکات احمد صاحب راجپوتی بیان کرتے ہیں کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ

”جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو لاہور سے بذریعہ تار کپور تھلہ کی جماعت کو اطلاع پہنچی۔ ہم سب احباب جماعت صدمہ رسیدہ دلوں کے ساتھ قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم امرتسر پہنچے تو ریلوے پلیٹ فارم پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ابن سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کو پر آشوب اور بے قراری کی حالت میں ٹھہلتے ہوئے دیکھا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ان دنوں جالندھر میں افسر مال تھے اور اس وقت جالندھر سے روانہ ہو کر قادیان تشریف لے جا رہے تھے۔

ہم نے آگے بڑھ کر اظہارِ تعزیت و افسوس کیا جس کا آپ نے مناسب جواب دیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ گزرا ہے۔ ہمارے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ میں دورہ پر تھا اور جالندھر کے بعض نواحی دیہات میں گھوڑے پر جا رہا تھا۔ (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنی ملازمت کے دوران میں عام طور پر صرف ایک دو اہلکاروں کو ساتھ لے کر دورہ پر نکلتے تھے۔ زیادہ عملہ ساتھ لے جانا رعایا پر بوجھ سمجھتے ہوئے ناپسند فرماتے تھے۔ ناقل) کہ اچانک مجھے زور سے یہ الہامی آواز سنائی دی:

### ”ماتم پرسی“

اس آواز کے سنائی دینے کے ساتھ ہی مجھ پر شدید ہم و غم کی کیفیت طاری ہو گئی اور میری کمر بوجھ سے دب گئی۔ چونکہ میرا زیادہ تعلق تائی صاحبہ سے تھا۔ اس سے میرا ذہن سب سے پہلے انھی کی طرف منتقل ہوا کہ شاید ان کی وفات ہو گئی ہو لیکن معاً بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ تائی صاحبہ کا مقام

اللہ تعالیٰ کے حضور اتنا بلند نہیں، بلکہ حضرت والد ماجد (مسیح موعود علیہ السلام) وفات پا گئے ہیں اور وہی علو مرتبت کے اعتبار سے یہ مقام رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اظہارِ تعزیت فرمائے۔

اس یقین کے پختہ ہونے پر میں گھوڑا تیز کر کے جالندھر شہر پہنچا اور سیدھا کچہری میں ڈپٹی کمشنر کے پاس، جو انگریز تھا، گیا اور اسے درخواست دی کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے پانچ دن کی رخصت دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب میری درخواست پڑھ کر کہنے لگے کہ آپ کے والد صاحب مشہور خلاق شخصیت تھے۔ ان کی علالت کی کوئی خبر یا اطلاع شائع نہیں ہوئی۔ کیا آپ کو کوئی تار ملا ہے کہ ان کی وفات اچانک ہو گئی ہے۔ میں نے جواباً کہا کہ مجھے تار وغیرہ تو کچھ نہیں ملا لیکن مجھے الہام ”ماتم پرسی“ ہوا ہے جس سے میں یقین کرتا ہوں کہ میرے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

میری یہ بات سن کر ڈپٹی کمشنر صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ الہام و الہام کوئی چیز نہیں۔ یہ محض آپ کا وہم ہے۔ آپ کے والد خیریت سے ہیں کوئی فکر نہ کریں۔ پھر کہا میں رخصت دینے میں روک نہیں ڈالتا۔ اگر آپ چاہیں تو پانچ دن سے زیادہ رخصت لے لیں۔

چونکہ اس وقت مجھے غم اور تشویش تھی اور میں جلد قادیان پہنچنا چاہتا تھا اس لیے میں نے مسئلہ الہام وغیرہ پر بحث کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور رخصت لے کر رختِ سفر باندھنے کے لیے اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ ابھی میں بستر وغیرہ تیار کر رہا تھا کہ لاہور سے مرسلہ تار آ گیا جس میں لکھا تھا کہ



حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔ جنازہ قادیان لے جایا جا رہا ہے۔ قادیان پہنچیں۔

میں نے جب تار پڑھا تو یہ خیال کر کے کہ یہ انگریز الہام کا منکر ہے اس پر حجت کر آؤں، دوبارہ کچھری گیا اور ڈپٹی کمشنر صاحب کو تار دکھا کر کہا کہ آپ الہام کے منکر تھے، لیجئے اب یہ تار کے ذریعہ سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب تار دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور منہ میں انگلی ڈال کر کہنے لگے کہ:

”یہ بات میری سمجھ سے بالا ہے“

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب کو اسی دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تاریلی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ آپ یہ تار لے کر ڈی سی صاحب کے پاس گئے تو وہ سخت حیران ہوا اور اُس نے ازراہ مذاق یہ بھی کہا کہ: ”تم بھی ملہم اور تمہارا والد بھی ملہم“۔ اس ڈی سی کا نام Mr. Baron تھا، جو بعد میں پنجاب کا سیکرٹری بھی بن گیا تھا۔<sup>۲</sup>

والد صاحب کے جنازہ میں شرکت:

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

۱ اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۳ جدید ایڈیشن

۲ روزنامہ الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۷۳ء۔ مضمون مکرم چودھری سعید احمد صاحب عالمگیر

”حضرت اقدس کا وصال ہو گیا اور احمدی دنیا اور دوسرے لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب احمدیت کے قائل نہیں لیکن خدائے علیم و بصیر ان کے دل کی حالت کو جانتا تھا کہ وہ نہ صرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی بیٹے ہیں بلکہ ان کے روحانی فرزند ہونے کا بھی مقام حاصل ہے جو اس لطفِ خداوندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے وصال کے روز آپ کو ”ماتم پرسی“ کے الہام سے نوازا اور آپ کے قلب میں اس کی یہ تعبیر ڈالی گئی کہ والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ لہذا آپ اس یقین کے ساتھ تمام روکوں کو دور کر کے اپنے دورہ کے مقام سے قادیان روانہ ہو گئے اور حضرت اقدس کے جنازہ میں شامل ہوئے۔“

## جنازہ کے بعد:

ہفت روزہ ”البدر“ نے ۴ جون ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں تحریر کیا:

”حضرت صاحب کے بڑے لڑکے مرزا سلطان احمد صاحب اسٹریٹسٹ کمشنر بھی جنازہ پر پہنچ گئے تھے اور نمازِ جنازہ میں اور تدفین میں شامل ہوئے اور بعد اس کے کہ وہ حضرت ام المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور بہ ادب تمام سلام کر کے عرض کی کہ میری بعض ذاتی غلطیاں تھیں جن کی وجہ سے میں پیچھے رہا ورنہ میں نے کبھی حضرت کی مخالفت نہیں کی تھی۔“

۱ الفضل قادیان مؤرخہ ۷ جولائی ۱۹۳۱ء

۲ اخبار ”البدر“ قادیان مؤرخہ ۴ جون ۱۹۰۸ء، صفحہ ۷

# قبولِ احمدیت

## فصل اول

”بیتِ ا تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں“:

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے فروری ۱۹۰۶ء میں بروز جمعہ المبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ آپ بیان کرتے ہیں:

”میرے بیعت کرنے کے بعد جب میرے والد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب قادیان تشریف لائے تو مکرمہ تائی صاحبہ ان کے پاس گئیں اور میری شکایت کی جس کے یہ الفاظ تھے: سلطان احمد! تیرے منڈے نوں کی واگ گئی اے؟ (یعنی تیرے لڑکے کو کیا ہو گیا ہے؟) جس پر حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ تائی! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ جس پر تائی صاحبہ نے دوبارہ فرمایا کہ تمہارے لڑکے کو بیت لگ گئے ہیں۔ (یعنی تمہارے لڑکے نے بیعت کر لی ہے۔) اس پر والد صاحب نے فرمایا: ”اس نے اچھا کیا ہے۔ ہم سے تو اچھا ہی رہے گا۔ نمازیں تو پڑھے گا۔“

پھر تائی صاحبہ نے خود بیعت کر لی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت وہ جھاڑو دے رہی تھیں۔ میں نے از راہ مذاق اُنھی کے الفاظ میں اُنھیں کہا کہ تائی! اب آپ کو کیا واگ گئی ہے۔ جس پر تائی صاحبہ نے کہا کہ عزیز احمد! بڑوں سے یوں باتیں نہیں کیا کرتے، بُری بات ہے۔ پھر میں نے ان کو کہا تائی آپ کو بھی بیت لگ گئے ہیں۔ اس پر وہ میرا مذاق سمجھیں اور فرمانے لگیں کہ عزیز احمد! بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں۔“

تائی صاحبہ نے جو یہ فرمایا کہ بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں، اس میں غالباً اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی بالآخر بیعت سے مشرف ہو جائیں گے۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے

بارہ میں بیان کرتے ہیں:

”در حقیقت آپ کی روح احمدیت قبول کیے ہوئے تھی۔ اس بات سے

بھی ظاہر ہے کہ جب آپ کے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تو آپ کی تائی صاحبہ نے طنزاً آپ سے کہا کہ تیرا بیٹا بھی ایسا ویسا ہو گیا ہے تو اس پر آپ نے برجستہ یہ جواب دیا کہ ”اچھا ہوا، نماز تو پڑھا کرے گا۔“

۱ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹/۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء (مکرم چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ نے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی زندگی کے بہت سے واقعات لکھ کر ان سے تصحیح کروائی۔ یہ واقعات الفضل میں شائع ہوئے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے۔)

## اعلانِ احمدیت:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو دراصل شروع ہی سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بے حد عقیدت و شیفنگی تھی اور آپ حضرت اقدس کو بے مثال عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے اور آپ کے دعاوی کو برحق تسلیم کرتے تھے اور آپ کی روح تحریکِ احمدیت کو قبول کر چکی تھی مگر آپ کو اس کے اظہار و اعلان میں بہت تامل تھا اور اس بات کا علم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی تھا اور حضور ہمیشہ ان کے حلقہِ بگوشِ احمدیت ہونے کے لیے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ جون ۱۹۲۲ء میں حضور نے ان کے فرزند صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کا خطبہ نکاح پڑھا تو ایجاب و قبول کے بعد ارشاد فرمایا:

”ان کے خاندان میں اب ایک ہی وجود ایسا ہے جس نے ابھی تک اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ان کے لیے بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے..... جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے میں برابر ان کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ میں سنتا رہتا ہوں کہ وہ احمدیت کو ہدایت کی راہ ہی خیال کرتے ہیں مگر کوئی روک ہے جس کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس روک کو ہٹا دے۔ آمین۔“<sup>۲</sup>

۱ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۹۲ تا ۹۴ سے اقتباس۔

۲ الفضل ۶ جون ۱۹۲۲ء

الحمد لله خدا کے خلیفہ برحق کی دعا درگاہِ عالی میں مقبول ہوئی اور آخر اکتوبر ۱۹۲۸ء کے پہلے ہفتہ میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اعلان احمدیت کر دیا اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اعلان الفضل میں شائع کرایا:

”تمام احباب کی اطلاع کے لیے میں یہ چند سطور شائع کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا علیہ السلام کے سب دعویوں پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق اور راستباز تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے جیسا کہ میرے ان مضامین سے آپ لوگوں پر ظاہر ہو چکا ہو گا جو سلسلہ احمدیہ کی خدمات کے متعلق میں شائع کرتا رہا ہوں مگر اس وقت تک بوجہ بیماری اور ضعف کے میں ان مسائل کے متعلق پورا غور نہیں کر سکا جن کے بارے میں قادیان اور لاہوری احمدیوں میں اختلاف ہے اور اسی وجہ سے اب تک اپنی احمدیت کا اعلان نہیں کر سکا۔ مگر اب میں نے سوچا ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے میں اس امر کا سردست اعلان کر دوں کہ میں دل سے احمدی ہوں۔ جب مجھے اللہ توفیق دے گا تو میں اختلافی مسائل پر غور کر کے اس امر کا بھی فیصلہ کر سکوں گا کہ میں دونوں جماعتوں میں سے کس کو حق پر سمجھتا ہوں۔ پس سردست اپنے احمدی ہونے کا اعلان ان چند سطور کے ذریعہ سے کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے دوسرے سوال کے متعلق بھی اپنے پاس سے ہدایت فرمائے اور وہ راہ دکھائے جو اس کے نزدیک درست ہو۔ آمین۔“

(خان بہادر) مرزا سلطان احمد (خلف اکبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام)“

اس اعلان کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ ”الصلح خیر“ نامی شائع کیا

جس میں تحریر فرمایا:

”میری عقیدت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہ صرف اس

وقت سے ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا بلکہ

ان ایام سے میں عقیدت رکھتا ہوں کہ جبکہ میری عمر بارہ تیرہ برس کی تھی۔

میں تصدیق کرتا ہوں اور صدقِ دل سے مانتا ہوں کہ میرے والد صاحب مرحوم

کی ہستی ایسی عظیم الشان تھی جو اسلام کے واسطے ایک قدرتی انعام تھا..... میں

اپنے والد صاحب مرحوم مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سچا انسان اور پکا مسلمان

الموسوم مسیح موعود علیہ السلام سمجھتا ہوں اور ان کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہوں

اور میں اپنے آپ کو اس رنگ میں ایک احمدی سمجھتا ہوں۔

آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ کیوں حضرت مولوی نور الدین صاحب یا

میاں محمود صاحب یا مولوی محمد علی صاحب کی بیعت نہیں کی۔ اس کا جواب

یہ ہے میں نے کبھی اپنی زندگی میں باوجود اس کے کہ میرے والد صاحب

مرحوم میری بعض کمزوریوں کی وجہ سے میرے فائدہ کے لیے مجھ پر ناراض بھی

تھے اور میں اب صدقِ دل سے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ ان کی ناراضگی واجب

اور حق تھی۔ باوجود ان کی ناراضگی کے بھی میں نے کبھی اخیر تک بھی ان کے

دعاوی اور ان کی صداقت اور سچائی کی نسبت کبھی کوئی مخالفانہ حصہ نہیں لیا جس کو میرے احمدی اور غیر احمدی دوست بخوبی جانتے ہیں جو قریباً ۳۰ سال سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا میری صداقت ہو گی اور بایں حالات کون کہہ سکتا ہے کہ میں ان کا مخالف یا ان کے دعاوی کا منکر ہوں۔ جب یہ حالت ہے تو مجھے کوئی یہ الزام نہیں دے سکتا کہ میں ان کا منکر تھا یا ہوں.....

بیعت کیا چیز ہے ایک یقین اور صداقت کے ساتھ ایک مقدس انسان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور اس کے ساتھ ہی صدقِ دل سے خدا کو اس امر پر شاہد کرنا۔ پس میں اب تک اپنے والد صاحب مرحوم کو سچا مسیح موعود مانتا ہوں اور میرا خدا اس پر شاہد ہے۔ میں اعلان اور اظہار کو بیعت یقین کرتا ہوں۔“

## دستی بیعت:

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۵/ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کی۔ اس بیعت کے بارے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنی لمبی بیماری کے دوران، جو انھیں پنشن کے کچھ عرصہ بعد لاحق ہو گئی تھی، پہلے لاہور تشریف



فرماتے تھے۔ پھر قادیان آگئے اور یہاں علاج معالجہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی لمبی اور آخری بیماری کے دوران خاکسار کو بہت کچھ طبی خدمت کا موقع ملتا رہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

”میں نے کبھی مرزا صاحب کو مغموم نہ پایا۔ اکثر لطائف کے رنگ میں بات کرتے تھے۔“

ایک روز خاکسار نے مندرجہ ذیل روایا مرزا صاحب کو سنایا:

”خاکسار نے ۱۲/رمضان ۱۹۳۰ء کو جب میں فجر کی نماز کے بعد لیٹ

گیا تھا تو روایا میں دیکھا کہ شور پاپا ہے اور اعلان سا ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آ رہے ہیں پھر دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جن کے ہمراہ اس وقت صرف یہ ناچیز راقم ہے حضرت کے استقبال کے لیے چوک مسجد مبارک سے ریلوے اسٹیشن سے آنے والے راستہ کی طرف بڑھے ہیں اور ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وقت حضور نے نہایت سفید براق نقاب پہنا ہوا ہے جس کو حضور نے جب اُتارا تو حضور کا چہرہ مبارک ایسا منور نظر آیا جس کی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصافحہ کیا، اس کے بعد خاکسار نے۔ حضور پُر نور نے خاکسار کے ہاتھ کو کچھ زیادہ دیر تک اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا۔ ابھی میرا ہاتھ حضور کے ہاتھ میں ہی تھا کہ ایک طرف تو حضور کی شکل میں کچھ تبدیلی

نظر آئی اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی شبیہ سے کچھ مشابہ ہو گئی اور دوسری طرف میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں بیمار تھے اور تندرست ہو کر آئے ہیں۔ مگر یہ خیال زیادہ غالب نہ آیا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت جب میں نے یہ خواب دیکھا تو میرا بدن خوشی کے اثر سے، جو رویا کی حالت میں پہنچی تھی، چارپائی پر تھرتھرا رہا تھا۔“

جب میں نے یہ رویا مرزا صاحب کو سنائی تو آپ اسے سن کر بہت مغموم ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور رقتِ قلب کے ساتھ خاکسار سے مخاطب ہوئے کہ

”ڈاکٹر صاحب! میرے لیے دعا کریں کہ میں بھی انسانوں میں شامل ہو جاؤں“

آپ نے یہ الفاظ کچھ ایسے رنگ میں کہے تھے کہ میرے دل پر ان کا بہت گہرا اثر ہوا۔ میں ان کے لیے دعا کرتا رہا اور علاج معالجہ بھی چلتا رہا اور کبھی سلسلہ احمدیہ کا تذکرہ بھی ہو جاتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ دن لے آیا کہ مرزا صاحب کے اہل بیت کی طرف سے خاکسار کو بلایا گیا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کر کے حضور کو بلا لاؤں تاکہ حضور مرزا (سلطان) صاحب کی بیعت لے لیں۔ اس وقت مجھے بہت خوشی پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ سامنے آ گیا کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر خدا کی راہ میں بکنے لگا ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں مرزا

صاحب کے ہاں تشریف لے جانے اور بیعت لینے کے لیے عرض کیا۔ حضور اُسی وقت میرے ہمراہ مرزا صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں مرزا صاحب بستر علالت پر تھے۔ مرزا صاحب کی طبیعت اس وقت اچھی تھی۔ کوئی بخار وغیرہ یا کسی قسم کا عارضہ نہ تھا، بجز اس تدریجی کمزوری کے جو ٹانگوں میں پیدا ہو گئی تھی اور آپ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی مزاج پر سی کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مرزا صاحب کی چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گئے۔ دونوں بھائیوں پر خاموشی طاری تھی تو کچھ توقف کے بعد میں نے مرزا صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جیسا کہ آپ خواہش ظاہر کر چکے ہیں اب آپ ہاتھ بڑھائیں اور بیعت کر لیں۔ چنانچہ آپ نے برضا و رغبت ہاتھ بڑھایا اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تاکہ اس دیر سے پچھڑے ہوئے بھائی کو اپنے عالی مقام، والا شان، خدا کے جری کی آغوشِ شفقت میں داخل کر لیں۔

بیعت شروع ہوئی۔ حضور دھیمی آواز میں بیعت کے الفاظ کہتے تھے اور مرزا صاحب ان کو دہراتے تھے۔ جس وقت یہ الفاظ بولے گئے:

”آج میں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے احمدی

جماعت میں داخل ہوتا ہوں۔“

تو اس وقت میرے قلب کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ ایک چھوٹے بھائی کو جو بڑے بھائی سے عمر میں بہت چھوٹا ہے بلکہ اس کی اولاد کے برابر ہے خدا تعالیٰ نے وہ مرتبہ دیا ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی سے یہ الفاظ کہلوا رہا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے، جن میں میں گرفتار تھا، سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر اس کے بعد یہ الفاظ بھی دہرائے گئے کہ آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا اور جو آپ نیک کام بتائیں گے ان میں آپ کی فرمانبرداری کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعووں پر ایمان رکھوں گا۔ وغیرہ وغیرہ اس کے بعد حضور نے حسبِ معمول دعا کروائی اور دعا کے کچھ دیر بعد واپس اپنے مقام پر تشریف لے گئے اور یہ ناچیز بھی خوشی سے لبریز دل کے ساتھ اپنے کام پر چلا گیا۔

مرزا صاحب نے میرے رویا بیان کرنے پر مجھ سے جو برقتِ قلب کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب دعا کریں کہ میں بھی انسانوں میں داخل ہو جاؤں، کچھ ایسے رنگ میں یہ الفاظ کہے گئے تھے کہ خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت پکڑ گئے اور حضرت مرزا صاحب کو سلسلہ میں داخل ہونا اور بہشتی مقبرہ میں اپنے عالی شان والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں سونا نصیب ہوا۔ حضرت

مرزا صاحب نے ۲۵/ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کی تھی اور ۲/ جولائی ۱۹۳۱ء کو وفات پائی۔

آپ کی بیعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی جو موعود فرزند کے بارے میں تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، پوری ہوئی اور آپ کا بیعت کرنا ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوا۔<sup>۱</sup>

### حفظِ مراتب کا خیال:

حضرت مصلح موعودؑ نے خود تشریف لا کر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت لی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بیمار تھے، دوسرے آپ کو بڑے بھائی کا احترام بھی ملحوظ تھا۔ اس بارے میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعودؑ اپنی کتاب ”یادوں کے درپچے“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب تایاجان (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) نے بیعت کرنا چاہی تو حضرت مصلح موعودؑ خود تایاجان کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر بیعت لی۔ یہ بڑے بھائی کے احترام کی وجہ سے تھا۔ خلافت کا مقام اپنی جگہ اور بڑے بھائی کا احترام اپنی جگہ۔ اس سے بڑھ کر حفظِ مراتب کی شان کہاں مل سکتی ہے۔“<sup>۲</sup>

۱ | الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۰ء

۲ | یادوں کے درپچے از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صفحہ ۳۲۔ سن اشاعت ۲۷ مئی ۱۹۱۴ء

ہم تیرے لیے رسوائی والی کوئی بات باقی نہ چھوڑیں گے:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت سے شرفیاب ہوئے اور ایک دن بعد ۲۶ دسمبر کو جلسہ سالانہ تھا جس کے افتتاحی خطاب میں اختتامی دعا سے قبل حضرت مصلح موعودؑ نے خصوصی طور پر اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”دعا سے پہلے میں ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اجتماع کا موقع ہے اور اس پر اس بات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خدا تعالیٰ کا الہام ہے لَا نُبْقَى لَكَ مِنَ الْمُخْرِبَاتِ ذِكْرًا کہ ہم تیرے لیے رسوائی والی کوئی بات باقی نہ چھوڑیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالفین کی طرف سے ایک بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا تھا کہ آپ کا بیٹا آپ کے سلسلے میں شامل نہیں۔ مخالف کہتے کہ اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو ان کا اپنا بیٹا کیوں نہ انھیں مانتا۔ اگرچہ یہ کوئی اعتراض نہیں جس سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر حرف آسکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی ان کو نہ مانا تھا۔ اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی صداقت باطل نہیں قرار دی جاسکتی۔ پس مخالفین کا یہ اعتراض محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بھی دور کر دیا اور ایسے لوگوں کا منہ بند کر دیا۔ چنانچہ کل مرزا سلطان احمد صاحب میری بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے اور اس طرح بھی دشمن کا منہ بند ہو گیا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح موعودؑ

کا کوئی بیٹا آپ کی جماعت میں داخل نہیں۔ اب حضرت مسیح موعودؑ کی ساری کی ساری اولاد احمدیت میں داخل ہو گئی ہے۔“

اس پر تمام مجمع نے نہایت بلند آواز سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے حضور مبارکباد پیش کی اور حضورؒ نے ”خیر مبارک“ کہا۔<sup>۱</sup>

## آپ کی بیعت ایک نشان تھا:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/ جولائی ۱۹۳۱ء میں صاحبزادہ صاحب کے قبول احمدیت کے نشان اور بیعت کے بعد آپ کے اخلاص کے بعض واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام وَلَا نُبْقِي لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا۔ یعنی ہم تیرے متعلق ایسی تمام باتوں کو تیرے لیے شرمندگی یا رسوائی کا موجب ہو سکیں مٹا دیں گے۔ اس الہام کو میں دیکھتا ہوں کہ ان عظیم الشان کلمات الہیہ میں سے ہے جو متواتر پورے ہوتے رہتے ہیں اور جن کے ظہور کا ایک لمبا سلسلہ چلا جاتا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو اعتراض کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ کے رشتہ دار آپ کا انکار

کرتے ہیں اور پھر خصوصیت سے اعتراض کیا جاتا تھا کہ آپ کا ایک لڑکا آپ کی بیعت میں شامل نہیں۔ یہ اعتراض اس کثرت کے ساتھ کیا جاتا تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں سلسلہ کا درد تھا وہ اس کی تکلیف محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ میں دوسروں کا تو نہیں کہہ سکتا لیکن اپنی نسبت میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے متواتر اور اس کثرت سے اس امر میں اللہ تعالیٰ سے دُعایں کیں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہزار ہا دفعہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہو گی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہ بیسیوں دفعہ میری سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس وجہ سے نہیں کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ میرا بھائی تھا بلکہ اس وجہ سے کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا تھا اور اس وجہ سے کہ یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑتا تھا۔ میں نے ہزاروں دفعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ یہ دکھایا کہ مرزا سلطان احمد صاحب جو ہماری دوسری والدہ سے بڑے بھائی تھے اور جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کے لیے اب احمدیت میں داخل ہونا ناممکن ہے، احمدی ہو گئے۔ ان کا احمدی ہونا ناممکن اس لیے کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو اور پھر ایسے شخص کے زمانہ میں بھی بیعت نہ کی ہو جس کا ادب اور احترام اس کے دل میں موجود ہو، اس کے متعلق یہ امید



نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرے گا، لیکن کتنا زبردست اور کتنی عظیم الشان طاقتوں اور قدرتوں والا وہ خدا ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مدتوں پہلے فرما دیا تھا۔ وَلَا نُبْقِي لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا۔ یعنی ہم تیرے اوپر جو جو اعتراض کیے جاتے ہیں ان کا نشان بھی نہیں رہنے دیں گے بلکہ سب کو مٹا دیں گے۔ تین سال کے قریب ہوئے مرزا سلطان احمد صاحب شدید بیمار ہوئے۔ قریباً ایسی ہی بیماری تھی، نفع تھا اور بخار بھی تھا۔ میں ڈاکٹر صاحب سے ان کا علاج کراتا تھا لیکن سب سے بڑی فکر جو مجھے ان کے متعلق تھی وہ یہ تھی کہ اگر یہ اسی حالت میں فوت ہو گئے تو مخالفوں کا اعتراض باقی رہ جائے گا.....<sup>۱</sup>

## پہلی حالت کا ذکر:

اسی تسلسل میں حضرت مصلح موعودؑ مزید فرماتے ہیں:

عام طور پر میں دیکھتا ہوں لوگوں کو پہلی حالت کا ذکر کرنے میں ایک قسم کا حجاب ہوتا ہے چنانچہ جب ہماری تائی صاحبہ بیعت میں داخل ہوئیں تو ہماری جماعت میں سے کئی لوگ کہنے لگے تائی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت نہیں کیا کرتی تھیں مگر چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ ظاہر کرنے والے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے ہم چھوٹے ہوتے تھے۔ ایک سیڑھی تھی جو ہمارے دونوں گھروں کے درمیان تھی۔ ہم وہاں سے گزرتے تو ہماری تائی صاحبہ اکثر کہتیں۔ ”جیسے کوڑا ویسے کوکو“ یعنی جس رنگ کا باپ ہے یہ بچے بھی اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کچھ حجاب نہیں آتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ قلب کی حالت ہو اور پھر ہدایت نصیب ہو تو یہ تو معجزہ ہو جاتا ہے اور پھر ان کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے، کیونکہ باوجود اتنی مخالفت کے اللہ تعالیٰ نے آخر کوئی نیکی دیکھی ہی تھی جو انہیں ہدایت دے دی۔

یہی حال میں دیکھتا ہوں مرزا سلطان احمد صاحب کا تھا۔ اس رنگ میں تو نہیں جس رنگ میں تائی صاحبہ کا تھا مگر ایک اور رنگ میں ان کا بھی ضرور ایسا ہی حال تھا۔ اس میں شبہ نہیں مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جھوٹ نہیں بولتے۔ اپنا باپ ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فی الواقع ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راستبازی گھر کر چکی تھی، مگر یہ نہیں کہ وہ آپ کے الہامات کی ایسی عظمت اور شان سمجھتے ہوں جیسے ایک مامور کے الہامات کی سمجھنی چاہیے۔ مجھے ان کا ایک فقرہ خوب یاد ہے۔ شروع شروع میں جب میں نے ان سے ملنا شروع کیا تو ایک دن باتوں باتوں میں کہنے لگے۔ مجھے یقین ہے ہمارے والد صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبت تھی۔ اپنے رنگ میں تو انہوں نے یہ فقرہ محبت میں ہی کہا ہو گا، مگر مجھے بڑا بُرا

معلوم ہوا، کیونکہ خدا کے مقابلہ میں کسی رسول سے زیادہ محبت ہو ہی کس طرح سکتی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ کہنے لگے اگر یہ سڈیشن کا قانون پہلے نکلتا تو ہمارے والد صاحب ضرور قید ہو جاتے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان قائم رکھنے کے لیے کسی مصیبت کی بھی پروا نہیں کرنی تھی۔ اس قسم کے الفاظ ممکن ہے محبت کی وجہ سے اُن کے منہ سے نکلے ہوں مگر ایسے الفاظ ہم لوگوں کے مونہوں سے جو مامورین کی حقیقی قدر و منزلت جانتے ہیں کبھی نہیں نکل سکتے۔ غرض الہام الہی کا ادب اور وقار احمدیت کی حد تک ان کے دل میں نہ تھا۔ اگرچہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جھوٹے نہیں۔ ایسی قلبی کیفیت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور ایسے وقت میں دی کہ صاف طور پر وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان معلوم ہوتا ہے۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے بیعت کی اور چھ مہینوں کے بعد وہ فوت ہو گئے، جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان کی بیعت الہی تصرف کے ماتحت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ اب یہ جلدی فوت ہو جانے والے ہیں اس لیے اگر انہوں نے بیعت نہ کی تو ایک مخزئیہ رہ جائے گی۔ پس خدا نے انہیں بیعت میں داخل کر کے اس مخزئیہ کو بھی دور فرما دیا۔

اس سے پہلے بعض دوست جب انہیں بیعت کے لیے کہتے تو وہ یہی جواب دیتے کہ میں یہ تو سمجھتا ہوں کہ سلسلہ سچا ہے مگر مجھے اس بات سے

شرم آتی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ قریباً سال بھر ان کی یہ حالت رہی اور اس سے پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ کہتے تھے یہ سلسلہ تو سچا ہے مگر ابھی میں نے فیصلہ کرنا ہے کہ لاہوری حق پر ہیں یا قادیانی جماعت۔ مجھے ان کے جب یہ خیالات معلوم ہوئے تو میں نے انہیں تحریک کی کہ اپنی احمدیت کا اعلان کر دیں کیونکہ اس سوال کا فیصلہ کیے بغیر بھی تو ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے اعلان کر دیا کہ میں سلسلہ احمدیہ میں تو داخل ہوتا ہوں مگر ابھی میں کہہ نہیں سکتا کہ قادیانی جماعت حق پر ہے یا لاہوری۔ اس اعلان کے ایک سال بعد انہیں شرح صدر ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جماعتِ قادیان ہی صداقت پر ہے اور یہی سلسلہ سچا ہے، مگر شرم یہ آتی کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں۔ آخر ایک دن ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ مرزا سلطان احمد صاحب بیعت کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے۔ میں تو چل نہیں سکتا، آپ کو کسی دن فرصت ہو تو میری بیعت لے لیں۔ اس دن میری طبیعت اچھی نہیں تھی اور میں بیمار تھا مگر میں نے کہا میں ابھی ان کے پاس چلتا ہوں، ممکن ہے بعد میں دل بدل جائے اور پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے، اس لیے میں اسی وقت گیا اور انہوں نے میری بیعت کر لی۔“

حضرت مصلح موعودؓ بیان اسی حوالے سے مزید فرماتے ہیں:

”مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو بعض لوگ تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ جب ان کی سمجھ میں بات آگئی تو انھوں نے کہا کہ اب اور تو کوئی روک نہیں، صرف شرم آتی ہے کہ چھوٹے بھائی کی بیعت کروں اور چھوٹے بھائی کے ہاتھ میں ہاتھ دوں۔ انھوں نے کہا کہ نہیں تو لاہور والوں کی جماعت میں ہی شامل ہو جائیں، تو انھوں نے کہا کہ وہاں تو میں شامل نہیں ہوتا، یہ کڑوا گھونٹ پی لوں گا۔ آخر وہ بیعت پر آمادہ ہوئے۔“<sup>۱</sup>

## بیعت کے بعد آپ کا اخلاص:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے بیعت کے بعد اپنے قول و فعل سے انتہائی اخلاص اور اطاعت کا نمونہ پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس مخلصانہ کردار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بیعت کے بعد میں یہ دیکھتا رہا کہ ان کی بیعت خلوص دل سے ہے یا صرف ظاہری طور پر۔ مگر میں نے دیکھا بیعت سے پہلے میرے نام جو ان کے رقعے آتے تھے ان میں ایک ایسا رنگ پایا جاتا تھا جس طرح کوئی علیحدہ شخص ہوتا ہے مگر بیعت کے بعد میرے نام ایک دن انھوں نے ایک رقعہ لکھا۔ میں نے اسے پڑھا اس کے نیچے میرزا سلطان احمد لکھا ہوا تھا مگر پڑھنے اور یہ یقین

ہونے کے باوجود کہ یہ مرزا سلطان احمد صاحب نے ہی رقعہ لکھا ہے مجھے شبہ ہوا کہ یہ کسی اور نے نہ لکھا ہو کیونکہ وہ رقعہ اس قدر مخلصانہ انداز میں لکھا ہوا تھا اور اس قدر ادب اور احترام اس میں پایا جاتا تھا جس طرح پرانے مخلص احمدی خط لکھا کرتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ انھیں ایسی حالت میں بیعت کی توفیق ملی جب ان کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے اور دوسروں کو ہی چارپائی سے اٹھانا پڑتا تھا اور دوسروں کو ہی کھلانا اور پلانا پڑتا تھا، مگر ہدایت دماغ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، ظاہری جسم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اس وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے مَا لَمْ يُعْرِغْزُ جب تک نزع کی حالت نہیں آتی۔ گویا جب تک اس کا دماغ معطل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ دماغ کے موت کے اثر سے مؤثر ہو جانے سے پہلے پہلے ہر شخص کی توبہ کو قبول کر سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عین وفات کے قریب انھیں بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔

بیعت کے بعد ان کے اندر اس قدر اخلاص پیدا ہو گیا تھا کہ مرزا سلطان محمد صاحب جب ایک دفعہ قادیان آئے تو بعض اور دوستوں اور میاں بشیر احمد صاحب کو بھی خیال آیا کہ انھیں تبلیغ کرنی چاہیے۔ چونکہ مرزا سلطان احمد صاحب سے ان کے پرانے تعلقات تھے اس لیے انھیں تحریک کی گئی کہ وہ

مرزا سلطان محمد صاحب کو تبلیغ کریں۔ چونکہ آپ چل نہیں سکتے تھے اس لیے دو آدمیوں کا سہارا لے کر اس مکان پر گئے جہاں مرزا سلطان محمد صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں جا کر انھیں تبلیغ کی اور کہنے لگے جب تبلیغ کرنی ہے تو اپنے مکان پر بلا کر نہیں کرنی چاہیے بلکہ وہیں چلنا چاہیے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بیماری کی سخت تکلیف کے وہ وہاں گئے اور انھیں تبلیغ کی۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہوا ہے کہ ہمارے رستہ میں جو ایک مخزیہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا اور جس طرح تائی صاحبہ کو بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے الہام پورا کیا اسی طرح مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے اس مخزیہ کو دور کر دیا جو آپ کے بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔“

”تین کو چار کرنے والا“:

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب تاریخ احمدیت میں رقم طراز ہیں:

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرزا سلطان احمد صاحب سے انتہا درجہ کی محبت و الفت تھی اور وہ اکثر حضرت اقدس علیہ السلام کے سامنے آپ کی بعض کتب کی تعریف کیا کرتے تھے اور منشا یہ ہوتا تھا کہ حضور کی نظر کرم صاحبزادہ صاحب کی طرف ہو جائے اور ان کے لیے دعا فرمائیں۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے معمول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے مرزا سلطان احمد صاحب کی ایک کتاب کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا: ”مرزا سلطان احمد سے کہو کہ خدا سے صلح کر لے“ لیکن صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں اپنے مقدس باپ کی بیعت کا موقع میسر نہ آیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتقال کے بعد خلافتِ اولیٰ کا زمانہ آیا۔ مگر اب بھی حضرت خلیفہ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص عقیدت کے باوجود صاحبزادہ صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی خلافت کا دور شروع ہو گیا اور اب بظاہر مرزا سلطان احمد کے حق کی طرف آنے کا امکان یکسر ختم ہو گیا۔ کیونکہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی آپ کے چھوٹے بھائی تھے اور باہم عمر کا تفاوت اس درجہ تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب کی شادی انھی دنوں میں ہوئی تھی جن دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ خود بھی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے خلافتِ ثانیہ کے ابتدا میں یہ تذکرہ کیا کرتے تھے کہ بڑے مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا..... اب میں اپنے چھوٹے بھائی کی بیعت کیا کروں۔ چنانچہ اسی تذبذب میں خلافتِ ثانیہ کے بھی ۱۵ سال گزر گئے اور عمر کا آخری حصہ آ پہنچا۔ ہاتھ پاؤں جواب دے گئے اور پاؤں کو باسانی ہلانے کی سکت بھی باقی نہ رہی کہ یکایک



انہوں نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح حضرت مصلح موعودؑ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین زندہ صلبی و روحانی بیٹوں (حضرت مصلح موعود، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب) میں مرزا سلطان احمد صاحب کا بھی اضافہ ہو گیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ خود مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی مدتوں قبل بذریعہ رؤیا یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہیں اور وہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس ہیں اور وہاں ایک جگہ پر چار کرسیاں بچھی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ ایک کرسی پر تم بیٹھ جاؤ۔“  
حضرت مصلح موعودؑ بیان فرماتے ہیں:

”میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہوں۔

(۱) اول اس طرح کہ مجھے سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب، مرزا فضل احمد

صاحب اور بشیر اول پیدا ہوئے اور چوتھا میں ہو۔

(۲) دوسرے اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

تین بیٹے ہوئے اور اس طرح میں نے ان تین کو چار کر دیا۔ یعنی مرزا مبارک احمد، مرزا

شریف احمد، مرزا بشیر احمد اور چوتھا میں۔

(۳) تیسرے اس طرح بھی میں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندہ اولاد میں ہم صرف تین بھائی یعنی میں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔..... انھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا۔...

(۴) پھر اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنے والا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئی کی تھی اور ۱۸۸۹ء میں میری پیدائش ہوئی۔“<sup>۱</sup>

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر حضرت مصلح موعودؑ نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے بھی کیا۔ یہ تقریر ”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں“ کے عنوان سے انوار العلوم جلد ۱ میں شامل ہے۔

## الہامی شخص:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اردو کلاس نمبر ۳۳۶ میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ حضرت مسیح موعود کے سب سے بڑے بچے تھے۔ میرے ابا جان سے بڑے تھے لیکن یہ پہلی بیگم میں سے تھے ان کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ فرمایا: حضرت مسیح موعود کی دعائیہ نظموں میں ان کا نام نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے؟“ پھر خود ہی فرمایا: ”اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام الہام میں چھپا دیا تھا۔ مصلح موعود کے متعلق الہام یہ ہوا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ تین بھائی تھے اور یہ چوتھے ہو گئے پیشگوئی اس میں یہ تھی کہ جب تک حضرت مصلح موعود خلیفہ نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت مصلح موعود تین کو چار کرنے والے بنے۔

مرزا سلطان احمد صاحب بیعت نہیں کرتے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان کے دل میں بہت احترام تھا۔ سچا کہتے تھے مگر بیعت نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بیعت کیوں نہیں کرتے اور ان کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بیعت کیوں نہیں کر رہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ میرے اعمال اتنے اچھے نہیں ہیں کہ میں اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لیے ان کی طبیعت میں ایک انکسار تھا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا کہتے تھے۔

بہت سادہ مزاج، بہت کثرت سے لوگوں پر احسان کیے ہوئے ہیں۔ بہت بڑے بڑے لوگ جو امیر کبیر خاندان بن گئے ہیں وہ ان کی وجہ سے، ان کے احسانات کی وجہ سے بنے ہیں، کیونکہ یہ حکومت میں اعلیٰ عہدے پر

فائز تھے۔ جہاں جاتے تھے وہاں لوگوں سے احسان کا تعلق ہوتا تھا اور ساتھ ہی طبیعت میں بہت انکسار، اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ کہتے تھے میں بیعت کس طرح کر سکتا ہوں، میرا باپ تو اتنا بڑا آدمی ہے، میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ان کو اصل وجہ پتہ نہیں تھی۔ اصل وجہ وہ الہام تھا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک مرزا محمود احمد خلیفہ نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب ہے اس وقت تک زندہ بھی رہیں گے۔

ان کے بڑے بیٹے کا نام مرزا عزیز احمد تھا۔ ہم ان کو بھائی جان عزیز احمد کہا کرتے تھے۔ مرزا عزیز احمد صاحب نے بیعت کر لی تھی لیکن انھوں نے نہیں کی، اس لیے لوگ حیران تھے کہ یہ کیا واقعہ ہوا۔

آخر ایک دن خود ہی پیغام بھیجا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ الہامی شخص بن گئے، کیونکہ ان کا نام ایک الہام میں تھا۔ ان کی پیدائش حضرت مصلح موعود سے بہت پہلے کی تھی۔ حضرت مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود نے ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی فرمائی اور ۱۸۸۹ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۱ء میں ہوئی (اس وقت حضرت مسیح موعود کی عمر ۱۶ سال کی تھی)۔

پیشگوئی یہ تھی کہ یہ زندہ رہے گا جب تک چھوٹا بیٹا خلیفہ نہ بن جائے۔ عمر کے آخر پر انھوں نے بیعت کرنی تھی۔ بیعت سے پہلے یہ فوت

۱ یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اردو کلاس میں اندازاً تاریخ پیدائش بیان کی ہے۔

نہیں ہو سکتے تھے، یہ الہام تھا۔ انھوں نے ۱۹۳۰ء میں بیعت کی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ دیکھو! پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ ۸۰ سال تک ان کی زندگی کی ضمانت تھی یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ پہلے مر جائیں۔ ۸۰ سال کی عمر میں اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ۱۹۳۱ء میں وفات ہو گئی۔ صرف ایک سال موت سے پہلے بیعت کر لی۔

اس خاندان کے بڑے بڑے دلچسپ قصے ہیں۔ اس زمانے میں یہ ڈپٹی کمشنر کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ اس زمانے میں ڈپٹی کمشنر کا عہدہ بہت بڑا ہوا کرتا تھا۔ آج کل کے وزیروں کی بھی کوئی حیثیت نہیں، مگر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کو بڑے اختیار تھے۔ چنانچہ بہت سے خاندان جو اس وقت بہت امیر کبیر ہیں (پاکستان میں) اُن کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ چوٹی کے امیر خاندان ہیں۔ وہ ان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اُن کے والدین کے ان کے ساتھ تعلق تھے، اُن کو زمینیں الاٹ کیں، چیزیں الاٹ کیں، بے شمار امیر کر دیا اور اپنے اوپر ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔ اسی طرح بالکل سادہ مزاج، کوئی کمائی نہیں کی۔“

## فصل دوم

### احمدیت میں داخل نہ ہونے کی وجوہ

اپنی کمزوری:

آپ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور راستبازی، تقویٰ اور طہارت کے معترف رہے اور احمدیت میں داخل ہونے میں روک اپنی عملی کمزوری قرار دیتے۔ گویا اس وقت بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے، بلکہ ان عقائد کے قبول نہ کرنے کی وجہ اپنی کمزوری بتاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی سعادت کی بہت بڑی علامت تھی اور کیا عجب ہے کہ اسی کے نتیجے میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔<sup>۱</sup>

اس پاک سلسلہ کی بدنامی نہ ہو:

محترم راجہ علی محمد صاحب افسر مال راولپنڈی لکھتے ہیں:

”سید فقیر افتخار الدین صاحب جو لاہور کے رہنے والے تھے اور ضلع ہوشیارپور میں مہتمم بندوبست کے عہدہ پر فائز رہ کر بوجہ علالت ۱۹۱۳ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ان کے اور حضرت مرزا صاحب مرحوم کے آپس میں

نہایت پرانی اور گہری دوستی و یگانگت کے تعلقات تھے اور ایسی دوستی کہ جس کی دنیاوی تعلقات میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ میں ۱۹۱۱ء میں فقیر صاحب کی پیشی میں تھا۔ مجھ پر بھی ان کی نظر عنایت عام مروجہ صورتوں سے بہت بڑھ کر تھی۔ میرے ساتھ ہمیشہ وہ اپنے عزیزوں سا سلوک فرماتے تھے۔ میں بھی کسی کسی موقع پر ان کی خدمت میں احمدیت کی صداقت کے متعلق عرض کر دیتا تھا۔ آپ نے ایک دن اس ضمن میں فرمایا کہ میں اور مرزا سلطان احمد صاحب اس لیے غیر احمدی نہیں کہ ہم احمدیت کو حق اور صداقت نہیں سمجھتے، بلکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس پاک سلسلہ میں ہمارے جیسے آدمی شامل ہو کر اس کی بدنامی کا موجب ہوں۔“

## میں دنیا داری میں گرفتار ہوں:

حضرت سید شفیق احمد صاحب محقق دہلوی بیان کرتے ہیں کہ

”کسی نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مان کیوں نہیں لیتے؟ جواب دیا: میں دنیا داری میں گرفتار ہوں اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بیعت کر لینے کے بعد بھی میرے اندر دنیا کی نجاست موجود رہے.....“<sup>۲</sup>

۱ الفضل قادیان مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۰

۲ ”سیرت المہدی“ جلد سوم صفحہ ۲۳۷، ۲۳۵ مطبوعہ قادیان اپریل ۱۹۳۹ء

## میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھاسکوں:

مکرم چودھری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے فرمایا:

”حضرت والد صاحب جب میانوالی میں مال افسر تھے اور ابھی انھوں نے بیعت نہیں کی تھی ان کے پاس قادیان کے دو دوست بطور خدمت گار کے رہتے تھے۔ یعنی مکرم فضل الدین صاحب والد حسن دین صاحب درویش قادیان اور قاضی علی محمد صاحب ولد قاضی نور محمد صاحب۔ یہ دونوں اصحاب مخلص اور جو شیلے احمدی تھے۔ یہ حضرت والد صاحب کو ہر وقت تبلیغ کرتے رہتے تھے اور مجبور کرتے تھے کہ بیعت کر لی جائے۔ بعض اوقات ان کے اس رویہ سے والد صاحب چڑ بھی جایا کرتے تھے مگر یہ باز نہیں آتے تھے۔ چنانچہ میرے سامنے بھی کئی بار حضرت والد صاحب نے ان کو سرزنش کی۔ حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دوست مجھے بیعت کرنے کے لیے کہتے رہتے ہیں مگر میرا سب کو یہی جواب تھا کہ میں حضرت والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خوب جانتا ہوں، وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبی ہیں مگر میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھاسکوں اور اسی لیے میں ان کی بیعت نہیں کرتا۔“



حضورؑ کی تعلیم کی بجا آوری کی تاب نہیں رکھتا:

محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب مزید فرماتے ہیں:

آپ کی احمدیت سے وابستگی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ چند مخلص احمدی احباب جو آپ سے دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلق رکھتے تھے آپ کی خدمت میں وفد کے طور پر حاضر ہوئے تاکہ انھیں حلقہ احمدیت میں لانے کی کوشش کریں۔ آپ نے ان کی باتوں کو سن کر فرمایا:

”میں اپنے والد صاحب کے مقام کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ ظاہری بیعت سے جو رُکا چلا آ رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی فرمودہ تعلیم کی بجا آوری کی تاب و تواں اپنے اندر نہیں رکھتا۔“

آپ کی روح احمدیت کو قبول کیے ہوئے تھی:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت ڈاکٹر

حشمت اللہ خان صاحب فرماتے ہیں:

”حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے، نے ایک لمبے عرصے تک کھلے طور پر احمدیت قبول کرنے کا اعلان نہ کیا تھا لیکن آپ کی روح احمدیت کو قبول کیے ہوئے تھی۔ آپ نہایت درجہ فہیم، علم دوست اور بلند اخلاق کے

مالک تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ اسلام کی روح جو اُن کے گرانقدر والد مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ روح مسلمانوں میں مفقود تھی اور خود مرزا سلطان احمد صاحب پر بھی ماحول نے اثر ڈالا ہوا تھا اور وہ اپنے آپ کو ان نقوش پر جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام چلانا چاہتے تھے کہ بندۂ دنیا نہ رہے بلکہ بندۂ خدا بن جائے، پر چلنے سے عاری سمجھتے تھے لیکن آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس استغنا سے بھی واقف تھے کہ خدا کی راہ میں حائل ہونے والے کو خواہ وہ حضور کا جگر گوشہ ہی کیوں نہ ہو ذرہ بھر وقعت نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ گوشہ تنہائی اور دور رہنے میں عافیت سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود ہر آن حضور کے حکم کی جو کاروبار دنیا کے متعلق ہوں تعمیل کرنے کو حرز جان سمجھتے تھے اور حضرت اقدس کی شخصیت کے متعلق نہایت غیرت رکھتے تھے۔

ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جبر کے سخت خلاف تھے، بلکہ آپ کی ماموریت کا کارنامہ ہی یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کا حسین چہرہ دلائل، حسن اخلاق اور نور سادی کی جھلک کے ذریعے دکھلائیں۔ حضور ہر گز یہ گوارا نہ فرماتے تھے کہ اپنے بیٹے کو جبری حکم کے ذریعے اسلام کے جملہ احکام کا پابند فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ باپ اور بیٹے میں بُعد جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت اقدس کا وصال ہو گیا اور احمدی دنیا اور دوسرے لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب احمدیت کے قائل نہیں لیکن خدائے علیم

و بصیر ان کے دل کی حالت کو جانتا تھا کہ وہ نہ صرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی بیٹے ہیں بلکہ ان کے روحانی فرزند ہونے کا بھی مقام حاصل ہے جو اس لطف خداوندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے وصال کے روز آپ کو ”ماتم پرسی“ کے الہام سے نوازا اور آپ کے قلب میں اس کی یہ تعبیر ڈالی گئی کہ والد صاحب فوت ہو گئے ہیں لہذا آپ اس یقین کے ساتھ تمام روکوں کو دور کر کے اپنے دورہ کے مقام سے قادیان روانہ ہو گئے اور حضرت اقدس کے جنازہ میں شامل ہوئے۔“

## فصل سوم

### احمدیت سے وابستگی

”میاں محمود میرے بھائی ہیں“:

فتنہ احرار کے زور کے زمانہ میں چند متعصب لوگ جو غیر از جماعت تھے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی زمین کے دو چھوٹے ٹکڑے میاں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ) آپ کی اجازت کے بغیر زیر کاشت لے آئے ہیں۔ اس پر آپ ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

”فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ میاں محمود میرے بھائی ہیں۔ اگر وہ میرے مکان کی چھت پر بھی ہل چلوا دیں تو بھی میں ان سے اختلاف نہیں کروں گا۔“

یہ بظاہر ایک وقتی بات تھی لیکن اس کے اندر یہ شہادت پائی جاتی ہے کہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ حضرت محمودؒ جس کارِ دین کو سرانجام دے رہے ہیں وہ وہی کام ہے جسے ان کے گرانقدر والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرانجام دے رہے تھے۔<sup>۱</sup>

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت مصلح موعودؒ نے کسی کی زمین بلا اجازت کاشت نہیں کی تھی۔ یہ محض مخالفین کی شرارت اور افتراء تھا۔ حضرت

مرزا سلطان احمد صاحب نے فرض محال کے طور پر کہا ہے کہ اگر ایسا ہوا بھی ہو یا اس سے بڑھ کر اگر وہ میرے مکان پر ہل بھی چلا دیں تب بھی میں ان سے اختلاف نہیں کروں گا اور تم اپنی سازش اور فتنہ پردازی میں کامیاب نہیں ہو گے۔

### جماعت کے لیے غیرت کا اظہار:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جب مخالفین نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے خلاف شرانگیز خبریں اڑائیں اور یہ کوشش شروع کی کہ کسی طرح آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی اولاد کی مخالفت پر آمادہ کیا جائے تو اس پر آپ نے ایک دوست کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا جو کہ پیسہ اخبار میں شائع ہو گیا تھا۔

”مکرم بندہ!

والا نامہ پہنچا۔ مشکور فرمایا۔ ہمیشہ لوگ اپنی ذات پر اور اپنے نفس پر دوسروں کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ ذاتی کاوشوں کا مذہبی رنگ میں لا کر نتائج نکالنے کے عموماً عادی ہوتے ہیں۔ جن جلد بازوں نے میرے متعلق یہ خبریں اڑائیں انھوں نے یہ سمجھا کہ سچا اسلام صرف یہی ہے کہ ایک لڑکا اپنے باپ کے مرنے پر شرارت اٹھائے اور قفل بندی کر دے، لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں اس قسم کے اسلام سے بیزار ہوں اور میری رائے میں جو اسلام یہ

سکھاتا ہے کہ باپ کی بے عزتی اور بے وقری کی جائے اور باپ کے پسماندگان کے ساتھ فساد کیا جائے وہ کفر اور ارتداد سے بھی بدتر ہے۔ اگر ایسے شرمناک اسلام کی وجہ سے بہشت بھی مل سکے تو میری رائے میں وہ دوزخ سے بھی بدتر ہے۔

لعنتی ہے وہ بیٹا اور کم بخت ہے وہ لڑکا جو باپ کی میت کو خراب کرے اور چھوٹے بھائیوں سے ناحق اُلجھے۔ مسلمان ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ماں باپ کے قدموں کے نیچے بہشت اور دوسری طرف یہ امید رکھتے ہیں کہ ایک سمجھدار لڑکا باپ کی تخریب کا موجب ہو اور دین و دنیا میں روسیاهی سہیڑے۔ اور میں اگر یہ حرکت کرتا بھی تو کیا اس تصور پر کہ قادیان میں ان کی بدولت روز و شب قرآن کریم کی تلاوت اور اذان کی آواز گونجتی ہے۔ میں سست اعمال تھا۔ مجھے اسلامی جوش اس قدر مجبور کرتا کہ میں اس قدر مومن ہو جاتا کہ قرآن خواں جماعت کو قادیان سے نکلنے کی فکر کرتا۔ حاشا وکلا.....

قادیان کی جماعت خدا کے فضل و کرم سے بمقابلہ میرے ہزاروں درجہ نیک، متقی، عامل شریعت، شب بیدار اور پرستارِ خدائے لایزال ہے اور میرے اعمال آپ خوب جانتے ہیں کیا ہیں۔ کیا باوجود ان اعمال کے ایسی جماعت کی مخالفت کر سکتا ہوں۔ لوگ انھیں کافر سمجھیں اور قابلِ دار۔ وہ مجھ سے حد درجہ نیک اور قابلِ عزت ہیں.....

مرزائی ٹولہ کو اگر خدا اپنی مرضی سے قادیان سے نکالے تو نکالے۔ نہ وہ سلطان احمد کے کہنے سے نکلتے ہیں اور نہ سلطان احمد ان کو نکالتا ہے بلکہ ان کی مناسب دلجوئی پر مستعد اور تیار ہے۔ میں کیا؟ کل خاندان سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی۔ آخر غیرت بھی تو کوئی شے ہے اور وہ مجملہ فرائض اسلام کے ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں نہ مجھ سے کوئی ایسی شرمناک حرکت سرزد ہوئی اور نہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگی۔ سلطان احمد جاندھر ۲/ جون ۱۹۰۸ء“<sup>۱</sup>

آپ کے مندرجہ بالا خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود بیعت نہ کرنے اور دور دور رہنے کے آپ نے نہ صرف مخالفت نہ کی بلکہ نہایت غیرت مندی کا ثبوت دیا اور انکسار دکھایا۔<sup>۲</sup>

”دلہن کو پہلے حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس لے جاؤ“:

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

”حضرت والد صاحب نے اگرچہ ابھی بیعت نہ کی تھی مگر جماعت اور خلافت کے ساتھ ان کو جو عقیدت تھی وہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔ میری پہلی شادی مکرم مرزا محمد اعظم بیگ صاحب کی دختر سے ہوئی۔ ہم بارات لے کر لاہور گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ

۱ الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء

۲ ایاز محمود۔ صفحہ ۱۷۷-۱۷۹

تھے۔ ہم حضور کو اس وقت میاں صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ہمارا قیام فقیر افتخار الدین صاحب کے گھر پر تھا۔

بارات جب لاہور سے روانہ ہو کر بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے ہمیں لینے کے لیے دو رتھ بھجوائے ہوئے تھے۔ (یہ ایک قسم کی بہلی ہوتی تھی جس کے دو بڑے بڑے پیسے ہوتے تھے اور نیل کھینچا کرتے تھے) ان دنوں ابھی قادیان تک ریل نہیں گئی تھی۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ڈلہن کو گھر لے جانے کی بجائے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؒ کے پاس لے جاؤ اور دعا کے لیے جاؤ۔ چنانچہ..... والد صاحب کے ارشاد کی تعمیل کر دی۔

## حضرت اماں جانؒ سے دعا کی درخواست:

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جنازہ اور تدفین میں شمولیت کے بعد حضرت اماں جانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

”میری بعض ذاتی غلطیاں تھیں جن کی وجہ سے میں پیچھے رہا، ورنہ میں نے کبھی حضرت کی مخالفت نہیں کی اور میں نے سنا ہے کہ بعض نادان لوگوں کا خیال ہے کہ میں جائیداد وغیرہ کے متعلق جھگڑا کرنا چاہتا ہوں، سو یہ بالکل غلط ہے۔ میں کوئی



ایسا ارادہ کبھی نہیں کرتا اور میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے واسطے دعا فرمائیں کہ میری کمزوریوں کو اللہ تعالیٰ دور فرماوے۔“<sup>۱</sup>

## خواجہ کمال الدین صاحب کی ایک مذموم کوشش:

خواجہ کمال الدین صاحب حضرت خلیفہ اول کی وفات کے وقت لندن میں تھے۔ آپ نومبر ۱۹۱۴ء میں حج بیت اللہ کر کے بمبئی پہنچے۔ واپسی پر خان بہادر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ گاڑی جب آگرہ کے قریب پہنچی تو خواجہ صاحب نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے عرض کیا کہ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی اور خلافت کے حقدار تو آپ ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ لاہور چلیں اور خلافت کا اعلان فرمائیں اور ہم سب آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ میں تو ابھی احمدی بھی نہیں۔ میرا خلافت کا کیا حق ہے؟<sup>۲</sup>

۱ ”البدر“ ۴ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷

۲ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۶۲

## فصل چہارم

### والد ماجد کا غیر معمولی احترام

ہمیشہ ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھا:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنے والد ماجد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے اور آپ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کی سیرت کا یہ نمایاں وصف آپ کی فطری سعادت مندی اور نیک طینتی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ الفضل لکھتا ہے:

”باوجود بے حد خطرناک اور پیچیدہ حالات میں سے گزرنے کے جن میں شیطان کو اپنی شرارت کا بہت کچھ موقع مل سکتا ہے انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کبھی کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ کہا۔ بلکہ ہمیشہ پوری طرح ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھا۔ حتیٰ کہ بعض ایسے مواقع پر جبکہ کسی فتنہ جو اور شرارت پسند نے ان کی حمایت کے پردہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تو انھوں نے بڑی

غیرت اور حمیت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے فعل کے خلاف سخت نفرت اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کو آپ کی طرف کوئی بات منسوب کر کے شرارت کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔“

## دوست کے مذاق پر آپ کا اظہارِ غیرت:

محترم راجہ علی محمد صاحب افسر مال راولپنڈی ایک غیر احمدی دوست سید فقیر افتخار الدین صاحب آف لاہور کی زبانی تحریر کرتے ہیں کہ

”مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ اگرچہ میرے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ضلع ملتان میں جب ہم اکٹھے تھے اس سے بھی پہلے کے ہیں، لیکن ان کی صحیح سیرت کا مجھے تب ہی اندازہ ہوا جبکہ میں کابل میں برٹش ایجنٹ تھا اور حضرت مرزا صاحب (مسح موعود علیہ السلام) نے ۱۹۰۸ء میں رحلت فرمائی اور میں نے مذاق کے طور پر اپنے خط میں ان کو ”خدا کا پوتا“ لکھ دیا۔ میری اس حرکت سے مرزا سلطان احمد صاحب کو سخت رنج ہوا اور انھوں نے مجھے لکھا کہ افسوس ہے میرے اور تمہارے بہت قدیم سے تعلقات ہیں لیکن آج تک تم مجھے پہچان نہیں سکے اور میرے ساتھ سلسلہ خط و کتابت بند کر دیا، جس پر میں نے معافی مانگی۔“<sup>۲</sup>

۱ الفضل قادیان مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۱ء

۲ الفضل قادیان مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۳۱ء

آپ کے دل میں حضرت اقدس علیہ السلام کا اس قدر احترام تھا کہ اپنے کسی عزیز دوست کو بھی آپ کے خلاف بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور سخت غیرت کا اظہار فرماتے تھے اور جب کوئی دشمن ایسا کرتا تو آپ کا رد عمل اس سے زیادہ سخت ہوتا۔

## بشپ آف لاہور کی زبان درازی پر آپ کا رد عمل:

محترم چودھری محمد علی صاحب مضطر ایم اے (وکیل التصنیف ربوہ) بیان کرتے ہیں کہ ان سے محترم کرنل داؤد صاحب مرحوم نے بیان کیا:

”ایک مرتبہ لاہور میں پنجاب کے سینئر افسران کی دعوت تھی جس میں علاوہ دیگر افسران کے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی مدعو تھے۔

بشپ آف لاہور بھی وہاں موجود تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی، بشپ صاحب نے غالباً اس خیال سے کہ یہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے مخالفین میں شامل ہیں، آپ کے خلاف زبان درازی کرنی چاہی۔ صاحبزادہ صاحب نے انھیں دو ایک بار ایسا کرنے سے روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے کھانے سے بھری پلیٹ بشپ صاحب کو دے ماری۔ آپ اگرچہ ابھی تک حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت سے مشرف نہ ہوئے تھے لیکن آپ علیہ السلام کے لیے دل میں ایک غیرت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے، لہذا آپ نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی

کہ دعوت میں موجود حاضرین و افسران بشپ آف لاہور کے رویے کے خلاف آپ کے اس رد عمل پر کیا کہیں گے۔“

”وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبی ہیں“:

مکرم چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ  
تحریر کرتے ہیں:

”حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے گو بہت بعد میں بیعت کی مگر بیعت میں دیری کسی مخالفت کی بنا پر نہ تھی۔ آپ بار بار اپنے دوستوں کو فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ سے بہتر جانتا ہوں مگر میں بیعت کی شرائط کو پورا کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ اس بارہ میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے خاکسار کو جو واقعات سنائے..... ان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی قدر اور عزت تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

”..... بہت سے دوست مجھے بیعت کرنے کے لیے کہتے رہتے ہیں مگر میرا سب کو یہی جواب تھا کہ میں حضرت والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود

---

۱ یہ روایت محترم چوہدری محمد علی صاحب نے خاکسار سے بیان کی، جسے خاکسار نے لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ کے ملاحظہ اور تصدیق کے بعد کتاب ہذا میں شامل کی۔ (مؤلف)

علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خوب جانتا ہوں، وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبی ہیں مگر میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھا سکوں اور اس لیے میں ان کی بیعت نہیں کرتا۔“

”تمہارے تو دادا اور پیر بھی تھے“:

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

”جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا تو میں اپنے پہلے خُسر کے گاؤں اعظم آباد میں تھا جو کہ کوٹ رادھا کشن ریلوے اسٹیشن کے پاس ہے۔ میرے خُسر اس وقت لاہور گئے ہوئے تھے جب اُن کو حضور کی وفات کا علم ہوا تو مجھے اطلاع کرنے کے لیے گاؤں واپس تشریف لائے اور مجھے قادیان جانے کے لیے کہا۔ اس کے بعد حضرت والد صاحب کی طرف سے بھی تار ملا مگر میں بیماری یا اپنی بد قسمتی کی وجہ سے وقت پر قادیان نہ پہنچ سکا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جب میں قادیان گیا تو حضرت والد صاحب مجھے حویلی کے احاطہ میں ملے اور فرمایا کہ

”میرے تو والد فوت ہو گئے تھے۔ تمہارے تو دادا اور پیر بھی تھے مگر تم وفات کے وقت نہیں آئے۔ تمہیں شرم کرنی چاہیے تھی۔“

حضرت والد صاحب نے مجھے اس سے سخت الفاظ پھر کبھی نہ کہے اور نہ کبھی اس واقعہ سے قبل کہے تھے حالانکہ حضرت والد صاحب نے ابھی تک حضور علیہ السلام کی بیعت بھی نہ کی تھی۔“

## حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی تجدید بیعت:

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ کالج میں زیر تعلیم تھے۔ ان دنوں کالج کے طلبہ نے اپنے اُستادوں کی مخالفت میں سٹرائیک کیا جس میں صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ چونکہ یہ امر سلسلہ کی تعلیم کے خلاف تھا اس لیے جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صاحبزادہ صاحب کو خارج از بیعت کر دیا۔ اس پر صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے ایک معافی نامہ حضرت اقدس کی خدمت میں ارسال کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابا جان (حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب) فرمایا کرتے تھے کہ میں تو پریشان تھا ہی مگر ہمارے والد یعنی مرزا سلطان احمد صاحب اس قدر پریشان ہوئے کہ مجھے بار بار فرماتے تھے کہ جلدی معافی کا خط لکھو۔ حتیٰ کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ میں سستی کر رہا ہوں تو خود بٹھا کر مجھ سے معافی کا خط لکھوایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دل سے یقین رکھتے تھے۔<sup>۲</sup>

۱ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲/اپریل ۱۹۷۳ء

۲ رسالہ المنار، جولائی اگست ۲۰۱۸ء۔ ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن جرمنی

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ معافی نامہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ابا جان (حضرت مرزا عزیز احمدؒ) کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی نقل کر کے اپنے دستخطوں کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دو۔ چنانچہ والد صاحب نے یہ معافی نامہ نقل کیا اور اپنے دستخط کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دیا۔

ملفوظات جلد پنجم میں ”مرزا عزیز احمد کی تجدید بیعت“ کے زیر عنوان لکھا ہے:

”مرزا عزیز احمد صاحب نے میانوالی سے جہاں آپ بتقریب موسیٰ رخصت مقیم ہیں مفصلہ ذیل خط حضرت کی خدمت میں بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم      نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فدوی اپنے گذشتہ قصوروں کی معافی طلب کرتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ اس خاکسار کی گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کر کے زمرہ تابعین میں شامل کیا جائے۔ نیز اس عاجز کے حق میں دعا فرمادیں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ حضور کا عاجز  
عزیز احمد“



اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ:  
 ”ہم وہ قصور معاف کرتے ہیں۔ آئندہ اب تم پرہیزگار اور سچے مسلمانوں  
 کی طرح زندگی بسر کرو اور بُری صحبتوں سے پرہیز کرو۔ بُری صحبتوں کا انجام  
 آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے۔“<sup>۱</sup>

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اس واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:  
 ”جب صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ کالج میں پڑھا کرتے تھے  
 تو آپ سے یہ غلطی سرزد ہو گئی کہ آپ سٹوڈنٹس کی سٹرائیک میں شامل ہو گئے  
 تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انھیں فوراً جماعت سے خارج کر دیا۔ اس پر  
 مرزا عزیز احمد صاحب کو سخت صدمہ پہنچا۔ سوائے معافی نامہ پیش کرنے کے کوئی  
 چارہ نہ تھا لیکن حضرت اقدس کا رعب و دبدبہ تھا کہ مرزا عزیز احمد صاحب کو  
 اس کا مضمون نہ سوجھتا تھا۔ ایسے آڑے وقت میں ان کے والد مرزا سلطان احمد  
 صاحب نے، جو کہ خود احمدیت میں داخل نہ ہوئے تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ  
 کے مزاج شناس تھے، معافی نامہ کا مضمون لکھ کر ان کو علیگڑھ بھیج دیا۔ چنانچہ  
 اس معافی نامہ کے پہنچنے پر حضرت اقدس نے ان کو معاف کر دیا اور احمدیت کے  
 قلعہ عافیت میں انھیں داخل کر لیا۔ یہ واقعہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا  
 احمدیت کے ساتھ دلی وابستگی کا ثبوت بن گیا۔“<sup>۲</sup>

۱ بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۷ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۳

۲ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء بحوالہ محمود ایاز صفحہ ۱۸۰

## سٹرائیک میں شمولیت کے بارہ میں ضروری وضاحت:

مکرم محترم چودھری محمد علی صاحب وکیل التصنیف بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؒ نے خاکسار کو بتایا کہ وہ سٹرائیک میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں وضاحت کیوں نہ پیش کی؟ تو صاحبزادہ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے:

”آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا نہیں۔ میں ان کے سامنے کیا وضاحت کرتا۔ میں سٹرائیک میں تو شامل نہیں ہوا تھا لیکن کلاس میں بھی نہیں گیا تھا، جبکہ دوسرے احمدی طلبہ کلاس میں شامل ہوئے تھے۔“

یہ بیان اپنے اندر ایک لطافت اور محبت سمیٹے ہوئے ہے۔ اس سے اصحابِ احمدؒ کے کمالِ ادب کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور ان کی اطاعت کے معیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے سٹرائیک میں شمولیت نہ کی تاہم کلاس میں نہ جانے کو ہی حضورؐ کی تعلیمات کی نافرمانی پر محمول کیا۔ نیز اپنی براءت پیش کرنے کی بجائے مقامِ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے معافی کے راستے کو اختیار کیا۔ یہ تھے اصحابِ احمدؒ جنہوں نے اوّلین کے نمونوں کو زندہ کر دکھایا۔

## باب چہارم:

# وفات، افضالِ الہیہ، اخلاقِ فاضلہ

## فصل اول

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو عوارض اور بڑھاپے نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ آخری بیماری میں بالکل صاحب فراش ہو گئے تھے لیکن حواس میں کسی قسم کا فرق نہ آیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کے آخری ایام کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اپنی لمبی بیماری کی ابتدا میں جو انھیں پنشن کے کچھ عرصہ بعد لاحق ہو گئی تھی لاہور میں تشریف فرما تھے اور پہلے پہل ان کے مرض کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ قادیان تشریف لے آئے۔ یہاں بھی علاج معالجہ کا سلسلہ جاری رہا لیکن اگر اس کا کچھ فائدہ بیان کیا جاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ مرض نے زیادہ تدریجی رنگ اختیار کر لیا۔ مرزا صاحب مرحوم کی بیماری کی کیفیت یہ تھی کہ ٹانگوں پر سختی واقع ہو گئی تھی جس کی وجہ سے تھوڑے وقت کے لیے بھی سیدھا کھڑے نہ رہ سکتے تھے، بلکہ آگے کی طرف قدم لینے پر مجبور ہو جاتے

تھے اور وہ بھی اس طرح جیسے کوئی لڑکھڑا رہا ہے لیکن یہ طاقت بھی آہستہ آہستہ مفقود ہو گئی اور آپ چارپائی پر لیٹنے پر مجبور ہو گئے۔

لمبی اور آخری بیماری کے دوران میں خاکسار کو بھی بہت کچھ طبی خدمات کا موقع ملتا رہا۔ میں نے مرزا صاحب مرحوم کو کبھی مغموم نہ پایا اور اکثر لطائف کے رنگ میں بات کرتے تھے۔“

جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بیعت لینے کے لیے بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے تو اس وقت صاحبزادہ صاحب بستر علالت پر تھے۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

”مرزا سلطان احمد صاحب کی طبیعت اس وقت اچھی تھی۔ کوئی بخار وغیرہ یا کسی قسم کا عارضہ نہ تھا۔ بجز اس تدریجی کمزوری کے جو لاتوں میں پیدا ہو گئی تھی اور شدید قبض کی شکایت تھی۔ آپ اسی حالت میں لاتوں کی کمزوری کی وجہ سے لیٹے رہنے پر مجبور تھے مگر آپ کے علمی مشاغل جاری تھے مثلاً اخبار پڑھنا وغیرہ۔“<sup>۲</sup>

باوجود اس ضعف و نقاہت کے آپ نے اپنی زندگی بھر کے رفیق کتاب و قلم کو نہیں چھوڑا۔ ہاتھوں میں رعشہ کی وجہ سے خود لکھ نہیں سکتے تھے اس لیے خطوں وغیرہ کا جواب املا کروایا کرتے تھے اور آخر تک یہی

۱ الفضل قادیان ۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء

۲ الفضل قادیان ۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء

خواہش رہتی تھی کہ کوئی کتاب پڑھنے کو میسر آجائے۔ آپ کا علمی مشاغل میں اس قدر شغف دیکھ کر غالب کا یہ شعر یاد آجاتا ہے

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے  
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

مکرم فقیر سیّد وحید الدین صاحب بیان کرتے ہیں:

”مرزا سلطان احمد پر فالج کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ علاج معالجے کے لیے انھیں لاہور لایا گیا۔ راقم الحروف کے ایک بزرگ سیّد اصغر علی شاہ کے ہاں اُن کا قیام رہا۔ یہ مکان ہمارے مکان سے ملحق تھا۔ میں اکثر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اپنے خطوں کے جوابات وہ مجھ سے لکھواتے۔ میرے لیے بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ مرزا صاحب بیمار ہونے کے باوجود روانی کے ساتھ خط کی عبارت فر فر بولتے اور میں اپنی بدخطی چھپانے کے لیے آہستہ لکھتا۔ میری سست نگاری، اُن کی زود گوئی کا ساتھ کہاں دے سکتی تھی۔ جب میں خط لکھ چکتا تو مرزا صاحب اُسے پڑھتے اور میں اُن کے تیوروں سے بھانپ لیتا کہ میری تحریر سے وہ مطمئن نہیں ہیں بلکہ کچھ دل گرفتہ ہی ہیں۔ میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا۔ مجھے اُن کا ایک جملہ جو انھوں نے اپنے دوست کے خط میں مجھ سے لکھوایا تھا، آج تک یاد ہے:

”یہ خط وہ شخص کسی اور سے لکھوانے کا محتاج ہے، جو جب بھی قلم اٹھاتا تھا تو صفحے کے صفحے بے تکان لکھتا چلا جاتا اور پھر بھی اُس کا قلم رکنے کا نام نہ لیتا۔“

اس بیماری سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ چند دن کے لیے طبیعت بحال بھی ہوئی تو وہ موت کا سنبھالا تھا۔“

## وفات:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب طویل علالت کے دوران نمونیا کا حملہ ہونے کی وجہ سے ۲/ جولائی ۱۹۳۱ء بروز جمعرات صبح کے وقت انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کا انجام نہایت ہی مبارک کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نعش کو مقبرہ بہشتی کے اس احاطہ میں دفن کرنے کا فیصلہ فرمایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے اور خدا تعالیٰ نے حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں داخل کرنے کا نشان قائم کیا۔

شام پونے پانچ بجے کے قریب جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ باغ میں نماز جنازہ پڑھائی اور لمبی دعا کی۔ نماز جنازہ کے بعد سب مجمع کو شکل دکھائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے جنازہ کو کندھا دیا اور لاش اٹھا کر قبر میں رکھی۔ اس وقت

جبکہ قبر میں مٹی ڈالی جا رہی تھی حضورؐ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دُعا کی۔ پھر سیدہ امۃ الحجی صاحبہ مرحومہ کی قبر پر دعا کی۔ بالآخر حضرت مرزا صاحب مرحوم کی قبر پر دُعا کر کے واپس تشریف لائے۔<sup>۱</sup>

### حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا عریضہ تعزیت:

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ۲۷ جولائی ۱۹۳۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عریضہ تعزیت ارسال کیا۔ اس میں لکھا:

”آج الفضل میں جناب میرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کی خبر پڑھی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ مجھے جب کبھی مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو مرحوم کو دیکھ کر یہ مصرع میری زبان پر جاری ہو جایا کرتا تھا:

دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے“<sup>۲</sup>

۱ الفضل قادیان ۲۶ جون ۱۹۳۱ء

۲ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۲۸۷

## وفات کی خبر مختلف رسائل میں

ہمہ گیر و ہمہ رس انشا پرداز:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا انتقال ادب اردو کے لیے بہت بڑا نقصان تھا جو ادبی حلقوں میں بہت محسوس کیا گیا۔ مثلاً ”ادبی دنیا“ کے ایڈیٹر جناب احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۳-۱۹۵۱ء) نے اپنے رسالہ میں آپ کی تصویر دے کر یہ نوٹ شائع کیا کہ

”دنیاۓ ادب اس ماہ اردو کے نامور بلند نظر اور فاضل ادیب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی محروم ہو گئی۔ آپ نہایت قابل انشا پرداز تھے۔ اردو کا کوئی حصہ ان کی رشحاتِ قلم سے محروم نہ رہا ہو گا۔ قانون و عدالت کی اہم مصروفیتوں کے باوجود بھی مضامین لکھنے کے لیے وقت نکال لیتے تھے۔ بہت جلد مضمون لکھتے تھے۔ عدالت میں ذرا سی فرصت ملی تو وہیں ایک مضمون لکھ کر کسی رسالہ کی فرمائش پوری کر دی۔ اردو زبان کے بہت سے مضمون نگاروں نے ان کی طرزِ انشا کو سامنے رکھ کر لکھنا سیکھا۔ افسوس کہ ایسا ہمہ گیر و ہمہ رس انشا پرداز موت کے ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔

مرزا صاحب مرحوم سیلف میڈ (خودساز) لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے پٹواری کی حیثیت سے ملازمت شروع کی اور ڈپٹی کمشنر تک ترقی کی۔ آپ مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعودؑ) کے فرزند تھے..... اردو میں بیش قیمت



لٹریچر آپ نے اپنی یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔ علم اخلاق پر آپ کی کتابیں اردو زبان کی قابل قدر تصانیف میں سے ہیں۔“

## محسن علم و ادب:

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ترجمان رسالہ ”حمایت اسلام“ ۹/ جولائی

۱۹۳۱ء نے لکھا:

”یہ خبر گہرے حزن و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے صاحبزادے خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جو پرائونٹل سول سروس کے ایک ہر دل عزیز اور نیک نام افسر تھے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ خان بہادر صاحب مرحوم نے علم و ادب پر جو احسانات کیے ہیں وہ کبھی آسانی سے فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ ان کے شغفِ علمی کا اس امر سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ ملازمت کی انتہائی مصروفیتوں کے باوجود گراں بہا مضامین کے سلسلے میں پیہم جگر کاری کرتے رہے۔ ہمیں مرحوم کے عزیزوں اور دوستوں سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو فردوس کی نعمتیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔“

۱ ادبی دنیا لاہور اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۹

۲ حمایت اسلام، لاہور ۹ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۴

## فصل دوم

### افضالِ الہیہ، خدماتِ جلیلہ، اخلاقِ فاضلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی شکل و شبہت بہت کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی اور کچھ لکھا ہوا پڑھتے وقت گنگنانے کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز سے بالکل ملتی تھی۔ اکثر لوگ ان سے ملاقات کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک کی یاد تازہ کر کے مسرت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ نہایت متواضع اور وسیع الاخلاق انسان تھے۔ قوت تحریر اور زور قلم آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ورثہ میں پایا تھا۔<sup>۱</sup>

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے کام کا طریق کار بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”آپ (آپ) لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر کو پڑھتے بھی جاتے تھے اور آپ کی عادت تھی کہ جب آپ اپنے طور پر پڑھتے تو آپ کے ہونٹوں سے گنگنانے کی آواز آتی تھی اور سننے والا الفاظ صاف نہیں سمجھ سکتا تھا۔ خاکسار

نے مرزا سلطان احمد صاحب کو پڑھتے سنا ہے ان کا طریق حضرت صاحب کے طریق سے بہت ملتا ہے۔“

## حضرت اقدس<sup>۱</sup> کے مکان میں:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے مکان میں رہنے کا شرف حاصل رہا، جس کی تصدیق بعض روایات کرتی ہیں۔

۱۸۷۷ء میں حضرت اماں جان کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب کا تبادلہ کچھ عرصہ کے لیے قادیان میں ہو گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں اُن دنوں میں حضرت صاحب رہتے تھے۔ آج کل وہ کمرہ مرزا سلطان احمد صاحب کے قبضہ میں ہے۔<sup>۲</sup>

اسی طرح حضرت میاں معراج الدین عمر صاحب کی ایک روایت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش اُس مکان میں ہوئی جو حضور علیہ السلام کا آبائی گھر تھا، جو بعد میں صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اور ان کی اولاد کے پاس آیا۔<sup>۳</sup>

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۱۵

۲ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۴۴

۳ الحکم ۱۴/ اگست ۱۹۳۵ء

## حضرت اقدسؑ کی میزبانی کا شرف:

۱۸۹۰ء حضرت اقدس علیہ السلام کئی ماہ تک شدید بیمار رہے حتیٰ کہ بظاہر زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ بیماری کا یہ حملہ مارچ ۱۸۹۰ء کے آخری ہفتہ میں ہوا۔ مئی میں آپ ڈاکٹری علاج کے لیے لاہور تشریف لائے اور اپنے فرزند اکبر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نائب تحصیلدار کے مکان پر ٹھہرے اور مشہور ناولسٹ مسٹر احمد حسین کے والد ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے زیر علاج رہے۔<sup>۱</sup>

حضرت اقدسؑ اُس وقت تک جبکہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں تھے اگر کبھی لاہور تشریف لے جاتے تو ان کے پاس قیام کرتے تھے۔ یہ ان کی سعادت مندی کا ثبوت ہے۔<sup>۲</sup>

## حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی شفقت:

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ گھر میں کوئی بیمار ہوا تو رات کے وقت حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی خدمت میں بھیجا۔ خاکسار حضرت خلیفۃ اولؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بیمار دیکھنے کے لیے عرض

۱ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۳۸۴

۲ حیات احمد جلد دوم صفحہ ۳۹۶ - جدید ایڈیشن

کیا۔ آپ نے معائنہ کے بعد دوا تجویز کی۔ حضرت مرزا سلطان صاحب رات بے وقت تکلیف دینے پر معذرت کرنے لگے۔ حضرت خلیفہ اولؑ نے وفورِ محبت سے آپ کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور فرمایا: ”میاں! تکلیف کیسی؟ ہم تو تمہارے غلام بلکہ تمہارے غلاموں کے بھی غلام ہیں۔“

## لابیریری کی معاونت:

دسمبر ۱۹۱۶ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی تمام بیش بہا کتابوں کا ذخیرہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کر دیا اور صدر انجمن احمدیہ نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتب خانہ اور تشیخ اور ریویو کی لابیریری میں اسے مدغم کر کے ایک مستقل مرکزی لابیریری ”صادق لابیریری“ کے نام پر قائم کر دی۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنی لابیریری بھی اس میں شامل کر دی۔ ۱۹۳۷ء میں اس کا بیشتر حصہ قادیان میں رہ گیا۔ تاہم جو کتابیں بھی لائی جاسکیں وہ از سر نو مرتب کی گئیں اور دوبارہ ربوہ میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ کے ارشاد پر مئی ۱۹۵۲ء کو یہ مرکزی لابیریری اور حضور کی ذاتی لابیریری دونوں ملا کر ایک کر دی گئیں اور اس مجموعہ کا نام خلافت لابیریری رکھا گیا۔<sup>۲</sup>

۱ بروایت صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

۲ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۹۴

## مدرسہ تعلیم الاسلام کو عطیہ:

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب جن کا نکاح لاہور ہو چکا تھا۔ آپ اپنی دلہن کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے دلہا دلہن حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے حضور حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اس کے بعد قادیان میں بھی ولیمہ ہوا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے اس خوشی میں مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کو ایک سو روپیہ دیا اور پھر جلد واپس تشریف لے گئے۔

## ”حیات احمد“ کی تالیف میں معاونت:

آپ کی خدمات میں اس خدمت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے کئی واقعات کے راوی اور آپ کی سیرت کے کئی پہلوؤں کے شاہد ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے کئی روایات ایسی بیان فرمائیں جو آج جماعتی تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ”حیات احمد“ کے کئی واقعات کی تصدیق و توثیق یا اصلاح بھی فرمائی۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب مؤلف ”حیات احمد“ تحریر فرماتے ہیں:

”میں نے خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب مرحوم سے بھی واقعات اور حالات کی توثیق کرائی۔ اس کے متعلق میرا طریق عمل یہ

تھا کہ میں خان بہادر صاحب سے بعض واقعات بیان کرتا اور ان سے توثیق چاہتا اور وہ ان کو، اگر وہ صحیح ہوتے تو اسی طرح تصدیق کرتے اور یا جو اس میں اصلیت ہوتی اس کو بیان کر دیتے۔ مرزا فضل احمد صاحب مرحوم سے مجھے بہت زیادہ وقت نہیں ملا۔“

## سفر ولایت اور حج بیت اللہ:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۴ء میں سفر ولایت بھی کیا اور حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہِ نبی کریم سے بھی مشرف ہوئے تھے۔<sup>۲</sup>  
آپ کے سفر یورپ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”انگریزوں کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے دولت مند ہیں حالانکہ ان میں بڑے بڑے غریب بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور نے ایک دفعہ سنایا کہ جب وہ لنڈن میں تھے تو ایک دن جس مکان میں وہ رہتے تھے اس کا کوڑا کرکٹ اٹھا کر خادمہ نے جب باہر پھینکا تو ایک انگریز لڑکا دوڑ کر آیا اور اس نے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں سے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر کھالیا۔“<sup>۳</sup>

۱ حیات احمد جلد اول صفحہ ۴۲۷، ۴۲۸۔ جدید ایڈیشن

۲ نیرنگ خیال جوہلی نمبر۔ مئی جون ۱۹۳۴ء، ص ۲۹۲

۳ خلافتِ راشدہ، انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۹

## آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی میں شرکت:

ہندوستان کے مسلمان، ہندو اور دیگر قومیں انگریزوں سے آزادی کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔ کانگریس کی منعقدہ آل پارٹیز کنونینشن میں مسلمانوں کے مطالبات کو پامال کر دیا گیا، جس کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد نہ ہو سکا۔ نتیجہً مسلمانوں کی تمام مشہور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے نمائندے دہلی میں جمع ہوئے اور ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء سے ۲ جنوری ۱۹۲۹ء تک آل انڈیا مسلم کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں مختلف جماعتوں کے نمائندے اور سربر آوردہ ارکان شامل ہوئے۔ ان سربر آوردہ لوگوں میں جناب مرزا سلطان احمد صاحب بھی شامل تھے۔<sup>۱</sup>

## خاندان کے بارہ میں حکام کے خطوط و سندات:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے آباؤ اجداد ایک بہت بڑی ریاست کے خود مختار مالک تھے اور ان کے مغلیہ سلطنت کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے، لہذا ان کو مغلیہ سلطنت سے گاہے گاہے خوشنودی کی اسناد اور تعریفی خطوط موصول ہوتے رہتے تھے، جو صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس محفوظ تھے اور انھوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب<sup>۲</sup> کو دیے جو سیرت المہدیٰ میں درج ہو کر اب جماعتی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔<sup>۲</sup>

۱ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۸۳ و ۱۱۷۔ جدید ایڈیشن

۲ سیرت المہدی، جلد اول روایت نمبر ۷۲۱



## بیٹے کے استاد کی تکریم:

حضرت ماسٹر عبدالرحمن صاحبؒ سابق مہر سنگھ بیان کرتے ہیں:

صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب (نبیرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے جب دسویں جماعت کا امتحان دینا تھا تو میں ان کو گھر میں پڑھایا کرتا تھا۔ میں ان کے ساتھ بیٹا گیا جہاں انہوں نے امتحان دینا تھا اور ان کے امتحان کے لیے جانے سے قبل میں دو نفل پڑھتا تھا۔ ایک روز میں نے سلام پھیرتے ہی جلدی سے انھیں کہا کہ فلاں سوال نہیں آتا تو جلدی سے کر لو، یہ امتحان میں آئے گا۔ چنانچہ وہ سوال امتحان میں آگیا۔ ان کے کامیاب ہونے پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک تھالی مٹھائی اور بیس روپے بھجوائے۔ ماسٹر صاحب نے روپے لینے کی بجائے یہ پسند کیا کہ محلہ دارالفضل والی سات آٹھ کنال اراضی کے مالکانہ حقوق ان کو منتقل کر دیے جائیں جو آپ نے خرید کی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے ایسا ہی کر دیا۔<sup>۱</sup>

## بیٹے کو نصائح:

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ

”جب ہمارے والد صاحب ملازم ہوئے تو دادا جان صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے تین باتیں انھیں بطور نصیحت بیان فرمائیں۔ فرمایا:

پہلی بات جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ تم کبھی اس کے مرتکب نہ ہو گے یعنی رشوت نہیں لو گے۔

دوسرے اگر کبھی تمہارا کوئی ماتحت کسی سے تھوڑے بہت پیسے لے لے تو اس پر زیادہ سختی نہ کرنا۔

تیسرے اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے تو اسے انتظار نہ کروانا۔“  
محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے مؤخر الذکر بات سے متعلق بتایا کہ ہم نے ہمیشہ یہ بات والد صاحب کی زندگی میں مشاہدہ کی ہے کہ وہ کبھی کسی کو انتظار نہ کرواتے تھے اور ہمیشہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ آنے والے کی طرف دھیان رہے۔ جب آنے والے کو دیکھتے تو فوراً بلا لیتے۔<sup>1</sup>

## غیرتِ دینی:

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک واقعہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک انگریز افسر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہت بیہودہ گوئی کی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے اسے کہا دو عورتیں ہیں جن پر الزام تراشی کی جاتی ہے ایک وہ تھی جو کنواری ہوتے ہوئے حاملہ ہو گئی اور ایک

1 نصح اور غیرتِ دینی کا واقعہ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان نے خاکسار سے بیان کیا۔ (موکلف)

شادی شدہ ہو کر بھی حاملہ نہ ہوئی۔ اس جواب پر وہ انگریز افسر شرمندہ اور لاجواب ہو کر رہ گیا۔

## لیکھرام کو مباحثے کا چیلنج:

آریاساج کالیڈر پنڈت لیکھرام ۱۹/ نومبر ۱۸۸۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نشان نمائی کی دعوت کے سلسلہ میں مرزا نظام الدین وغیرہ کی ترغیب پر قادیان آیا تھا۔ لیکھرام اپنی مجلسوں میں بھی اسلام پر سوقیانہ حملے کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی اطلاع مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو ہوئی اور ان کو غیرت دینی کے لیے اس قدر جوش آیا کہ انھوں نے لیکھرام کو مباحثے کا چیلنج دیا۔ یہ شوخی لیکھرام کی مسئلہ جنت پر تھی۔ قادیان کے مسلمانوں میں بھی جوش پیدا ہو گیا اور مرزا سلطان احمد صاحب پورے تیار ہو کر بازار کو چلے بھی گئے مگر عقلمند ہندوؤں نے سمجھا کہ اس میں خیر نہ ہوگی۔ اس وقت کو ٹلا دیا اور لیکھرام کو باہر نہ آنے دیا۔<sup>۱</sup>

## عیسائیوں سے قلمی جنگ کا شوق:

سلسلہ احمدیہ کے اولین مؤرخ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی دینی غیرت کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”منشی نبی بخش صاحب پٹواری کو ہمارے قادیان کے احباب اکثر جانتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں قادیان میں خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے مختار اور ان کی طرف سے سربراہ نمبر دار بھی رہے ہیں۔ انھی ایام میں خود خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی عیسائیوں سے قلمی جنگ کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اخبار نور افشاں کے جواب میں لمبے لمبے مضامین بنگلور کے اخبار منشورِ محمدی میں لکھا کرتے تھے۔ یہ شوق ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اتباع میں پیدا ہوا تھا، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلمی جنگ کا بھی اعلان ہو چکا تھا اور منشورِ محمدی کے صفحات آپ کے مضامین کے رہیں منت ہیں۔“

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو عیسائیوں سے قلمی جنگ کا شوق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباع میں ہوا تھا۔ اس بات کا مزید ثبوت حضرت مولانا یعقوب علی عرفانی صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بدءِ شباب کے ساتھ ہی عیسائی مذہب کے حملوں سے واقف ہو چکے تھے اور چونکہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اس لیے مرزا سلطان احمد صاحب کی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں یہ نظر آتا ہے کہ حضرت اقدس بڑے جوش اور جرأت سے عیسائی مذہب کے خلاف قلم اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

”عیسائی مذہب کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش ایک پلڑے میں ہو تو آپ کا پلڑا بھاری ہو گا۔“<sup>۱</sup>

### عیسائی پادریوں سے مباحثہ:

قادیان میں بعض عیسائی مشنری پادری بیٹ مین وغیرہ آجایا کرتے تھے، مگر ان میں سے کبھی کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گفتگو نہیں کرتا تھا، بلکہ بازار وغیرہ میں وعظ وغیرہ کہہ کر واپس چلے جاتے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو البتہ شوق پیدا ہو گیا تھا اور وہ التزام کے ساتھ عیسائیوں کے رد میں مضامین لکھنے لگے تھے اور اگر موقع ملتا اور قادیان کوئی مشنری آجاتا تو اس سے مباحثہ کر لیتے تھے۔<sup>۲</sup>

### صاحبِ کردار:

آپ بڑے محنتی، جفاکش، کام کرنے والے، کام سے نہ تھکنے نہ اکتانے والے، بے خوف، جری دل، عادل اور انصاف پسند انسان تھے۔ انصاف کا خون کر دینے والی تمام کمزوریوں کے دشمن تھے۔ عدل و انصاف کے قیام کی راہ میں آپ بڑی سے بڑی ہستی سے بھی ٹکرا جانے کی معمولی بات بلکہ اپنا اہم

۱ حیات احمد جلد اول صفحہ ۴۰۰-جدید ایڈیشن

۲ حیات احمد جلد اول صفحہ ۴۱۶، ۴۱۷-جدید ایڈیشن

فرض خیال کرتے تھے۔ آپ انگریزی قوم یا گورنمنٹ انگریزی کے بہت مداح تھے۔ اس گورنمنٹ کو بہترین گورنمنٹ خیال کرتے تھے اور تحریر و تقریر میں اعلان کرتے تھے کہ انگریزی حکومت ہندوستانوں کے لیے موجودہ حالات میں رحمتِ الہی ہے اور ان کے خلاف کسی قسم کی سیاسی شورش کو نا مناسب اور خدا کے حضور میں گناہ اور احسان فراموشی خیال کرتے تھے لیکن باوجود اس عقیدہ کے اپنے فرائض کی بجا آوری اور اپنے اختیارات کے استعمال اور قیام عدل میں ان پر کبھی بھی دولت کا جادو، حُسن کا سحر، حکومت کا اثر، انگریز کا رعب اور عصبیتِ دین کا جذبہ کچھ بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔'

## تبلیغِ احمدیت:

محترم چودھری عبدالقدیر چٹھہ صاحب درویشِ قادیان سلسلہ کے معروف خدمت گزاروں میں سے ہیں۔ قادیان میں نظارتِ امور عامہ اور محاسب جیسے اہم شعبوں کے علاوہ بطور وکیل اعلیٰ تحریکِ جدید بھی خدمت کی توفیق پائی۔ وفات کے وقت ناظر بیت المال خرچ اور افسر دارالضیافت دونوں مناصب پر فائز تھے۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی، ربوہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغِ احمدیت کا بھی موقع دیا۔ محترم چودھری عبدالقدیر چٹھہ صاحب ہمیں بتایا کرتے تھے

کہ ان کے دادا چودھری غلام حسین چٹھہ صاحب کو صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب احمدیت کے بارہ میں کتابیں پڑھنے کے لیے دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کے قبول احمدیت میں صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا بھی کردار ہے۔<sup>۱</sup>

مکرم چودھری عبدالواسع چٹھہ صاحب نائب ناظر امور عامہ قادیان ابن مکرم چودھری عبدالقدیر چٹھہ صاحب نے بتایا کہ مکرم چودھری غلام حسین چٹھہ صاحب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے دفتر میں بطور پٹواری کام کرتے تھے اور چونکہ مذہب سے دلچسپی رکھتے تھے اس لیے صاحبزادہ صاحب ان کو جماعتی کتب و رسائل پڑھنے کے لیے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی بیعت کر لی تھی لیکن قادیان نہ آسکے۔

## امانت و دیانت:

مکرم محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب نگران ریسرچ سیل و قبر مسیح سیل اور صدر نور فاؤنڈیشن (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ، ربوہ) بیان کرتے ہیں:

”میں نے سنا ہے کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا قلم اس قدر رواں تھا کہ دو مقدموں کے دوران میں جو تھوڑا سا وقت ملتا تھا اس میں مضمون لکھ لیتے تھے اور خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ مضمون وغیرہ لکھنے کے لیے

---

۱ یہ واقعہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے خاکسار سے بیان کیا۔  
(موکلف)

سرکاری قلم استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ ذاتی قلم دوات رکھی ہوئی تھی۔ دفتر کا قلم صرف دفتری امور کے لیے مختص تھا۔“

آپ کے اخلاق اور عظیم کردار کے بارہ میں مزید جاننے کے لیے کتاب ہذا کے باب دوم کا مطالعہ کرنا مفید ہو گا جس میں آپ کی ملازمت کے دوران میں پیش آنے والے واقعات درج ہیں، جن سے آپ کی نیک سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔



## فصل سوم

### حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات والہامات

اس موضوع پر مکرم محترم غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ پاکستان کا الفضل قادیان مورخہ ۴/ اگست ۱۹۳۱ء میں تحریر کردہ مضمون ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

”ماہ رمضان گذشتہ میں میں نے اخبار الفضل کے ذریعہ ظاہر کیا تھا کہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب کے احمدی ہونے اور بالخصوص بیعتِ خلافت سے مشرف ہونے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ خدا تین کو چار کرے گا اپنے نئے رنگ اور نئی شان میں پوری ہوئی۔ اب میں حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اور نشانات جو پورے ہوئے بیان کرتا ہوں۔

”اس کی موت کے دن صلح ہوگی“:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب سراج منیر صفحہ ۷۹ پر پینتیسویں پیشگوئی میں شیخ محمد حسین بٹالوی کا ذکر کیا ہے اور پھر ایک خواب بیان فرمایا ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

”پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص، جس کا نام سلطان بیگ ہے، جان کنڈن میں ہے۔ میں نے کہا کہ عنقریب وہ مر جائے گا، کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہوگی۔“

تشریح: سلطان بیگ کے نام سے ظاہر ہے کہ جس شخص کا ذکر ہے وہ قوم کا مغل ہے۔ پھر یہ وہ سلطان بیگ ہے جو خواب آنے کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مخالف ہے، اس لیے صلح کا محتاج ہے۔ جان کنڈن میں ہونے سے مراد وہ لمبی بیماری ہے جس میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بہت مدت تک مبتلا رہے اور بالآخر چلنے پھرنے کے بھی ناقابل ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیعت لینے کے لیے آپ کے پاس جانا پڑا۔ موت کے دن سے مراد موت کا سال ہے، کیونکہ مذہبی اصطلاح میں کبھی دن سال کے برابر ہوتا ہے۔ اس جگہ دن ایک سال کے برابر ہے اور خواب کی یہ تعبیر ہوئی کہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب کی موت کے سال صلح ہوگی اور وقوع میں بھی یہی آیا ہے کہ آپ کی صلح یعنی بیعت کا دن یعنی سال ابھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر شیخ محمد حسین بٹالوی کے ذکر میں آپ کا ذکر اس لیے آیا کہ آپ کو شیخ صاحب مذکور سے مخالفت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر رجوع یا صلح میں ایک گونہ مناسبت تھی۔

عزیز کے باپ کے سر پر سلطان کا لفظ:

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”۲۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔“<sup>۱</sup>

اس خواب میں جناب میرزا عزیز احمد صاحب کے والد ماجد حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا ذکر ہے۔

”حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار“:

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آج اس موقع کے اثنا میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا کہ بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا ”فتح کا نفاہ بے“۔ پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھائی اور کہا کہ ”دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری“۔ جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی، مگر نہایت رعب ناک، جیسے سپہ سالار مسلح فتیاب ہوتے ہیں اور تصویر کے بیمین ویسار میں ”حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار“ لکھا تھا۔“<sup>۲</sup>

اس کشف میں اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کا نام سلطان احمد مختار رکھا گیا ہے۔ تاہم اس میں حضور کے بیٹے سلطان احمد کی صلاحیت کی نسبت اشارۃً ذکر ہے۔

۱ ضمیمہ تریاق القلوب ۴، ایشہمار ۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء بحوالہ مکاشفات صفحہ ۱۷۔ تذکرہ صفحہ ۲۸۴ طبع ۲۰۰۴ء

۲ ۲۲/ اکتوبر ۱۸۸۳ء برائین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۱۶، ۵۱۵۔ تذکرہ صفحہ ۸۸

”یہ میرا بیٹا ہے“:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پیشگوئی مصلح موعود ”تین کو چار کرنے والا ہو گا“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”تیسرے اس طرح بھی میں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی میں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔ انہیں حضرت خلیفہ اول پر بڑا اعتقاد تھا مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانہ میں وہ احمدی نہ ہوئے، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رویا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ہدایت مقدر کی ہوئی ہے اور رویا یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ

”مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتا پاسیہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اُس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔“

آپ کا مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ”یہ میرا بیٹا ہے“ بتا رہا تھا کہ اُن کے لیے آپ کی روحانی ذریت میں شامل ہونا مقدر ہے،

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کیے کہ وہ میرے ذریعے سے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی، حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لیے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ بیعت کے بعد انھوں نے خود بتایا کہ میں ایک عرصہ تک اسی وجہ سے بیعت کرنے سے رکتا رہا کہ اگر میں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرتا یا حضرت خلیفہ اول کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر لوں، مگر کہنے لگے آخر میں نے کہا یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ انھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا۔ کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔“

مرزا سلطان احمد صاحب کے سیاہ لباس سے آپ کی وہ حالت انکارِ مسیح موعود علیہ السلام مراد ہے جس میں آپ کی ساری عمر گزری۔ مگر اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے اور یہ وہ حالت رجوع اور صلح تھی جو کہ بیعتِ خلافت کے بعد ظہور میں آئی۔ اس

وقت گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب روحانی طور پر عاق سمجھے گئے تھے۔ بیعتِ خلافت کے بعد ہی حقیقتاً روحانی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے کہلائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ نے بھی آپ کی بیعت کے بعد آپ کے اخلاص کا ذکر کیا ہے۔ پھر آپ کے بحیثیت فرشتہ گرسی پر بیٹھنے کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ روحانی طور پر معزز اور مکرم ہو گئے، جس کا ذکر اس الہام الہی میں بھی ہے: وَلَا تُبْقِي لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا ۱ یعنی ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی باقی نہیں چھوڑیں گے جو موجب رسوائی اور طعن و تشنیع ہو۔ چنانچہ میرزا سلطان احمد صاحب کا سیاہ لباس یعنی مخالفت مسیح موعود علیہ السلام مخزیاتِ ذکر میں شامل تھا۔ پھر آپ کی بیعت کے بعد فرشتہ ہو جانے سے یہ الہام الہی پورا ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رعب دوبالا ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذلک

”پاس ہو جائے گا“:

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارے میں الہام ہوا تھا ”پاس ہو جائے گا۔“  
 ۲۳/ نومبر ۱۹۰۳ء بمطابق ۲/ رمضان کو میں نے دیکھا کہ سلطان احمد کی تائی مسماۃ حرمت بی بی ایک مکان پر جو سکھوں کے دھرمسالہ سے مشابہ

ہے میرے پاس آئی اور لڑائی کا ارادہ رکھتی ہے اور کھڑی ہو کر میری طرف ایک سوٹا چلایا جو سیاہ رنگ کا تھا۔ میں نے اپنی سفید سوٹی سے اس کو روک دیا۔ بعد اس کے میں نے اس کو کہا کہ اگر میں نفسانی آدمی ہوں تو تم مجھے فنا کر سکتی ہو، لیکن اگر میں نفسانی آدمی نہیں تو تم مجھے فنا نہیں کر سکتیں۔<sup>۱</sup>

خدا کا کلام ذوالوجہ اور ذوالمعنی ہوا کرتا ہے۔ عمومی بالا تشریح کے علاوہ ایک اور تشریح اس الہام کی واقعات کے رو سے ہو گئی ہے اور وہ اس طرح کہ میرزا سلطان احمد صاحب احمدی ہو گئے اور مبائعین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ میں شامل ہو گئے۔ اسی حالت میں انجام بخیر کے ساتھ وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ اس بہشتی مقبرہ میں جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا ”كُلُّ مَقَابِرِ الْأَرْضِ لَا تُقَابِلُ هَذِهِ الْأَرْضَ“<sup>۲</sup> پھر جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ”خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔“<sup>۳</sup>

غرضیکہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اس دارالابتلاء کے روحانی امتحان میں بھی پاس ہو گئے۔ ذلک هو الفوز العظیم۔

غرض میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی حالت انکار بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان تھی اور پھر آپ کا احمدی

۱ تذکرہ صفحہ ۲۱۴

۲ بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ ۱۹۰۷ء

۳ رسالہ الوصیت حاشیہ صفحہ ۲۲

ہونا اور بیعتِ خلافت کرنا اور اسی حالت میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے۔“

یہاں مکرم محترم غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ پاکستان کا تحریر کردہ مضمون ختم ہو جاتا ہے۔ اسی موضوع سے متعلق مزید کچھ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

**ایک فرشتہ سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے:**

۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک زور آور زلزلے کا نشان ظاہر ہوا جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علاوہ دیگر پیشگوئیوں کے ۳/اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک روایا بھی دیکھی جو آپ نے کئی ایک کو سنائی۔ ملفوظات جلد چہارم میں یہ روایا اس طرح مذکور ہے:

”۳/اپریل ۱۹۰۵ء۔ روایا: دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سر تا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہو گئے اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی۔ اُن کے اس طرز کے لکھنے میں ایک رعب تھا۔ میں پاس کھڑا ہوں کہ بیداری ہو گئی۔“<sup>۲</sup>

۱ افضل قادیان مورخہ ۴/اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۶

۲ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۵



اس روایا کے کئی تعبیریں ہو سکتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؑ کے نزدیک اس روایا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے لیے ہدایت مقدر کی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ روایا درج کر کے آپؑ بیان فرماتے ہیں:

”آپؑ کا مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ’یہ میرا بیٹا ہے‘ بتا رہا تھا کہ ان کے لیے آپؑ کی روحانی ذریت میں شامل ہونا مقدر ہے، مگر حضرت مسیح موعودؑ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے زمانے میں وہ احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کیے کہ وہ میرے ذریعے سے احمدیت میں داخل ہو گئے۔“

سلطان احمد آئے ہوئے ہیں:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات میں آپ کے بارہ میں ایک اور روایا کا ذکر ملتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جب حضورؑ نماز ظہر کے لیے تشریف لائے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؑ نے بیان کیا کہ رات کو میں نے خواب دیکھا کہ سلطان احمد (حضور کے لڑکے) آئے ہوئے ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

”میرے گھر میں ایک ایسی ہی خواب آئی تھی اس کی وہی تعبیر بتلائی جو آپ نے سمجھی یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشان ظاہر ہو گا۔ سلطان سے مراد براہین اور نشان ہوا کرتا ہے۔“<sup>۲</sup>

۱ الموعود۔ انوار العلوم جلد ۱، صفحہ ۶۳۶

۲ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۰

”اے عمی! بازی خویش کردی“:

مرزا غلام قادر صاحب کے انتقال ہونے سے دو تین دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھایا گیا کہ گویا مرزا سلطان احمد صاحب مرزا غلام قادر صاحب کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں کہ

”اے عمی! بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی“

یعنی: اے چچا! تو اپنی جان پر کھیل گیا اور مجھے بہت افسوس میں چھوڑ گیا۔<sup>۱</sup> اس واقعہ کو بہتر ہو گا کہ حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں لکھ دیا جائے۔

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

”اپنے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی وفات کی نسبت پیشگوئی ہے جس میں میرے ایک بیٹے کی طرف سے بطور حکایت عن الغیر مجھے یہ الہام ہوا۔ ”اے عمی! بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی“ یہ پیشگوئی بھی اس شرمیت آریہ کو قبل از وقت بتلائی گئی تھی اور اس الہام کا مطلب یہ تھا کہ میرے بھائی کی بے وقت موت ہو گی، جو موجبِ صدمہ ہو گی۔ جب یہ الہام ہوا تو اس دن یا اس سے ایک دن پہلے شرمیت مذکور کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے امین چند رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ ”اے عمی! بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی“ اور ہنوز اس الہام کے میرے پر معنی نہیں کھلے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اس سے مراد تیرا لڑکا امین چند ہی نہ ہو کیونکہ تیری میرے پاس آمد و رفت بہت ہے اور

الہامات میں کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ کسی تعلق رکھنے والے کی نسبت الہام ہوتا ہے۔ وہ یہ بات سن کر ڈر گیا اور اس نے گھر میں جاتے ہی اپنے لڑکے کا نام بدلا دیا۔ یعنی بجائے امین چند کے گوکل چند نام رکھ دیا۔ وہ لڑکا اب تک زندہ ہے اور ان دنوں میں کسی ضلع کے بندوبست میں مسل خوان ہے اور بعد اس کے میرے پر کھولا گیا کہ یہ الہام میرے بھائی کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میرا بھائی دو تین دن کے بعد ایک ناگہانی طور پر فوت ہو گیا اور میرے اس لڑکے کو اس کی موت کا صدمہ پہنچا اور اس پیچ میں آ کر شرمپت مذکور جو سخت متعصب آریہ ہے گواہ بن گیا۔“

غرض جس طرح پر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات کی خبر قبل از وقت آپ کو دی گئی تھی اپنے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی وفات کی خبر بھی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت دی اور یہ واقعہ ۱۸۸۳ء میں ہوا۔

## درشنی آدمی:

اس الہام کی تائید میں ایک اور مبشر رویا بھی حضرت والد صاحب قبلہ کی وفات کے دوسرے یا تیسرے دن آپ نے دیکھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

”اس عاجز کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اوقات خواب یا کشف میں روحانی امور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر مثل انسان نظر آجاتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب غفر اللہ لہ جو ایک معزز رئیس اور

اپنی نواح میں عزت کے ساتھ مشہور تھے انتقال کر گئے تو ان کے فوت ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں میں نے دیکھی جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارت سے کہا کہ میں گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ میں چلنے کو تھی مگر تیرے لیے رہ گئی۔“

اس رؤیا کے وقت آپ نے دیکھا تھا کہ

گویا اصل مکان موجودہ مرزا سلطان احمد صاحب والے میں ایک دالان میں بیٹھا ہوں۔ مغربی کوٹھڑی سے ایک برقعہ پوش عورت نکلی۔ انھی دنوں میں میں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور میں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بخت بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اس نے یہ جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔“

## باب پنجم:

روایات حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

منقول از ”سیرت المہدی“

مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ

(۱)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے عزیزم رشید احمد (جو مرزا سلطان احمد صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے) کے ذریعہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود کے سن ولادت کے متعلق کیا علم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے ۱۸۳۶ء میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔

(۲)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے افسر ڈاک کی معرفت مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ کی پیدائش کس سال کی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔

---

۱ جماعت میں ”مولانا عبد الرحیم درد صاحبؒ“ کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ آئندہ صفحات میں بھی مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے سے مراد حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؒ ہی ہیں۔

بعض کاغذوں میں تو ۱۸۶۳ء لکھا ہے مگر ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش ۱۹۱۳ء بکرمی کی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے ۱۹۱۳ء بکرمی والی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ دوسرے قرائن اس کے مؤید ہیں۔ نیز یہ بات بھی کہ ہندو عموماً جنم پتری کی حفاظت میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب کی بنتی ہے اور اگر اُس وقت حضرت صاحب کی عمر اٹھارہ سال سمجھی جاوے تو آپ کا سن ولادت وہی ۱۸۳۷ء کے قریب پہنچتا ہے۔ پس ثابت ہو ا کہ ۱۸۳۶ء والی روایت صحیح ہے۔

اس کا ایک اور بھی ثبوت ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے (دیکھو التبلیغ آئینہ کلمات اسلام) اور بیان بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہمارے خاندان کے مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے اور فراخی میسر آگئی تھی اور اسی لیے وہ میری پیدائش کو مبارک سمجھا کرتی تھیں۔ اب یہ قطعی طور پر یقینی ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہی خاندان کے مصائب کے دن دُور ہو کر فراخی شروع ہو گئی تھی اور قادیان اور اُس کے ارد گرد کے بعض مواضع دادا صاحب کو راجہ رنجیت سنگھ نے بحال کر دیے تھے اور اپنے ماتحت دادا صاحب کو معزز فوجی عہدہ بھی دیا تھا اور راجہ کے ماتحت دادا صاحب نے بعض فوجی

خدمات بھی سرانجام دی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت صاحب کی پیدائش بہر حال راجہ رنجیت سنگھ کی موت یعنی ۱۸۳۹ء سے کچھ عرصہ پہلے ماننی پڑے گی۔ لہذا اس طرح بھی ۱۸۳۶ء والی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ وهو المراد اور جو حضرت صاحب نے ۱۸۳۹ء لکھا ہے اس کو خود آپ کی دوسری تحریریں رد کر رہی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آپ نے ۱۹۰۵ء میں اپنی عمر ۷۰ سال بیان کی ہے اور وہاں یہ بھی لکھا ہے یہ تمام اندازے ہیں۔ صحیح علم صرف خدا کو ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری تحقیق میں اوائل ۱۲۵۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

(۳)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میں بچپن میں والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تاریخ فرشتہ، نحو میر اور شائد گلستان بوستاں پڑھا کرتا تھا اور والد صاحب کبھی کبھی پچھلا پڑھا ہوا سبق بھی سنا کرتے تھے مگر پڑھنے کے متعلق مجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ حالانکہ میں پڑھنے میں بے پروا تھا لیکن آخر دادا صاحب نے مجھے والد صاحب سے پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ میں نے سب کو ملاں نہیں بنا دینا۔ تم مجھ سے پڑھا کرو مگر ویسے دادا صاحب والد صاحب کی بڑی قدر کرتے تھے۔

(۴)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ والد صاحب اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی چنانچہ آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ کھڑکی سے اترنے لگے تھے سامنے سٹول رکھا تھا وہ اُلٹ گیا اور آپ گر گئے اور دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ اس ہاتھ سے آپ لقمہ تو منہ تک لے جاسکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔

(۵)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب باہر چوبارے میں رہتے تھے وہیں اُن کے لیے کھانا جاتا تھا اور جس قسم کا کھانا بھی ہوتا تھا کھا لیتے تھے۔ کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔

(۶)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یعنی قرآن مجید، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔



(۷)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب میاں عبداللہ صاحب غزنوی اور سماں والے فقیر سے ملنے کے لیے کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی ملاقات کا ذکر حضرت صاحب نے اپنی تحریرات میں کیا ہے اور سماں والے فقیر کے متعلق شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ اُن کا نام میاں شرف دین صاحب تھا اور وہ موضع سم نزد طالب پور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ سم میں پانی کا ایک چشمہ ہے اور غالباً اسی وجہ سے وہ سم کہلاتا ہے۔

(۸)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے۔ یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو وہ اُن کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا ہوں۔

(۹)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے

رہتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا ایک ڈھیر لگا رہتا تھا۔ شام کو پہاڑی دروازے یعنی شمال کی طرف یا کبھی مشرق کی طرف سیر کرنے جایا کرتے تھے۔

(۱۰)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

(۱۱)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب دادا صاحب کی کمال تابعداری کرتے تھے افسروں وغیرہ کے ملنے کو خود طبیعت ناپسند کرتی تھی لیکن دادا صاحب کے حکم سے کبھی کبھی چلے جاتے تھے۔

(۱۲)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ حضرت صاحب کے ابتدائی حالات و عادات کے متعلق آپ کو جو علم ہو وہ بتائیں تو انھوں نے جواب دیا کہ والد صاحب ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے تھے۔ گھر والے اُن پر پورا اعتماد کرتے تھے۔ گاؤں والوں کو بھی اُن پر پورا اعتبار تھا۔ شریک جو ویسے مخالف تھے اُن کی نیکی کے اتنے قائل تھے کہ جھگڑوں میں کہہ دیتے تھے کہ جو کچھ یہ کہہ دیں گے ہم کو منظور ہے۔ ہر شخص اُن کو امین جانتا تھا۔

مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ کچھ اور بتائیے۔ مرزا صاحب نے کہا اور بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری اور مرزا صاحب نے اسے بار بار دہرایا۔

مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔ بعض اوقات مجھے نماز کے لیے کہا کرتے تھے مگر میں نماز کے پاس تک نہ جاتا تھا۔ ہاں ایک بات میں نے خاص طور پر دیکھی ہے کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔

مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو بار بار دُھرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو بس والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ جب دسمبر ۱۹۰۷ء میں آریوں نے وچھو والی لاہور میں جلسہ کیا اور دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت

مولوی صاحب خلیفہ اول کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لیے بھیجا، مگر آریوں نے خلاف وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اُٹھ آئے اور فرمایا کہ یہ پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں بُرا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصّہ سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرت دینی سے کام نہ لیا۔ جب انھوں نے بدزبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اُٹھ آنا چاہیے تھا اور حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ میں اُس وقت اُٹھنے بھی لگا تھا مگر پھر مولوی صاحب کی وجہ سے ٹھہر گیا اور حافظ روشن علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے مجھ سے کہا کہ حافظ صاحب وہ کیا آیت ہے کہ جب خدا کی آیات سے ٹھٹھا ہو تو اس مجلس میں نہ بیٹھو۔ اس پر میں نے حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ والی آیت پڑھ کر سنائی اور حافظ صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت مولوی صاحب سر نیچے ڈالے بیٹھے تھے۔

(۱۳)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میاں جان محمد والد صاحب کے ساتھ بہت رہتا تھا اور

میاں جان محمد کا بھائی غفارہ والد صاحب کے ساتھ سفروں میں بعض دفعہ بطور خدمت گار کے جایا کرتا تھا اور بعض دفعہ کوئی اور آدمی چلا جاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں جان محمد قادیان کا ایک نیک مزاج مُلا تھا اور حضرت صاحب کے ساتھ بہت تعلق رکھتا تھا۔ اوائل میں بڑی مسجد میں نماز وغیرہ بھی وہی پڑھایا کرتا تھا غالباً حضرت خلیفہ ثانی کو بھی بچپن میں اُس نے پڑھایا تھا۔ غفارہ اُس کا بھائی تھا۔ یہ شخص بالکل جاہل اور ان پڑھ تھا اور بعض اوقات حضرت صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔ بعد میں جب قادیان میں آمد و رفت کی ترقی ہوئی تو اُس نے کیے بنا کر یگہ بانی شروع کر دی تھی۔ اس کے لڑکے اب بھی یہی کام کرتے ہیں۔ بوجہ جاہل مطلق ہونے کے غفارے کو دین سے کوئی مس نہ تھا مگر اپنے آخری دنوں میں یعنی بعہد خلافت ثانیہ احمدی ہو گیا تھا۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت صاحب کی نصیحت سے غفارے نے اوائل میں جب وہ حضرت صاحب کی خدمت میں تھا، نماز شروع کر دی تھی مگر پھر چھوڑ دی۔ اصل میں ایسے لوگ اعراب کے حکم میں ہوتے ہیں مگر جان محمد مرحوم نیک آدمی تھا اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا۔ اُس کے لڑکے میاں دین محمد مرحوم عرف میاں بگّا کو ہمارے اکثر دوست جانتے ہوں گے۔ قوم کا کشمیری تھا۔

(۱۴)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کے ہمارے ساتھ بہت کم تعلقات تھے۔ یعنی

میل جول کم تھا وہ ہم سے ڈرتے تھے اور ہم اُن سے ڈرتے تھے۔ (یعنی وہ ہم سے الگ الگ رہتے تھے اور ہم اُن سے الگ الگ رہتے تھے کیونکہ ہر دو کا طریق اور مسلک جدا تھا) اور چونکہ تایا صاحب مجھے بیٹوں کی طرح رکھتے تھے اور جائیداد وغیرہ بھی سب انھی کے انتظام میں تھی۔ والد صاحب کا کچھ دخل نہ تھا اس لیے بھی ہمیں اپنی ضروریات کے لیے تایا صاحب کے ساتھ تعلق رکھنا پڑتا تھا۔

(۱۵)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کی ایک بہن ہوتی تھیں اُن کو بہت خواب اور کشف ہوتے تھے مگر دادا صاحب کی اُن کے متعلق یہ رائے تھی کہ اُن کے دماغ میں کوئی نقص ہے لیکن آخر انھوں نے بعض ایسی خوابیں دیکھیں کہ دادا صاحب کو یہ خیال بدلنا پڑا۔ چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ کوئی سفید ریش بڈھا شیخ اُن کو ایک کاغذ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے بطور تعویذ کے دے گیا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو ایک بھوج پتر کا ٹکڑہ ہاتھ میں تھا۔ جس پر قرآن شریف کی بعض آیات لکھی ہوئی تھیں۔ پھر انھوں نے ایک اور خواب دیکھا کہ وہ کسی دریا میں چل رہی ہیں جس پر انھوں نے ڈر کر پانی پانی کی آواز نکالی اور پھر آنکھ کھل گئی دیکھا تو اُن کی پنڈلیاں تر تھیں اور تازہ ریت کے نشان لگے ہوئے تھے۔ دادا صاحب کہتے تھے کہ ان باتوں سے خلل دماغ کو کوئی تعلق نہیں۔

(۱۶)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی اور حکیموں نے ناامیدی کا اظہار کر دیا اور نبض بھی بند ہو گئی مگر زبان جاری رہی والد صاحب نے کہا کہ کیچڑ لا کر میرے اوپر اور نیچے رکھو چنانچہ ایسا کیا گیا اور اس سے حالت رُوبہ اصلاح ہو گئی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ یہ مرض تولج زحیری کا تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا تھا کہ پانی اور ریت منگوا کر بدن پر ملی جاوے۔ سو ایسا کیا گیا تو حالت اچھی ہو گئی۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو ریت کے متعلق ذہول ہو گیا تھا۔

(۱۷)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب عموماً غراراً پہنا کرتے تھے مگر سفروں میں بعض اوقات تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ ناظرین بھی سمجھتے ہوں گے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی سب روایات حضرت مسیح موعود کے زمانہ شباب یا کہولت کے متعلق سمجھنی چاہئیں۔ طفولیت یا بڑھاپے کی عمر کے متعلق اگر ان کی کوئی روایت ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ عموماً انھوں نے وہ کسی اور سے سُن کر بیان کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

(۱۸)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے سوال کیا تھا کہ حضرت صاحب سے زیادہ تر

قادیان میں کن لوگوں کی ملاقات تھی؟ مرزا صاحب نے کہا کہ ملا وامل اور شرم پت ہی زیادہ آتے جاتے تھے کسی اور سے ایسا راہ رسم نہ تھا۔

(۱۹)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ ایک دفعہ مسٹر میکائلی ڈپٹی کمشنر گورداسپور قادیان دورہ پر آئے۔ راستہ میں انھوں نے دادا صاحب سے کہا کہ آپ کے خیال میں سکھ حکومت اچھی تھی یا انگریزی حکومت اچھی ہے؟ دادا صاحب نے کہا کہ گاؤں چل کر جواب دوں گا۔ جب قادیان پہنچے تو دادا صاحب نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے مکانات دکھا کر کہا کہ یہ سکھوں کے وقت کے بنے ہوئے ہیں مجھے امید نہیں کہ آپ کے وقت میں میرے بیٹے ان کی مرمت بھی کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سکھوں کی حکومت قدیم شاہی رنگ کے طرز پر تھی اب اور رنگ ہے اور ہر رنگ اپنی خوبیاں رکھتا ہے۔

(۲۰)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ میں نے تحصیلداری کا امتحان ۱۸۸۳ء میں دیا تھا اس وقت میں نے والد صاحب کو دعا کے لیے ایک رقعہ لکھا تو انھوں نے رقعہ پھینک دیا اور فرمایا ”ہمیشہ دنیا داری ہی کے طالب ہوتے ہیں“ جو آدمی رقعہ لے کر گیا تھا اس نے آکر مجھے یہ واقعہ بتایا۔ اس کے بعد والد



صاحب نے ایک شخص سے ذکر کیا کہ ہم نے تو سلطان احمد کا رقعہ پھینک دیا تھا مگر خدا نے ہمیں القا کیا ہے کہ اس کو پاس کر دیا جاوے گا۔ اس شخص نے مجھے آکر بتا دیا چنانچہ میں امتحان میں پاس ہو گیا۔

(۲۱)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے قریباً ساٹھ سال طبابت کی مگر کبھی کسی سے ایک پائی تک نہیں لی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ بڑے مرزا صاحب نے کبھی علاج کے معاوضہ میں کسی سے کچھ نہیں لیا یعنی اپنی طبابت کو ہمیشہ ایک خیراتی کام رکھا اور اس کو اپنی معاش کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ بعض دفعہ بعض لوگوں نے آپ کو بہت بہت کچھ دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے مجھے تعجب آتا ہے کہ میاں معراج دین صاحب عمر نے اپنے مضمون میں ہمارے دادا صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا کہ ”خوش قسمتی سے طبابت کا جوہر ہاتھ میں تھا اس کی بدولت گزارا چلتا گیا“ اور پھر یہ بات اس زمانہ کے متعلق لکھی ہے کہ جب پڑدادا صاحب کی وفات ہوئی تھی۔ چہ خوش یک نہ شد دوشد۔

(۲۲)

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ والد صاحب رجب علی کا اخبار سفیر

امر تسر اور اگنی ہوتری کا رسالہ ”ہندو بندو“ اور اخبار ”منشور محمدی“ منگایا اور پڑھا کرتے تھے اور موخر الذکر میں کبھی کبھی کوئی مضمون بھی بھیجا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ آخری عمر میں حضرت صاحب اخبار عام لاہور منگایا کرتے تھے۔

(۲۳)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ بٹالہ کے راجہ تیجا سنگھ کو ایک خطرناک قسم کا پھوڑا نکلا بہت علاج کیے گئے اور (خدا کے فضل سے) وہ اچھا ہو گیا۔ اس پر راجہ مذکور نے دادا صاحب کو ایک بڑی رقم اور خلعت اور دو گاؤں شتاب کوٹ اور حسن پور یا حسن آباد جو آپ کی قدیم ریاست کا ایک جزو تھے پیش کیے اور ان کے قبول کرنے پر اصرار کیا مگر دادا صاحب نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ میں ان دیہات کو علاج کے بدلے میں لینا اپنے اور اپنی اولاد کے لیے موجب ہتک سمجھتا ہوں۔

(۲۴)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب نہایت وسیع الاخلاق تھے اور دشمن تک سے نیک سلوک کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جوتی ولد دولہ برہمن جس نے ایک دفعہ ہمارے خلاف کوئی شہادت دی تھی بیمار ہو گیا تو دادا صاحب نے اس کا بڑی ہمدردی سے علاج کیا اور بعض لوگوں نے جتلیا

بھی کہ یہ وہی شخص ہے جس نے خلاف شہادت دی تھی مگر انھوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ ایسی ایسی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دادا صاحب کی بلند ہمتی اور وسعت حوصلہ مشہور ہے۔

(۲۵)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب شعر بھی کہا کرتے تھے اور تحسین تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے دو شعر مجھے یاد ہیں۔

اے وائے کہ ما بہ ماچہ کردیم  
کردیم نا کردنی ہمہ عمر  
دردِ سرِ من مشو طیبیا!  
ایں دردِ دل است دردِ سر نیست

خاکسار عرض کرتا ہے کہ دادا صاحب کے بعض شعر حضرت صاحب نے بھی نقل کیے ہیں اور مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اُن کا کلام جمع کر کے حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر ”پنجابی“ اخبار کو دیا تھا۔ مگر وہ فوت ہو گئے اور پھر نہ معلوم وہ کہاں گیا۔

نیز مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ تایا صاحب بھی شعر کہتے تھے۔ اُن کا تخلص مفتون تھا۔ نیز بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک ایرانی قادیان میں آیا تھا۔ وہ دادا صاحب سے کہتا تھا کہ آپ کا فارسی کلام ایسا ہی فصیح ہے جیسا فصیح ایرانی شاعروں کا ہوتا ہے۔

(۲۶)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ بٹالہ کے ایک ہندو حجام نے دادا صاحب سے کہا کہ میری معافی ضبط ہو گئی ہے۔ آپ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر سے میری سفارش کریں۔ دادا صاحب اُسے اپنے ساتھ لاہور لے گئے۔ اُس وقت لاہور کے شمالا مار باغ میں ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ دادا صاحب نے وہاں جا کر جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد ایجرٹن صاحب سے کہا کہ آپ اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیں۔ صاحب گھبرایا کہ کیا معاملہ ہے مگر دادا صاحب نے اصرار سے کہا تو اُس نے ان کی خاطر اس حجام کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد دادا صاحب نے صاحب سے کہا کہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تو پھر خواہ سر چلا جائے چھوڑتے نہیں۔ اب آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے اس کی لاج رکھنا۔ پھر کہا کہ اس کی معافی ضبط ہو گئی ہے۔ کیا معافیاں دے کر بھی ضبط کیا کرتے ہیں؟ اس کی معافی بحال کر دیں۔ ایجرٹن صاحب نے اس کی مسل طلب کر کے معافی بحال کر دی۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ یہی ایجرٹن صاحب بعد میں پنجاب کا لفٹنٹ گورنر ہو گیا۔

(۲۷)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب میں خود داری بہت تھی۔ ایک دفعہ رابرٹ

کسٹ صاحب کمشنر سے ملاقات کے لیے گئے۔ باتوں باتوں میں اُس نے پوچھا کہ قادیان سے سری گوبند پور کتنی دور ہے؟ دادا صاحب کو یہ سوال ناگوار ہوا۔ فوراً بولے میں ہر کارہ نہیں اور سلام کہہ کر رخصت ہونا چاہا۔ صاحب نے کہا مرزا صاحب آپ ناراض ہو گئے؟ دادا صاحب نے کہا کہ ہم آپ سے اپنی باتیں کرنے آتے ہیں اور آپ ادھر ادھر کی باتیں پوچھتے ہیں جو آپ نے مجھ سے پوچھا ہے وہ میرا کام نہیں ہے۔ صاحب دادا صاحب کے اس جواب پر خوش ہوا۔

(۲۸)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ جب ڈیوس صاحب اس ضلع میں مہتمم بندوبست تھا اور اُن کا عملہ بٹالہ میں کام کرتا تھا۔ قادیان کا ایک پٹواری جو قوم کا برہمن تھا اور محکمہ بندوبست مذکور میں کام کرتا تھا۔ تایا صاحب مرزا غلام قادر صاحب کے ساتھ گستاخانہ رنگ میں پیش آیا۔ تایا صاحب نے وہیں اس کی مرمت کر دی۔ ڈیوس صاحب کے پاس شکایت گئی۔ اُس نے تایا صاحب پر ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ دادا صاحب اُس وقت امرتسر میں تھے اُن کو اطلاع ہوئی تو فوراً ایجرٹن صاحب کے پاس چلے گئے اور حالات سے اطلاع دی۔ اُس نے دادا صاحب کے بیان پر بلا طلب مسل جرمانہ معاف کر دیا۔

(۲۹)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ تایا صاحب پولیس میں ملازم تھے۔ نسبت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع نے کسی بات پر اُن کو معطل کر دیا۔ اس کے بعد جب نسبت صاحب قادیان آیا تو خود دادا صاحب سے ذکر کیا کہ میں نے آپ کے لڑکے کو معطل کر دیا ہے۔ دادا صاحب نے کہا اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سخت سزا دینی چاہیے کہ آئندہ شریف زادے ایسا قصور نہ کریں۔ صاحب نے کہا جس کا باپ ایسا ادب سکھانے والا ہو اُس کو سزا دینے کی ضرورت نہیں اور تایا صاحب کو بحال کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تایا صاحب نے بھی بہت سے محکموں میں کام کیا ہے۔ پولیس میں بھی کام کیا ہے۔ ضلع کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں اور سنا ہے نہر میں بھی کام کیا تھا اور بعض کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری کاموں کی ٹھیکہ داری بھی کی ہے۔ چنانچہ میں نے ۱۸۶۰ء کے بعض کاغذات دیکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تایا صاحب نے چھینے کے پاس کسی پُل کا بھی ٹھیکہ لیا تھا۔

(۳۰)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ مہاراجہ شیر سنگھ کاہنواں کے چھنب میں شکار کھیلنے کے لیے آیا۔ دادا صاحب بھی ساتھ تھے مہاراجہ کے ایک ملازم کو جو قوم کا

جلاہا تھا سخت زکام ہو گیا۔ داد صاحب نے اس کو ایک نسخہ لکھ دیا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن پھر یہی بیماری خود شیر سنگھ کو ہو گئی اور اس نے علاج کے لیے دادا صاحب سے کہا دادا صاحب نے ایک بڑا قیمتی نسخہ لکھا۔ شیر سنگھ نے کہا کہ جو لاپے کو دو ڈھائی پیسہ کا نسخہ اور مجھے اتنا قیمتی؟ دادا صاحب نے جواب دیا۔ شیر سنگھ اور جولاہا ایک نہیں ہو سکتے۔ شیر سنگھ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اُس زمانہ کے دستور کے مطابق عزت افزائی کے لیے کڑوں کی ایک جوڑی پیش کی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ اس علاج کے بدلے میں نہ تھی بلکہ مشرقی رؤساء اور بادشاہوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی بات پر خوش ہوتے ہیں تو ضرور کچھ چیز تقریب و انعام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شیر سنگھ نے بھی جب ایسا برجستہ کلام سنا تو محفوظ ہو کر اس صورت میں اظہار خوشنودی کیا۔

(۳۱)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ مرزا امام الدین صاحب نے دادا صاحب کے قتل کی سازش کی اور بھینے کے ایک سکھ سوچیت سنگھ کو اس کام کے لیے مقرر کیا۔ مگر سوچیت سنگھ کا بیان ہے کہ میں کئی دفعہ دیوان خانہ کی دیوار پر اس نیت سے چڑھا مگر ہر دفعہ مجھے مرزا صاحب یعنی دادا صاحب کے ساتھ دو آدمی محافظ نظر آئے اس لیے میں جرأت نہ کر سکا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کوئی تصرف الہی ہو گا۔

(۳۲)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب حقہ بہت پیتے تھے مگر اُس میں بھی اپنی شان دکھاتے تھے۔ یعنی جو لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوں اُن کو اپنا حقہ نہیں دیتے تھے لیکن غریبوں اور چھوٹے آدمیوں سے کوئی روک نہ تھی۔

(۳۳)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب کا تکیہ کلام ”ہے بات کہ نہیں“ تھا جو جلدی میں ”ہے با کہ نہیں“ سمجھا جاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے متعلق اور بھی کئی لوگوں سے سنا گیا ہے۔

(۳۴)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ قادیان میں ایک بغدادی مولوی آیا۔ دادا صاحب نے اُس کی بڑی خاطر و مدارت کی۔ اس مولوی نے دادا صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب! آپ نماز نہیں پڑھتے؟ دادا صاحب نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور کہا کہ ہاں بے شک میری غلطی ہے۔ مولوی صاحب نے پھر بار بار اصرار کے ساتھ کہا اور ہر دفعہ دادا صاحب یہی کہتے گئے کہ میرا قصور ہے۔ آخر مولوی نے کہا آپ نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ آپ کو دوزخ میں ڈال



دے گا۔ اس پر دادا صاحب کو جوش آگیا اور کہا ”تمہیں کیا معلوم ہے کہ وہ مجھے کہاں ڈالے گا۔ میں اللہ تعالیٰ پر ایسا بدظن نہیں ہوں میری امید وسیع ہے۔ خدا فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمت اللہ تم مایوس ہو گے میں مایوس نہیں ہوں۔ اتنی بے اعتقادی میں تو نہیں کرتا” پھر کہا ”اس وقت میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ آج تک خدا نے میری پیٹھ نہیں لگنے دی تو کیا اب وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا” خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیٹھ لگنا پنجابی کا محاورہ ہے جس کے معنی دشمن کے مقابلہ میں ذلیل و رسوا ہونے کے ہیں ورنہ ویسے مصائب تو دادا صاحب پر بہت آئے ہیں۔

(۳۵)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپور لاہور سے سیکھا تھا۔ اس کے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

(۳۶)

بیان کیا مجھ سے رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی اور اُس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب

کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

(۳۷)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا تھا اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے مگر والد صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی اور کسی قسم کی خلاف شریعت رسوم نہیں ہوئیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی تصرف الہی تھا، ورنہ دادا صاحب کو دونوں بیٹے ایک سے تھے۔

(۳۸)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز، سخی اور غریب پرور تھیں۔

(۳۹)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب سیشن عدالت میں ایسیس مقرر ہوئے تھے مگر آپ نے انکار کر دیا۔

(۴۰)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ آخری عمر میں دادا صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروانے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے موجودہ بڑی مسجد کی جگہ کو پسند کیا اس جگہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی۔ جب یہ جگہ نیلام ہونے لگی تو دادا صاحب نے اس کی بولی دی مگر دوسری طرف دوسرے باشندگان قصبہ نے بھی بولی دینی شروع کی اور اس طرح قیمت بہت چڑھ گئی۔ مگر دادا صاحب نے بھی پختہ قصد کر لیا تھا کہ میں اس جگہ میں ضرور مسجد بناؤں گا۔ خواہ مجھے اپنی جائیداد فروخت کرنی پڑے۔ چنانچہ سات سو روپیہ میں یہ جگہ خریدی اور اس پر مسجد بنوائی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت کے لحاظ سے اس جگہ کی قیمت چند گنتی کے روپے سے زیادہ نہ تھی مگر مقابلہ سے بڑھ گئی۔

(۴۱)

بیان کیا مجھ سے رحیم بخش صاحب نے کہ بیان کیا اُن سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ جو عورت والد صاحب کو کھانا دینے جاتی تھی وہ بعض اوقات واپس آکر کہتی تھی ”میاں اُن کو (یعنی حضرت صاحب کو) کیا ہوش ہے۔ یا کتابیں ہیں اور یا یہ ہیں۔“ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ناظرین کو یاد ہو گا کہ میں نے تمہید میں یہ لکھا تھا کہ بغرض سہولت میں تمام روایات صرف اردو زبان میں بیان کروں گا۔ خواہ وہ کسی زبان میں کہی گئی ہوں۔ سو جاننا چاہیے کہ فقرہ مندرجہ بالا بھی دراصل پنجابی میں کہا گیا تھا۔ یہ صرف بطور

مثال کے عرض کیا گیا ہے۔ نیز ایک اور عرض بھی ضروری ہے کہ جہاں خاکسار نے یہ لکھا ہے کہ ”بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے۔“ اس سے مطلب یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو میں نے کوئی معین سوال دے کر مرزا صاحب موصوف کے پاس بھیجا اور اُس کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے دیا گیا وہ نقل کیا گیا اور جہاں مولوی صاحب کی طرف سے روایت کو منسوب کیا ہے وہاں میرے کسی معین سوال کا جواب نہیں بلکہ جو مرزا صاحب نے دوران گفتگو میں مولوی صاحب کو کوئی بات بتائی وہ نقل کی گئی ہے۔

(۴۲)

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ قادیان میں ہیضہ پھوٹا اور چوہڑوں کے محلہ میں کیس ہونے شروع ہوئے۔ دادا صاحب اُس وقت بٹالہ میں تھے۔ یہ خبر سُن کر قادیان آگئے اور چوہڑوں کے محلہ کے پاس آکر ٹھہر گئے اور چوہڑوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور اُن کو تسلی دی اور پھر حکم دیا کہ قادیان کے عطار آملہ، کشٹے، گُر (یعنی قندسیاہ) لیتے آویں اور پھر اُن کو مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں ڈلوا دیا اور کہا کہ جو چاہے گُر والا پیے اور جو چاہے نمک والا پیے۔ کہتے ہیں دوسرے دن مرض کا نشان مٹ گیا۔

## باب ششم:

# علمی و ادبی زندگی اور علمی خدمات

## فصل اول

### عظیم علمی و ادبی قد و قامت کے حامل:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ اردو زبان کے ایک بلند پایہ مصنف اور عظیم المرتبہ مضمون نگار تھے۔ آپ کا قلم بہت رواں اور زبان نہایت شستہ اور اعلیٰ تھی۔ ساٹھ کے قریب آپ کی تصنیفات ہیں جو مختلف موضوعات اور متنوع معلومات پر مشتمل ہیں۔ تصنیفات کے علاوہ آپ کے سینکڑوں مضامین مختلف علمی و ادبی جرائد و مجلات کی زینت بنتے رہے۔ یہ تصنیفات اور مضامین نہ صرف آپ کی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی پر دلالت کرتے ہیں بلکہ آپ کی وسعتِ علمی، بالغ نظری، نکتہ دانی اور کثرت نگاری پر بھی شاہدِ ناطق ہیں۔

آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس پر ایسے علمی، فلسفیانہ اور مدلل رنگ میں بحث کی ہے کہ جس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اتنا

زیادہ لکھنے کے باوجود آپ نے نہ صرف زبان و بیان کے انتہائی معیار کو قائم رکھا بلکہ ہر موضوع کو اس طرح زیر بحث لائے کہ اس کا حق ادا کر دیا اور کسی موضوع کے ساتھ ناانصافی نہیں ہونے دی۔ تاریخ علم و ادب میں اس رعایت کے ساتھ لکھنے والے کی مثال کم ہی مل سکے گی۔ آپ اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ہر رسالہ آپ کے مضامین کو اپنی زینت بنانا اپنے لیے باعثِ فخر گردانتا اور دیگر تمام بڑے قلمکاروں کے بالمقابل آپ کے مضمون کو سر فہرست جگہ دی جاتی تھی۔

عظیم علمی و ادبی قد و قامت کی حامل یہ شخصیت اس عظیم ہستی کے فرزندِ اکبر تھے جس کو خدائے رحمن نے سلطان القلم کے خطاب سے نوازا اور دنیا والوں نے اس کے قلم کو سحر اور زبان کو جادو قرار دیا۔<sup>۱</sup>

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی تحریرات میں اپنے والدِ بزرگوار کے قلم کی سحر انگیزی کا عکس نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہندوستان کے اُفقِ ادب پر چھایا رہنے والا یہ شخص یکایک منظرِ علم و ادب سے غائب ہو گیا اور آج اردو ادب کا طالب علم آپ کا نام تک نہیں جانتا، محض اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت تک آپ کی روح کو قبض نہیں کیا جب تک آپ کو

۱ مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر نے حضرت مسیح موعود کے بارہ میں لکھا: ”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار لچھے ہوئے تھے... وہ شخص مذہبی دنیا کے لیے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔“

امام الزمان علیہ السلام کی روحانی فرزندگی سے سرفراز نہیں فرما دیا اور جب تک حضرت اقدس علیہ السلام سے کیے ہوئے وعدہ لَنْ نُبْقِيَ لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا کو پورا نہیں فرما دیا۔ یہی وہ 'جرم' تھا جس کی پاداش میں کم ظرف دُنیا والوں نے آپ کے نام کو عمداً فراموش کر دیا، لیکن یہ بے مروت دنیا والے نہیں جانتے کہ درحقیقت اسی 'جرم' کے صدقے آپ کا نام رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور ہمیشہ عزت و تکریم سے یاد کیا جاتا رہے گا۔

## ذوقِ شعر و سخن:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس میں ذوقِ شعر و سخن بہت عام تھا۔ یہ ذوق آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام بھی اردو، عربی اور فارسی میں نہایت بلند پایہ شعر کہتے تھے، مگر بطور پیشہ یا برائے دل لگی نہیں، بلکہ آپ نے اپنی اس صلاحیت کو عشقِ حقیقی کے اظہار اور پیغامِ حق کی منادی کا ذریعہ بنایا تھا۔ ابتدا میں آپ "فرخ" تخلص کرتے تھے، پھر اسے چھوڑ دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً

نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔..... کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے۔“

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے دادا نے بھی طبیعت رساپائی تھی۔ وہ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے اور تحسین تخلص کرتے تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک دفعہ ان کا کلام بلاغت نظام حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر ”پنجابی اخبار“ کو دیا تھا، مگر ان کے ساتھ ہی یہ قیمتی خزانہ بھی معدوم ہو گیا۔<sup>۲</sup> حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے آپ کے دو شعر اپنے حافظے سے بیان کیے، جو سیرت المہدی میں درج ہیں۔

اے وائے کہ ما بہ ماچہ کردیم

کردیم نا کردنی ہمہ عمر

دردِ سر من مشو طیبیا!

این دردِ دل است دردِ سر نیست<sup>۳</sup>

اسی طرح حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے تایا صاحبزادہ مرزا غلام

قادر صاحب بھی شعر کہتے تھے اور ”مفتون“ تخلص کرتے تھے۔<sup>۴</sup>

۱ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴

۲ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۱۲۳، جدید ایڈیشن

۳ ترجمہ: افسوس کہ ہم نے اپنے ساتھ کیا کیا۔ ہم نے تمام عمر نا کردنی ہی کی۔ اے طیبیب! تو میرے سر کا درد نہ بن۔ یہ دردِ دل ہے دردِ سر نہیں۔

۴ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۰۹



حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب خود بھی شعر کہتے تھے۔ آپ کی منظومات و غزلیات پر مشتمل ایک کتاب ”چند نثر نما نظمیں“ کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔

علاوہ ازیں آپ اردو و فارسی شاعری کا انتہائی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، اور اس حوالے سے بھی آپ کا مطالعہ نہایت گہرا اور وسیع تھا، جس کا ثبوت آپ کی تحریرات میں نہایت عمدہ اشعار اور چنیدہ مصرعوں کے بے ساختہ اور بر محل استعمال سے ملتا ہے۔ آپ کی تحریریں پڑھیں تو یوں لگتا ہے کہ کسی ماہر سنار نے سونے کے زیورات میں انتہائی مہارت سے نگینے جڑ دیے ہوں۔ آپ کے شعری ذوق کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ آپ کے ان سینکڑوں مضامین سے بخوبی ہو سکتا ہے، جو آپ نے زبان و ادب اور شعر کے متعلق تحریر کیے۔ علاوہ ازیں آپ نے ”فن شاعری“ کے عنوان سے ایک انتہائی شاندار کتاب تحریر کی اور اس میں فن شعر پر فلسفیانہ تنقید و تبصرہ فرمایا۔

## ادبی زندگی:

ذیل میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا خود تحریر کردہ مضمون نقل کیا جاتا ہے جس میں آپ نے اپنی ادبی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے درج ذیل امور بیان کیے ہیں۔ مثلاً: ادب میں آپ کن شعراء اور نثر نگاروں کو پسند کرتے تھے؟ کس قسم کے مضامین اور کتابیں آپ کو اچھی لگتی تھیں؟ ماحول، وقت اور موسم آپ کے دل و دماغ پر کیسے اثر انداز ہوتے اور خیالات میں

کس طور پر تموج پیدا کرتے تھے؟ آپ کی نظر میں آپ کی تصانیف میں سے بہترین تصنیف کون سی ہے؟ وغیرہ۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

”(۱) الف: میں فارسی کے دواوین میں سے حافظ، سعدی، صائب، غنی اور واقف کو پسند کرتا ہوں اور رباعیات حضرت خیام، مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ، ابیات مولانا جامی، بوستان، کریمہ۔

ب: نثر میں سے گلستان اخلاقی رنگ میں۔

(۲) الف: اردو دواوین میں سے دیوان غالب، دیوان سودا، دیوان میر، دیوان داغ، دیوان حبیب، کلام اقبال، کلام حضرت اکبر الہ آبادی، کلام حضرت ریاض، کلام حضرت مظفر، کلام حضرت جلیل، کلام جلال، کلام پنڈت بشن نرائن ابر لکھنوی، کلام حضرت حالی، مولانا آزاد مرحوم۔

ب: نثر میں سے کلام مولانا عبدالحلیم ناولسٹ، مولانا سید احمد صاحب مرحوم، ادبی رنگ میں توبۃ النصوح مولوی نذیر احمد صاحب، تصانیف مولوی عبدالحلیم صاحب شرر، تصانیف پنڈت سرشار صاحب لکھنوی، طرز تحریر پنڈت چک بست، کلام مولوی ظفر علی خاں بی اے (علیگ) مالک رسالہ پنجاب ریویو،

---

۱ ان کا پورا نام ”ملا پناہ واقف“ تھا۔ یہ ترکی آذربائیجانی زبان کے شاعر تھے اور آذربائیجان کے رہنے والے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۰۹۶ھ اور وفات ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ بہت بڑے شاعر اور سیاستدان تھے۔ وزیر اور پھر وزیر اعظم بنے۔ مختلف علوم کے ماہر تھے جس کی وجہ سے ان کو ”ملا“ کہا گیا۔ انھی کے حوالے سے ایک ضرب المثل بھی بنی ”ہردانش آموز ملا واقف نمی گردد“ کہ ہر شاگرد ملا واقف نہیں بنتا۔ (مولف)

مضامین شیخ عبدالقادر ایڈیٹر مخزن پنجاب، سید ناصر علی صاحب خان بہادر مالک  
صلائے عام دہلی، تنقیدات رسالہ زمانہ، مہدیات ایڈیٹر رسالہ الناظر لکھنؤ۔

اوپر جس قدر حوالے دیے گئے ہیں یہ استقرائی ہیں اور ان کا نام  
باعبار جداگانہ رنگوں کے لیا گیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان میں اضافہ  
نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اور صاحب ان میں کچھ کمی بھی کر  
سکیں۔ میں نے ان کا نام بطور ایک نظیر کے لیا ہے۔

ج: اوائل عمر میں مجھے ہمیشہ وہ کتاب اور وہ تصنیف یا تالیف پسند ہوا  
کرتی تھی جس میں حقیقت الامور پر بحث کی گئی ہو، جو نرا قصہ اور کہانی نہ  
ہو۔ میں صوفیانہ رنگ کی تصانیف خواہ کسی مذہب کی ہوں زیادہ پسند کرتا رہا  
ہوں۔ فلسفی رنگ کی کتابوں اور تصانیف سے مجھے شروع سے ایک خاص قسم کا  
شوق رہا ہے اور یہی سلسلہ مجھے سب سے زیادہ پسند بھی آیا ہے اور یہی رنگ  
مجھے زیادہ محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے۔

دواوین اور اشعار میں سے میں وہ سلسلہ پسند کرتا ہوں کہ جن میں  
سوز و گداز ہو اور جن میں شاعر نے کوئی حقیقت ظاہر کی ہو۔ ان کا ایک مصرع  
بھی میرے دل پر خاص اثر کرتا اور مجھے ایک خاص حظ بخشتا ہے۔ اسی طرح  
فلسفی رنگ کی بحثیں اور صوفیانہ رنگ کی تصانیف سے میں ایک خاص خوشی کا  
احساس کرتا ہوں۔ بعض دفعہ مجھے ساری کتاب ناپسند ہوئی۔ کبھی اس کا ایک  
جملہ بمقابلہ ساری کتاب کے میرے لیے ایک خوش کن ذخیرہ ثابت ہوا۔

ایک دفعہ مجھے ہندی دوہوں کی ایک کتاب ملی۔ میرے دل پر ان دوہوں نے اتنا اثر کیا کہ میں کبھی کبھی اکیلا ہو کر انھیں بار بار پڑھتا تھا۔ اس وقت میرے دل سے ایک جوش اٹھتا تھا اور میں اپنے دل میں ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا تھا۔ بعض دفعہ ایک شعر نے وہ حالت کی ہے کہ ہزاروں شعر سے بھی وہ سماں نہیں پیدا ہوا۔

ایک دفعہ ایک پنجابی فقیر صبح ہی صبح پنجابی زبان میں یہ گا رہا تھا کہ ”جو پتا ایک دفعہ اپنی شاخ سے گر جاتا ہے وہ پھر کبھی اس شاخ پر نہیں لگ سکتا۔“ میں نے دیکھا کہ ایک اچھا پڑھا لکھا آدمی یہ سن کر زار زار روتا تھا اور اس کی حالت واقعی کسی اور رنگ میں تھی۔

میرے مطالعہ کی ترقی اور وسعت کا باعث اس قسم کی کتابیں اور مضامین ہوئے ہیں۔ اب مجھے یہاں تک خط ہے کہ میں ایسے ہی مضامین یا اشعار، فقرات، جملوں کی تلاش میں صدہا صفحے پڑھ ڈالتا ہوں۔ اگر ایک ہزار صفحہ کی کتاب سے ایک فقرہ بھی میرے مذاق کے مطابق آیا تو میں سمجھ لیتا

ہوں کہ کتاب کی قیمت وصول ہو گئی اور میرا وقت رائیگاں نہیں گیا۔

مجھے کسی کتاب نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا اور نہ محفوظ کیا جس قدر اس قسم کے فقرات اور مضامین نے فائدہ پہنچایا اور محفوظ کیا۔ میری رائے میں اگر کسی کتاب کا ایک فقرہ بھی دل پر اثر کرتا ہے اور خیالات میں تموج اور جوش پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ کتاب کی جان، کتاب کی کفالت ہے اور وہ کتاب لائق انتخاب ہے۔

(۳) میں کوئی خاص ایسی کتاب بیان نہیں کر سکتا کہ جس نے میری علمی زندگی میں کوئی خصوصیت پیدا کی ہو اور میں اس خصوصیت کی وجہ سے تصنیف یا تالیف کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ میں نے اپنے ارد گرد ایک لمبی چوڑی کتاب لکھی دیکھی اور اسے دلچسپ پایا۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ نے میرے خیالات میں خاص تموج پیدا کیا۔ بعض دفعہ ایک ہی فقرہ اور ایک ہی بیت نے مجھ پر وہ اثر کیا کہ میں بیٹھے بیٹھے صدہا صفحے لکھ گیا۔ نہ ہاتھ روکے سے رکا اور نہ قلم رکتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب کوئی اڑھائی سو صفحہ تک پڑھ گیا لیکن میرے دل و دماغ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ میں جب کسی مضمون کے لکھنے پر قلم اٹھاتا تھا تو ایک دو سطریں لکھ کر خود رک جاتا تھا۔ میں قریباً آتا گیا۔ دیوانِ صائب پاس پڑا تھا، اٹھا کر پڑھنے لگا۔ میں نے مندرجہ ذیل شعر دو دفعہ پڑھے ہوں گے کہ دل و دماغ میں اس قسم کا جذبہ ہوا کہ میں رات کے ایک بجے تک لکھتا رہا اور نئے نئے مضامین پیش ضمیر آنے لگے۔

ہر چہ دیدیم دریں باغ نہ دیدن بہ بود  
ہر گلے تازہ کہ چیدیم نہ چیدن بہ بود  
ہر کجا منزلِ آرام تصور کردیم  
چوں نفسِ راست نمودیم رسیدن بہ بود

ہر متاعے کہ خریدیم بہ اوقات عزیز  
بود اگر یوسفِ مصری نہ خریدن بہ بود<sup>۱</sup>

اس کا باعث کیا تھا کہ ان مضامین نے دل و دماغ پر اثر کیا اور جذب  
مضامین کی طاقت خود بخود پیدا ہو گئی تھی؟ محض تاثیر۔

میری رائے میں سلسلہ تصنیف اور تالیف کے واسطے کسی بڑے  
مصالحے کی ضرورت نہیں۔ صرف چند مؤثر جاذب فقرات کی ضرورت ہے۔

(۴) جو کتابیں حقیقی واقعات اور صادق امور پر لکھی گئی ہیں یا جن  
میں اخلاقی رنگ یا فلسفیانہ طرز میں بحث کی گئی ہے، ان کے لفظ لفظ نے میری  
زندگی اور میرے ضمیر پر خاص اثر کیا ہے۔ کتاب پر ہی موقوف نہیں ایسے  
مؤثر فقرات نے بھی میری زندگی اور میرے دل و دماغ پر اثر کیا ہے۔ پڑھ  
کر ہی نہیں بلکہ سن کر بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ خوش مضمون، خوش صدا کا  
مجھ پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور ان حالات میں میرے دل میں جدت  
مضامین کا تموج ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص بانسری خوش الحانی سے بجا رہا ہو اور  
ارد گرد کوئی شور و شغب نہ ہو تو میرے دل و دماغ میں مضامین جدید کا ایک  
خاص تموج پیدا ہوتا ہے اور لکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ موسم کی خوش

۱ ترجمہ: جو کچھ بھی ہم نے اس باغ میں دیکھا اس کا نہ دیکھنا بہتر تھا۔ ہر تازہ پھول جس کو ہم نے چنا  
اس کا نہ چننا اچھا تھا۔ جس جگہ بھی ہمیں آرام کی ضرورت پڑی وہاں کچھ آرام کر لینے کے بعد منزل پر  
پہنچنا بہتر تھا۔ ہر متاع جو ہم نے اوقاتِ عزیز کے بدلے خریدی اگر وہ یوسفِ مصری بھی ہوتا تو اس کا  
نہ خریدنا بہتر تھا۔

گواری بھی مجھ پر یہی اثر کرتی ہے۔ کبھی کبھی مایوسی اور اداسی کا بھی یہی فوری اثر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ طبیعت کُند پڑی ہوئی تھی۔ بہتیرا چاہا کہ کچھ لکھوں یا لکھ سکوں مگر طبیعت کہنے میں نہ آئی۔ دیوانِ حضرت مینائی اٹھا لیا۔ کھولتے ہی اس شعر پر نظر پڑی۔

ہر جام میں ہے جلوہ مستانہ کسی کا  
میخانہ ہمارا ہے جلو خانہ کسی کا

نہیں معلوم اس بزرگ شاعر کے اس شعر میں کیا کچھ اثر بھرا تھا طبیعت پڑھتے ہی کھل گئی اور قلم خود بخود عرصہ قرطاس پر چل پڑا۔

(۵) میں نے سب سے پہلے پہل پنجابی زبان میں مولوی غلام رسول

صاحب مرحوم کی بحر میں سسی پنوں کی داستان لکھی۔ ناظرین نے اسے بہت پسند کیا اور میں بھی ایک حد تک اسے پسند کرتا تھا کیونکہ وہ ایک درد کی کہانی تھی۔ اس سے میری طبیعت مضامین نویسی پر متوجہ ہوئی اس کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب (مرآة الخیال) منٹل فلاسفی پر لکھی گئی۔

(۶) یہ کہنا کسی قدر مشکل ہے کہ کونسی کتاب میری تصنیفات میں سے بہترین کے درجہ میں ہے۔ کسے بہتر کہوں اور کسے ناقص۔ درجہ بدرجہ میں شاید میری رائے میں کوئی بہتر ہو اور دوسروں کے خیال میں مجموعہ ناقص۔ ”حسن اپنی اپنی پسند، کتاب و مضمون اپنی اپنی پسند“ ہاں اتنا کہوں گا کہ جیوں

جیوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور بیک عمر منازل تجربہ طے کرتے کرتے بڑھتا جاتا ہے پچھلے خیالات میں سے بعض خیالات قابلِ ترمیم یا قابلِ تشریح ضرور معلوم دیتے ہیں۔

پچھلے سال فنِ شاعری پر ایک چھوٹا سا رسالہ جو لکھا ہے وہ میری اور چند مبصرین کی رائے میں ایک اچھے پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ اب ایک کتاب سات سو صفحہ کی موسوم بہ اساس الاخلاق مطبع وکیل ہند امرتسر میں شائع ہوئی ہے۔ میری رائے میں اس رنگ میں اردو زبان میں بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب میں خاص اصولوں کی پابندی سے اس اساس الاخلاق پر بحث کی گئی ہے۔ اگر نقادانِ ملک نے اسے پسند کیا تو میری رائے میں میری پینتالیس چھیالیس تصانیف میں سے یہ کتاب بہترین ہو گی اور شاید بعض کی نظروں میں یہی کتاب بہترین میں سے شمار ہو کیونکہ ہر ایک کا مذاق جدا جدا ہے۔ اگر سب نہیں تو فقرے دو فقرے شاید اچھے نکل آئیں۔“

### مضمون نویسی:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارہ میں یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ وہ فطرتاً ادیب اور فکر کار تھے۔ صنّاعِ کامل نے آپ کو لکھنے کی خاص صلاحیت ودیعت کی ہوئی تھی۔ آپ کا تو سنِ خامہ جب چلتا تو رکنے کا نام نہ لیتا تھا۔ حکیم انشاء اللہ خان انشا کا یہ شعر آپ کی تلاطم خیز طبیعت پر خوب صادق آتا ہے۔



بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں  
بادل سے چلے آتے ہیں مضمون مرے آگے

آپ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ جائیداد کا انتظام ہر چند خود نہ کرتے تھے، لیکن اس کی نگرانی بھی یقیناً آپ کی توجہ اور اہتمام کی متقاضی تھی۔ ان ذمہ داریوں اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے باوجود آپ مطالعہ اور تحریر کے کام سے کبھی لاتعلق نہیں رہے۔ دریائے طبیعت ہمیشہ موج پر آیا رہتا تھا۔ اپنے کاموں کے دوران میں جو وقفہ ملتا اس میں بھی مضمون لکھ لیا کرتے تھے۔ محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب نگران ریسرچ سیل و صدر نور فاؤنڈیشن، ربوہ کی روایت گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا قلم اس قدر رواں تھا کہ دو مقدموں کے دوران میں جو تھوڑا سا وقت ملتا تھا اس میں مضمون لکھ لیتے تھے۔

## آپ کے مضامین کی فہرست:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے مضامین کی فہرست چونکہ بہت طویل ہے، اس لیے کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

## فصل دوم

### مختلف رسائل و اخبارت کی آراء اور تبصرے

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے گرانقدر مضامین مختلف علمی و ادبی رسائل و اخبارات کی زینت بنتے رہے۔ بعض رسائل و اخبارات کے مدیران مختلف وقتوں میں آپ کے مضامین پر تبصرے بھی شائع کرتے رہے۔ ان تبصروں اور آراء سے دنیائے علم و ادب میں آپ کے عظیم مقام و مرتبے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض تبصرے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

تمام خیابان گلزارِ علم آپ کی تراوشِ قلمی کے رہین منت:

ابو الفضال مالک و ایڈیٹر اخبار المشیر و رسالہ ضیاء الاسلام مراد آباد آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”مسلمانوں کے علمی طبقہ میں بہت کم افراد ایسے ہوں گے جو عالی جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب حال ریونیو ممبر ریاست بہاولپور کے نام نامی اور اُن کے علمی کارناموں سے بے خبر ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب ممدوح کے رشحاتِ قلم کی آبیاری سے چمنِ علم کی نہ صرف کوئی ایک کیاری (شعبہٴ علم) سیراب ہوئی ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی تراوشِ قلمی کے رہین منت تمام خیابان گلزارِ علم ہیں لیکن

خصوصیت کے ساتھ تصوف، فلسفہ اور اُردو ادب پر آپ کے اتنے احسانات ہیں کہ یہ شعبے کبھی مرزا صاحب کی منت پذیری سے سبکدوش ہی نہیں ہو سکتے۔ کچھ عرصہ سے مرزا صاحب کی طبع عزیز نے مسائل مذہبی کو موجودہ زمانہ کے متکلمانہ طرز پر نئے قالب میں ڈھالنا شروع کیا ہے اور حقیقت الامر یہ ہے کہ جناب ممدوح جس مسئلہ کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں اُس کے متعلق آپ کی فکر رسا اور طبع موزوں تقریباً تمام موجودہ قسم کے اعتراضات کی مسکت اور دلنشین جوابات کو ایسا مکمل گلدستہ تیار کر دیتے ہیں کہ جدید و قدیم دونوں خیال کے اصحاب اُس گلدستہ کے گونا گوں بوقلمون پتیوں اور معطر و خوشنما پھولوں کے نظارے و مہک سے اپنے مشام جان اور باطنی آنکھوں کو محفوظ و مسرور کرتے ہیں۔

ناظرین و شائقین اب سے قبل ”النساء فی الاسلام“ کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں۔ اب مرزا صاحب ممدوح نے یہ دوسرا گلدستہ عطرپاش موسومہ الصلوٰۃ اپنی مہربانی سے ہم کو مرحمت فرمایا ہے، جس کو ہم نے علاوہ اپنے ماہوار پرچہ ضیاء الاسلام میں شائع کرنے کی علیحدہ بصورت کتاب بھی طبع کیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین حقیقت صلوٰۃ کے متعلق اس رسالہ میں اچھوتے گلہائے مضامین کو ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کی منت پذیری میں ہمارے ہم زبان ہوں گے اور ہم علاوہ اظہار سپاس گزاری کے مرزا صاحب کے واسطے صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ خداوندِ عالم جناب ممدوح کو توفیق عطا فرمائے

کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس قسم کے نادر مضامین سے صاحبانِ مذاقِ سلیم کی ضیافت طبع فرماتے رہیں۔

خاکسار ابو الافضال مالک و ایڈیٹر اخبار المشیر و رسالہ ضیاء الاسلام مراد آباد۔ ۱۵/ دسمبر ۱۹۱۲ء۔“

## زرکارے دارد:

رسالہ ”المجدد“ کے ایڈیٹر تحریر کرتے ہیں:

”کون شخص ہے جو عالی جناب مرزا سلطان احمد خان صاحب اسٹریٹ اسسٹنٹ کمشنر کے اسم گرامی سے نا آشنا ہے۔ آپ کی زبردست انشا پردازی اور عالمانہ و فاضلانہ مضامین کی دھاک دُنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک بندھی ہوئی ہے۔ ہندوستان بھر میں شاید ہی کوئی ایسا رسالہ یا اخبار ہوگا جس میں آپ کے علمی، اخلاقی، تاریخی مضامین شائع نہ ہوتے ہوں۔ ایک طرف تو ملازمتِ سرکاری اور دوسری طرف شوقِ مضمون نگاری، زرکارے دارد والا معاملہ ہے۔ اس سے آپ کے اعلیٰ کمالاتِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔

ہم اپنے بیان کی صداقت کیلئے آج کے نمبر میں کلک اعجاز رقم کا ایک عالمانہ مضمون بعنوان ”احساسِ وادراک“، جو انھوں نے خاص ”المجدد“ کیلئے مرحمت فرمایا ہے، درج ذیل کرتے ہیں۔ میرے دماغ میں ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ آپ کے اس محققانہ

مضمون کے اوصاف بیان کیے جائیں۔ دراصل آپ نے روحانی فلسفہ کے مخالفین اور معترضین مذاہب کے اوہام باطلہ کی کھلے بندوں تردید فرمائی ہے۔ (ایڈیٹر)“

## آپ کے مفید علمی اور محققانہ مضامین کی شہرت:

رسالہ ”رہنمائے تعلیم“ کے ایڈیٹر نے بایں الفاظ آپ کو خراج تحسین پیش کیا:

”جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے اسم گرامی سے اخباری دُنیا سے دلچسپی لینے والا کون ایسا شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کا نام ماشاء اللہ ہندوستان کے ان مایہ ناز قابل مضامین نگاروں میں جن پر ہندوستان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، اس وقت ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے اور آپ کے مفید علمی اور محققانہ مضامین نے پبلک میں اس قدر شہرت اور عزت و توقیر حاصل کر رکھی ہے کہ آپ کے مضامین حاصل کرنے اور پبلک کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہندوستان بھر کا ممتاز سے ممتاز اردو رسالہ ساعی اور خواہاں رہتا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی ایک ماہ کے قریب گزرتا ہے جناب سے خواہش کی تھی کہ وہ رہنمائے تعلیم کو بھی اپنے مضامین سے متمتع فرمایا کریں اور شکر ہے کہ جناب نے نیاز مند کی چٹھی پہنچتے ہی حسب ذیل عالمانہ مضمون بھیج کر مشکور احسان کیا ہے۔ مضمون اپنی نوعیت میں ایسا مفید ہے کہ اگر اس کو غور سے پڑھ کر اس پر عمل کیا جائے تو ہندوستانیوں کی یہ شکایت کہ ہندوستان سے ایجادیں نہیں نکلتیں بہت جلدی رفع ہو جائے۔ آپ نے رہنمائے تعلیم کی جو تعریف کی ہے وہ درحقیقت آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

فی الحقیقت قدرت کے آثار اور خود انسان ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کے لیے غیر محدود علمیت بہم پہنچا سکتے ہیں اور انسان کے سب سے بڑے رہنمایانِ تعلیم بن سکتے ہیں، لیکن انسان کا ان سے کام لینے کے لیے تیار ہونا شرط ہے اور اگر اس کلمہ کو مان لیا جائے کہ انسان اسی حالت میں علمی معراج کو پہنچ سکتا ہے، جبکہ وہ قدرت اور آثار قدرت کی شاگردی کرے تو صاف طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ہندوستان ہر قسم کی علمی ترقیوں میں یورپ و امریکہ کی اسی حالت میں برابری کر سکتا ہے، جبکہ اس کے باشندے ان ممالک کے عالموں کی طرح قدرت اور آثار قدرت بلکہ خود اپنی نسبت واقفیت حاصل کرنے کے درپے ہو جائیں۔

آخر میں جناب مرزا صاحب کا ایسا مفید اور عالمانہ مضمون عنایت کرنے کے لیے جس سے قوم کی نئی پود (طالب علم) جو کہ کسی روز کو ملک کی لیڈر بننے والی ہے حد درجہ کا فائدہ اٹھائے گی، دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جناب والا آئندہ بھی اس طرح مضامین بھیج کر مشکور احسان فرماتے رہا کریں گے۔ ایڈیٹر“

نہایت اعلیٰ درجے کے عالمانہ خیالات:

رسالہ ”ایشیا“ امرتسر نے آپ کے مضمون ”نسبتی معیار“ پر لکھا:

”یہ مضمون ہمارے مکرم عالی جناب مرزا سلطان احمد خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے خداداد زور قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ نے ”نسبتی معیار“ کے عنوان سے

نہایت اعلیٰ درجے کے عالمانہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ہم اس سبق آموز اخلاقی سبجیکٹ (موضوع) کو نہایت شکر یہ کے ساتھ ”ایشیا“ کے صفحات کی زینت بناتے ہیں اور آئندہ آپ کی شفقت سے امید کرتے ہیں کہ اسی طرح ہمیں کوئی نہ کوئی مفید سبق دیئے رہیں گے۔ (ایڈیٹر)“

## دماغ نکتہ آفرین اور قلم ندرت رقم:

رسالہ ”مخزن“ لاہور آپ کے مضمون ”کھیل“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:  
”یہ مضمون ہمارے محترم قلمی معاون خان بہادر مرزا سلطان احمد خان صاحب ممبر مال، کونسل آف ایجنسی ریاست بہاولپور کے دماغ نکتہ آفرین اور قلم ندرت رقم کا چکیدہ ہے اور ایسے ہی مضامین کی ملک کو ضرورت بھی ہے جن سے نئی نئی امنگوں کا اُبھار ہوتا اور دماغوں میں جدت کا نور پرتو فگن ہو سکتا ہے۔“<sup>۲</sup>

## آپ کا نام علمی و ادبی دنیا میں محتاجِ تعریف نہیں:

رسالہ ”منروا“ رقم طراز ہے:

”جناب مرزا سلطان احمد خان صاحب بی اے اے اسٹریٹس اسٹڈی کمشنر کا نام نامی علمی و ادبی دنیا میں محتاجِ تعریف نہیں۔ آپ باوجود ایک اعلیٰ اور ذمہ دار افسر ہونے کے تھوڑا بہت وقت نکال کر اپنے عالمانہ اور فلسفیانہ خیالات سے علم دوست

۱ رسالہ ایشیا امرتسر، نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

۲ رسالہ مخزن لاہور، نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۵۔ ایڈیٹر شیخ عبدالقادر صاحب بی اے

احباب کو مستفید فرماتے ہیں اور اردو کے تمام سربر آوردہ رسالے آپ کے پیش بہا مضامین سے مالا مال نظر آتے ہیں۔

ہم نہایت ممنون ہیں کہ آپ نے ”منروا“ کی قلمی معاونت کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے اور پہلا مضمون ”دل بدست آور کہ حج اکبر است“ دلی شکریے کے ساتھ زیب منروا کیا جاتا ہے۔“

## بہارِ تعلیم کی کرشمہ آرائیوں کی تصویر کشی:

”ہم جناب مرزا سلطان احمد صاحب کی اس کرم فرمائی کے از حد رہین منت ہیں کہ آپ سات سمندر پار لندن میں جا کر بھی اپنے پیارے ”اقبال“ کو نہیں بھولے اور ازراہ غایت تلافی وہ مضمون مرحمت فرمایا ہے جو ملک کے ہر گوشے میں بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔

بہار کے عام احسان سے کوئی فرد بشر نا آشنا نہیں ہے۔ جب بہار کا موسم آتا ہے تو ہر درخت اور پودا فیضانِ بہار سے سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔ سبزہ کی افراط کا یہ عالم ہوتا ہے کہ شجر تو شجر ہجر بھی سبزہ کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں، بلکہ حضرت غالب کے اس قول پر بھی کہ۔

سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی بن گیا روئے آب پر کائی

صد اقت کی مہر ثبت ہو جاتی ہے۔



فرنگستان بالخصوص انگلستان بہارِ تعلیم کی عام لطف فرمائی سے نہال ہو رہا ہے۔ ہر بچہ تعلیم عامہ کا دودھ پیتا ہے۔ تعلیم عامہ کی گود میں پرورش پاتا ہے، تعلیم عامہ کی دایہ کے زیرِ سایہ تربیت یاب ہوتا ہے۔ اخبارِ بینی کے عالم کا یہ شوق ہے کہ معمولی سے معمولی اخبار کی اشاعت بھی لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور جس طرح اکل و شرب کو لازم سمجھتا ہے اسی طرح مطالعہ اخبار کو بھی ضروری خیال کرتا ہے۔ بچے جس طرح ناشتے کے بغیر گل نہیں پاتے اسی طرح اخبار کے بغیر بھی آرام نہیں لیتے۔ کلب گھروں پر جاؤ، ہوٹلوں میں جا نکو، باغوں کی سیر کرو، جہاں دیکھو گے اخبارات و رسائلِ میز کی زیب و زینت بڑھاتے نظر آئیں گے۔ (کوشا وہ سرزمین جہاں علم کے چشمے پھوٹتے ہیں، تعلیم کی نہریں چلتی ہیں اور تعلم کے دریا بہتے ہیں) اور اسی قسم کے بہارِ تعلیم کی کرشمہ آرائیوں کے اور مناظر ہیں جن کی تصویر مرزا صاحب موصوف نے موئے قلم حقیقت رقم سے کچھ اس طرح کھینچی ہے کہ آنکھوں کے سامنے ہو بہو وہی سماں بندھ جاتا ہے۔

آپ کی رائے ہے اور درست رائے ہے کہ حزب الوطنی (کانگریس) اور مجالس سیاسی (لیگیں) قائم کرنے سے پہلے ضروری کیا از حد ضروری ہے کہ ملک کے ہر فرد کے دماغ کی کاروباری تعلیم کے سرچشمے سے آپ پاشی کی جائے تاکہ وہ صنعت و حرفت کے بحرِ ناپید اکنار میں غوطہ زن ہو کر وہ وہ لالی شہوار اور جواہر آبدار نکالے جو ملک و قوم کے تاجِ شہرت کی زینت بنیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں اور بجا ارشاد فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں جرائد کی عدم اشاعت اور صحائف کی کس مپرسی کاراز فقدانِ تعلیم کے صندوقے میں مقفل ہے اور بس۔

ہم مرزا صاحب کی اس تکلیف فرمائی کا ایک دفعہ اور شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جناب نے اپنے منفعت بخش مشاہدات فرنگستان کو ناظرین ”اقبال“ کے لیے مسلسل طور پر قلمبند کرنا شروع کر دیا ہے۔ سر محرر“

### کہنہ مشق اور شہرہ آفاق سحر نگار:

رسالہ ”العالم“ کے مارچ ۱۹۲۰ء کے شمارہ میں آپ کا مضمون بعنوان ”العالم“ شائع ہوا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رسالہ کے ایڈیٹر مکرم محمد عالم صاحب تحریر کرتے ہیں:

”العالم کے عنوان کی تحت میں جو مضمون آپ کے پیش نظر ہے یہ ہمارے محترم اور کرم فرما جناب مرزا سلطان احمد خاں صاحب اکسٹر اسسٹنٹ کمشنر کا نتیجہ فکر ہے جو ایک کہنہ مشق اور شہرہ آفاق سحر نگار ہیں۔ آپ کی وسعت نظر اور تحقیق ادبیات مسلم ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے ان کا مندرجہ ذیل محققانہ مضمون کافی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا رسالہ نہیں جس کو آپ کی قلمی اعانت کا فخر حاصل نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ”العالم“ بھی اس فخر سے محروم نہیں رہا اور مرزا صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے اپنے چشمہ فیض سے ”العالم“ کو بھی سیراب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے لیے ہم ان کے بدل مشکور ہیں۔“

۱ رسالہ ”اقبال“ ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۴۳،

۲ رسالہ ”العالم“۔ تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

## لائق تقلید فلسفیانہ قابلیت اور معقول مذاق:

رسالہ افادہ کے ایڈیٹر تحریر کرتے ہیں:

”جناب خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر نے محض اپنی قدردانی سے مضمون ذیل روانہ فرمایا ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کی نمایاں شخصیت ایک عرصہ دراز سے قوم کے علمی کارناموں میں بہت سعی مشکور حاصل کر رہی ہے۔ آپ کی فلسفیانہ قابلیت اور معقول مذاق نونہالان قوم کے لیے لائق تقلید ہے۔ رسالہ افادہ کے متعلق جن مشفقانہ خیالات کا اظہار باعتبار ہمدردی و علم پرستی جناب موصوف نے فرمایا ہے ”افادہ“ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور از حد ممنون ہے۔“

## مفید فاضلانہ و محققانہ مضامین:

رسالہ ”رہنمائے تعلیم“ کے ایڈیٹر آپ کے مضمون ”صحیفہ قدرت“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ تک متواتر عالی جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بی اے سب ڈویژنل افسر سونی پت کے مفید فاضلانہ و محققانہ مضامین درج رسالہ ہوتے رہے تھے، لیکن اس کے بعد جناب مرزا صاحب موصوف سے کچھ عرصہ تک مضامین طلب نہیں کیے گئے تھے، جس سے رسالہ لہذا ان کے مضامین سے خالی رہا،

ورنہ جناب مضامین نویسی میں ایسے مشاق ہیں کہ ہر رسالہ اور اخبار کے مفید مطلب بے تکان بے شمار طویل مضامین لکھ سکتے ہیں اور علاوہ ازیں جناب کے اخلاق کا یہ حال ہے کہ جب بھی جناب سے مضمون مانگا جاتا ہے آپ بلا توقف اس درخواست کو قبول فرماتے اور فوراً ہی مضمون لکھ کر ارسال کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اب جب آپ سے مضمون طلب کیا گیا تو آپ نے ہماری درخواست پہنچتے ہی رسالہ کی زینت کے لیے فوراً یہ مفید فاضلانہ مضمون لکھ کر افتخار بخشا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین کرام اس مضمون سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اور اس کے صلے میں جناب کا تہ دل سے شکریہ ادا کریں گے۔ (ایڈیٹر)“

## آپ کی عالی قدر علمی یادگاریں اردو کا سرمایہ:

مدیر رسالہ ”تعلیم و تربیت“ آپ کے مضمون بعنوان ”تربیت“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ گرانقدر علمی عطیہ ہمارے دیرینہ کرم فرما خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کے قلم معجز رقم کا نتیجہ ہے۔ آپ کے فلسفیانہ مضامین کی شہرت، عالمانہ قابلیت اور قوت استدلال جس قدر مسلم ہے وہ کسی تشریح مزید کی محتاج نہیں۔ فن زراعت سے آپ کو خاص دلچسپی ہے، جس میں آپ نے کئی ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

کارکنانِ تعلیم کے لیے آپ کا یہ وصف قابلِ تقلید ہے کہ باوجود سرکاری فرائض کی بوجہ احسن ادائیگی کے (جو ہیڈ ماسٹری یا ڈسٹرکٹ انسپکٹری سے زیادہ وقت جاری چاہتے ہیں اور زیادہ نازک بھی ہیں) آپ کئی ایک اخبار و رسائل میں متواتر اور مسلسل بیش قیمت علمی مضامین لکھتے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ مزید برآں رکھتے ہیں۔ مدینہ کانفرنس، فنون لطیفہ وغیرہ آپ کی عالی قدر علمی یادگاریں اُردو لٹریچر میں بیش قرار اضافہ کر رہی ہیں۔ امید ہے کہ کارکنانِ تعلیم اگر تعلیم و تربیت کے حال پر توجہ فرمائیں تو اس علمی خادم کی ہستی کچھ نہ کچھ ہو جائے۔“ (ایڈیٹر)¹

## صحیح اور غور کرنے والا دماغ:

رسالہ ”الناظر“ کا آپ کے مضمون ”نظام نسبت“ پر تبصرہ درج ذیل ہے:

”ہمارے محترم دوست خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب کو قدرت نے ایک صحیح اور غور کرنے والا دماغ عنایت کیا ہے اور آپ فلسفہ کے اُن عمیق مسائل پر تفحص کرنے کے عادی ہیں جن سے واقفیت دین و دنیا کی خیر و برکت کا موجب ہوتی ہے۔ آپ نے ایک نہایت قیمتی مضمون بہ عنوان بالا زیب رقم فرمایا ہے اور ہم امید کرتے ہیں ناظرین اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں گے۔“ (ایڈیٹر)²

۱ تبصرہ از ایڈیٹر ”تعلیم و تربیت“ نے نومبر، دسمبر..... سن معلوم نہیں ہو سکا۔ (مؤلف)

۲ رسالہ ”الناظر“۔ تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ (مؤلف)

## بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ شناسی:

رسالہ ”نقاد“ کے مدیر نے آپ کے مضمون ”تنقید“ پر مختصر اور جامع تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ہم خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ پُر مغز مضمون خاص ”نقاد“ کے لیے مرحمت فرمایا، جس کے ہر فقرہ سے اُن کی بالغ نظری، نکتہ سنجی اور دقیقہ شناسی عیاں ہوتی ہے۔۔۔ ایڈیٹر“

## فاضل اور واقف کار مضمون نگار:

رسالہ ”عصر جدید“ کے ایڈیٹر آپ کے مضمون ”زمینداروں کی جائیداد“ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”فاضل اور واقف کار مضمون نگار کا یہ مضمون میں نہایت خوشی کے ساتھ چھاپتا ہوں۔ اُن کی دلچسپی اور عام خیر خواہی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ”عصر جدید“ اپریل ۱۹۰۴ء پہنچنے سے تین چار روز کے اندر یہ مضمون وصول ہوا ہے۔

مرزا سلطان احمد فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں۔ جیسا اُن کے ”رسوم“ کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن اُن کی طبیعت عملی باتوں کی طرف راغب ہے اور یہ اجتماع ہر طور سے مبارک ہے۔ اُن کی تحریریں زمینداروں کے متعلق اور جدا رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ جو معاملہ انھوں نے پیش کیا ہے وہ ادھر کے زمینداروں کے لیے لائق غور ہے۔

..... ہم مرزا صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ایک ایسی مفید بحث شروع کی ہے۔ امید ہے کہ صوبجات متحدہ کے اخبارات اور رسائل ریمیں اور زمیندار انجمنیں اُن کی طرف توجہ کریں گی۔ (ایڈیٹر)“

## دلکش اور لاجواب مضامین:

رسالہ ”الحجاب“ کے مدیر لکھتے ہیں:

”خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مشیر مال ریاست بہاولپور کے مضامین اپنے رنگ میں ایسے دلکش اور لاجواب ہوتے ہیں کہ گھنٹوں پڑھو اور طبیعت مزے لیا کرے۔ حال ہی میں آپ کو اپنی انشا پردازی کے صلے میں ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب سے درجہ اول کا انعام مل چکا ہے۔

رسالہ الحجاب جس قدر آپ کی ذات پر ناز کرے بجا ہے کیونکہ بیشتر آپ کی توجہ کا حصہ اسی کو ملتا ہے۔ اب ہم کو آپ کے مضامین کی مسلسل اشاعت کا فخر حاصل ہوا ہے، جس کے لیے ہم اپنے مخدوم کے ممنون ہیں۔ قیصر“<sup>۲</sup>

## اردو انشا پردازی کے روح رواں:

رسالہ ”الحجاب“ کے مدیر اپریل ۱۹۱۱ء کے پرچے میں آپ کے مضمون ”خواتین اسلام اور مسلم یونیورسٹی“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱ رسالہ ”عصر جدید“ اپریل ۱۹۰۴ء

۲ رسالہ الحجاب، جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۳

”خان بہادر مولوی سلطان احمد صاحب افسر مال ریاست بہاولپور جو اردو انشا پردازی کے روح رواں ہیں اپنے اس قابلِ قدر مضمون میں نہایت موثر پیرایہ سے خواتین کو مسلم یونیورسٹی کے واسطے چندہ دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور اپنے اس موسمی مضمون میں نہایت اثر انداز لہجے میں ان سے التجا کرتے ہیں۔

خدا کرے کہ ہمارے خان بہادر صاحب مدظلہ کی پُر درد آواز بے کار نہ جائے اور مسلم یونیورسٹی کے کشکول میں بیگماتی ہاتھ بھی کچھ ڈالتے نظر آئیں۔ (قیصر۔ ایڈیٹر)“

## زود نگاری کی ایک مثال:

مدیر رسالہ ”انسان“ اپریل ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

”چونکہ مختلف عقائد اور مذاہب کے رو سے پہلا انسان ایک ہی تسلیم نہیں کیا جاتا، اس لیے مختلف مذاہب کے مستند اہل قلم سے اپنے اپنے نکتہ خیال کے مطابق مذکور الصدر مضمون پر لکھنے کی درخواست کی گئی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب کا مضمون اسلامی نکتہ خیال سے ملا جو ہدیہ ناظرین ہے۔ (ایڈیٹر)“<sup>۲</sup>

یہ آپ کی زود نگاری کی ایک مثال ہے، جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کس قدر سرعت سے مضمون لکھ لیتے تھے، تاہم مضمون کو دیکھ کر ایسے لگتا ہے جیسے کئی ماہ کی محنت اور عرق ریزی کے بعد لکھا گیا ہو۔

۱ رسالہ ”الحجاب“، اپریل ۱۹۱۱ء صفحہ ۳

۲ رسالہ ”انسان“، اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۳



## فلسفیانہ مضامین لکھنے میں بے مثال شہرت:

مشہور و معروف ادیب اور رسالہ ”محزن“ کے ایڈیٹر شیخ عبدالقادر مرحوم نے اپنے نہایت بلند پایہ علمی پرچہ کے اگست ۱۹۰۴ء کے شمارہ میں صاحبزادہ صاحب کا نوٹو مندرجہ ذیل نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا:

”دوسری تصویر جناب مرزا سلطان احمد صاحب اسٹریٹ کمانڈر منٹنگمری کی ہے۔ آپ کے اعلیٰ خاندان کا پنجاب چیفس، میں خصوصیت سے ذکر ہے۔ فلسفیانہ مضامین لکھنے میں جو شہرت آپ نے حاصل کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ کی عالمانہ قابلیت اور قوت استدلال مسلم ہے۔ باوجود اپنے فرائض منصبی کے مضامین نگاری آپ کا خاص مشغلہ ہے۔“<sup>۱</sup>

## اس کا قائم مقام آیا نہ پھر:

ادارہ ”بزم اقبال“ نے علامہ اقبال کی مثنوی ’اسرارِ بے خودی‘ پر آپ کا تبصرہ شائع کیا جس کے دیباچہ میں لکھا:

”ہزاروں اعلیٰ پائے کے فلسفیانہ مضامین اور ادبی مقالات انھوں نے ملک کے مختلف اخبارات و رسائل کے لیے لکھے۔ اُس وقت شائع ہونے والا کوئی بھی ادبی پرچہ ایسا نہ تھا جس میں ان کے فاضلانہ اور عالمانہ مضامین شائع نہیں ہوئے۔ ان کے مختلف اور متفرق مضامین کے بارہ مجموعے آج بھی ربوہ کی مرکزی لائبریری میں محفوظ ہیں، جنہیں

دیکھ کر بے اختیار ان کی بے نظیر قابلیت اور اعلیٰ علمی لیاقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ہزار ہا علمی و ادبی اور فلسفیانہ و محققانہ مضامین لکھنے کے علاوہ ساٹھ سے زیادہ کتابیں انھوں نے لکھیں جو مختلف مسائل پر مشتمل ہیں۔..... یہ فاضل یگانہ اور ادیبِ شہیر ۲ جولائی ۱۹۳۱ء کو اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف روانہ ہو گیا، مگر اپنا کوئی مثیل و نظیر چھوڑ کر نہیں گیا، جو اس کی طرح رسائل و جرائد میں علم اور ادب کے دریا بہاتا۔ سچ ہے۔

جو گیا اس کا قائم مقام آیانہ پھر'

محسن اُردو:

مکرم مولانا نسیم احمد سیفی صاحب مدیر روزنامہ ”الفضل“ ربوہ تحریر کرتے ہیں:

”محسنین اردو میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کو فروغ دینے کے لیے جو مختلف ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں، آپ نے تقریباً ان تمام ذرائع کو استعمال کیا اور ایسے وقت میں کیا جب کہ اردو زبان کو خاص طور پر اس بات کی ضرورت تھی کہ صاحب اقتدار لوگ اسے سہارا دیں اور نہ صرف قلمی خدمت انجام دیں بلکہ اشاعت و ترویج کے لیے قلمی جواہر پاروں کو اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے شائع کریں اور ملک کے مختلف طبقتوں تک اس کی رسائی کا سامان بہم پہنچائیں۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف ایک اچھے نثر نگار تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک اچھے ناظم بھی، بلکہ انھوں نے اپنی ستر (۷۰) کے قریب کتب کو زیادہ تر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے چھپوایا اور اس طرح اردو کی قلمی خدمت کے ساتھ ساتھ مالی خدمت بھی کی.....

میں یہاں اس بات کو پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نہ صرف اردو کے محسن تھے بلکہ مسلمانوں کی بھی انھوں نے ایسی ایسی خدمات سر انجام دیں کہ ان کے وقت میں کم لوگ ہی ایسا کر سکتے تھے.....

یہ بات تو عام طور پر دیکھی گئی ہے کہ کسی مصنف نے ایک ہی موضوع پر متعدد کتب تصنیف کی ہوں۔ یہ بھی علمی تبحر کی دلیل ہے لیکن یہ کہ کوئی مصنف ایک سے زیادہ موضوعات پر ایک ہی جیسی قدرت اور روانی و سلاست کے ساتھ قلم اٹھا سکے، بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے اور جس مصنف میں یہ بات پائی جاتی ہو اس کے تبحر علمی کا تو پھر کہنا ہی کیا! مرزا سلطان احمد صاحب نے مذہبیات پر قلم اٹھایا تو نہایت بیش قیمت جواہر پارے یادگار چھوڑے۔ اخلاقیات پر لکھا تو یوں محسوس ہوا کہ گویا اخلاقیات آپ کا خاص موضوع ہے۔ فلسفہ کے متعلق گوہر فشانہ کی تو فلاسفوں کو دنگ کر دیا۔ ان سب باتوں سے مختلف لیکن ایک نہایت ہی اہم مضمون جس کے ساتھ مسلمانوں کی بہبود وابستہ تھی اس پر بھی لکھا اور وہ تھا: زمیندارہ بینکاری.....

یہ ہیں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سلیس اور عام فہم نثر میں مذہبیات، اخلاقیات، معاشیات اور ایسے ہی دیگر متعدد موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھنے والے اور پرانی اقدار کو قائم رکھتے ہوئے نئی نظم کے پیش روؤں کی صفِ اوّل کے شاعر۔<sup>۱</sup>

## اُردو کا ایک بھلایا ہوا صاحبِ قلم:

”سیاست جدید“ آپ کے بارہ میں لکھتا ہے:

”اس بیسویں صدی کے شروع کے بیس سالوں میں اُردو کے کسی بھی قابلِ ذکر رسالہ کو اٹھا کر دیکھ لیجیے اس کے مضمون نگاروں میں ایک نام مرزا سلطان احمد کا ضرور نظر آئے گا۔ عمومی، علمی و فلسفیانہ موضوعوں پر قلم اٹھاتے تھے۔ اُن کے مضامین عام اور عوامی سطح سے بلند اور سنجیدہ مذاق والوں کے کام کے ہوتے تھے۔ رسالہ الناظر مشہور زمانہ کانپور ادیب الہ آباد، مخزن لاہور، پنجاب لاہور وغیرہ میں اُن کی گلکاریاں نظر آتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اُردو والوں نے انھیں بالکل ہی بھلا دیا۔ اُن کے قلم سے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نکلی تھیں جن کی میزان چار درجن سے کم نہ ہو گی۔ کسی کتاب کو اُن کے خصوصی طرزِ تحریر کے باعث قبولیت عام نصیب نہ ہوئی اور اب جب کہ پاکستان کے قیام کے بعد اس سر زمین میں اُردو کی خدمت ہو رہی ہے اور بہت پرانے مصنفوں

۱ روزنامہ الفضل ۵/ اکتوبر ۱۹۹۳ء۔ مضمون مولانا نسیم احمد سیفی صاحب

اور مؤلفوں کی کتابیں جو گمنام اور مثل گمنام کے ہو چکی تھیں وہاں بڑے آب و تاب سے چھاپی جا رہی ہیں۔ ان کے ذخیرہ تصانیف کی طرف سے کسی کو بھی تاحال توجہ کی توفیق نہیں ہوئی۔“ (سیاست جدید کانپور)

معاصر محترم ”سیاست جدید“ کا یہ شذرہ نہ کسی مزید تائید کا محتاج ہے نہ توضیح و تشریح کا۔ خدمت زبان قومی کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داریت اور فرض شناسی کی شومی کہ زبان اردو کے ایک محسن و مربی کے بارے میں بھی سرحد پار کے پرستاران اردو ہی کو ہمیں کچوکا دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لہذا ہم نے اسے بغیر کسی مزید تبصرے کے (پاکستان میں حکومت کی سرپرستی سے قائم اور جاری) تصنیف و تالیف کے جید اداروں (ادارہ ثقافت اسلامیہ مجلس ترقی ادب، انجمن اردو اور گلڈ کتاب گھر) کی توجہ اور آگہی کے لیے من و عن نقل کر دیا ہے۔ اس امید پر کہ یہ علمی ٹھوکا کارگر ثابت ہو گا اور مستقبل قریب ہی میں ان میں سے کسی ایک کو ان نوادرات ادب کی اشاعت جدید کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ کرے!

## آپ کا ایک مضمون بعنوان ”اردو زبان“:

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی قوت و شوکتِ تحریر اور مضمون نگاری کے بارہ میں مختلف رسائل و اخبارات کے تبصرے اور آراء پڑھ کر قاری میں بالطبع اس بات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی تحریرات کا کوئی نمونہ بھی دیکھے۔ بعض بزرگان جیسے محترم مولانا عطاء الحجیب راشد صاحب اور محترم ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب نے بھی یہی صلاح دی کہ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم آپ کا ایک مضمون تو ضرور شامل کتاب ہونا چاہیے۔ مگر اس میں ایک مشکل یہ تھی کہ آپ کا کون سا مضمون منتخب کیا جائے، کیونکہ آپ کے مضامین میں اس قدر تنوع ہے کہ کوئی شعبہ علم ایسا دکھائی نہیں دیتا جس میں آپ نے کچھ نہ کچھ رقم نہ فرمایا ہو، لیکن کتاب کا حجم زیادہ مضامین کا متحمل نہیں۔ لہذا بطور نمونہ از خروارے آپ ایک مضمون بعنوان ”زبان اردو“ ہدیہ قارئین ہے۔ یہ مضمون رسالہ ”مخزن“ لاہور، جون ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ آپ لکھتے ہیں:

### اردو زبان:

اگر زبانِ اردو کی وسعت کے واسطے خود اردو ہی علمی الفاظ یا علمی اصطلاحات کا ذخیرہ مہیا کر سکے تو اس سے زیادہ تر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور اگر اپنی ہمسایہ زبانوں فارسی، عربی اور سنسکرت و بھاشا سے بعض الفاظ لے لیے جائیں تو یہ بھی کوئی برائی نہیں، لیکن بحث تو یہ آپڑتی ہے کہ اب اردو صرف اپنی ہمسایہ زبانوں ہی کی محتاج نہیں بلکہ زیادہ تر ان زبانوں کی ہے جو ہندوستان سے باہر یورپ اور جاپان کے ملک اور اقوام میں

بولی جاتی ہیں۔ وہ زندہ زبانیں، جن کا ذخیرہ الفاظ ہر رنگ میں دن بدن ترقی پارہا ہے، اردو زبان کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اگر ہم یہ ضرورت نہیں رکھتے یا اردو اس سے مستغنی ہو چکی ہے تو پھر یہ بحث یہیں ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ ضرورت ختم ہوتی نظر نہیں آتی، بلکہ ہر رنگ میں اس قدر الفاظِ جدیدہ اور مصطلحاتِ مروجہ دن بدن روان پارہے ہیں کہ ان سے احتراز اور استغنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ایک طرف اس قدر آمد ہے اور دوسری طرف ایسا سامان کوئی نہیں کہ ان کا کسی رنگ میں خیر مقدم کیا جائے۔

- (۱) اہل زبان و اہل مذاق میں سے بعض اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ چاہے کچھ بھی ہو دائرہ اردو سے باہر نہ نکلا جائے کیونکہ زبان دوغلی ہو جاتی ہے۔
- (۲) بعض یہ کہتے ہیں کہ خود ہی جدید الفاظ اور جدید اصطلاحات کی بنیاد رکھی جائے
- (۳) بعض کا یہ خیال ہے عمل تعریب و تفریس کو وسعت دی جائے۔
- (۴) بعض کی رائے ہے کہ دوسری علمی زبانوں کے بعض اصلی الفاظ اور اصلی مصطلحات لے لیے جائیں۔

بظاہر اس اربعہ عناصر کی ہر رنگ میں ضرورت ہے مگر یہ فیصلہ کون کرے کہ ان میں سے کون سی غالب اور مقدم شق ہے اور کون سی نہیں۔ جتنی تجویزیں اوپر بیان ہوئی ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر سب کی سب ضروری اور مناسب اور موزوں معلوم ہوتی ہیں۔ اگر اردو اپنے زور پر خود ہی جدید الفاظ اور جدید اصطلاحات کی موجود ہو سکتی ہے تو ازیں چہ بہتر! آپ اس میدان ہی میں قدم زن ہو کر دیکھ لیجیے، مگر یہ طریق اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جب یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ اردو میں جدید الفاظ وضع ہو

سکتے ہیں اور ان کی کیفیت یہی ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں الفاظِ جدید وضع تو ہو سکتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کا بر محل استعمال بھی ہو سکتا ہے، مگر یہ کام ذرا مشکل ہے۔ جس طرح الفاظِ متروک پر نکتہ چینی ہوتی ہے اسی طرح الفاظِ جدید پر بھی ہوگی اور بات کھسائی میں جا پڑے گی۔ ایک دفعہ ایک دوست نے ”اُور کوٹ“ کا ترجمہ ”اُپریلہ“ کیا اور ہمیشہ یہی استعمال کرتے رہے۔ خط و کتابت میں بھی یہی لکھا پڑھا۔ ان کے حلقہ میں تو یہ سکہ چل گیا، مگر اکثر نے اعتراض کیا۔ ترجمہ تو کسی حد تک درست ہے، کیونکہ ”اُور کوٹ“ کے اوپر اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا اور لفظ ”اُپریلہ“ ایک وسعت کے ساتھ یہی مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ”میرا اُپریلہ لاؤ“۔ ”اُپریلہ پہنادو“۔ ”اُپریلہ سی دو“ تو لوگ پہلے پہل نکتہ چینی کریں گے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس دوست کے رفتہ رفتہ نوکر چاکر کنبے والے اس نام سے قریباً ایسے ہی مانوس ہو گئے جیسے ”اور کوٹ“ سے تھے۔ جدید الفاظ میں موزونیت اور جامعیت بھی ہونی چاہیے۔ میری رائے میں اُپریلہ اور کوٹ سے کم موزوں اور کم جامع نہیں ہے۔ اگر یہ لفظ رفتہ رفتہ بولنے اور لکھنے پڑھنے میں آجائے تو اس میں کیا نقص ہے۔ بجز اس کے کہ اہل زبان کے زبان زد نہیں ہے یا ان کی زبان میں نہیں پایا جاتا۔ بے شک اس کا کوئی جواب نہیں، مگر اس سے اس قدر تو ثابت ہو گیا کہ بُرے بھلے جدید الفاظ وضع ہو سکتے ہیں۔

تو وضعِ الفاظِ جدید کی صورت ایک نہیں ہے۔ کبھی کسی پہلے لفظ کی شان ملحوظ رکھ کر ایک جدید لفظ وضع کیا جاتا ہے اور کبھی محض جدید دیکھو تالیح مہمل الفاظِ چیز ویز، کام و ام وغیرہ وغیرہ پہلے لفظوں کی شان کے اعتبار پر وضع ہوئے ہیں اور بولے بھی جاتے



ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے اپنے رنگ میں اور جدید الفاظ وضع کر رکھے ہیں اور ان کو بول چال میں بھی استعمال کرتے ہیں، لیکن محک لسان پر وہ اب تک پرکھے نہیں گئے۔ اس واسطے ان کا رواج زیادہ نہیں ہوا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہر زبان میں رفتہ رفتہ ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں اور رفتہ رفتہ ایک مدت کے بعد جزو لسان ہوتے گئے۔ اگر الفاظ مہملہ ہم وضع کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ با معنی الفاظ نہ وضع کر سکیں۔

یہ بڑی پیچیدہ بحث ہے کہ کس طرح الفاظ خلعت معانی سے مزین ہوتے ہیں۔ میری رائے میں تحقیق معانی کا بہت کچھ حصہ محض اعتباری ہے۔ اگرچہ بعض السنہ (عربی و سنسکرت) کے معانی اور الفاظ میں ضرور کوئی نہ کوئی نسبت ہوتی ہے، مگر اکثر دوسری زبانیں اس سے ایک بڑی حد تک معری نظر آتی ہیں۔ یہ بحث کہ جدید الفاظ کہاں تک اور کیونکر وضع ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر ایک دقت رہتی ہے لیکن اگر وسعت نظر سے اس پر غور کیا جائے تو اس میں وہ مشکلات نہیں ہیں جو زیر نظر رہتی ہیں۔ آخر پرانے الفاظ بھی تو کسی نہ کسی وقت وضع ہوئے ہی تھے اور ان کے واضعین انسان ہی تھے۔ شروع میں واضعین الفاظ کی وضع تابع ضروریات تھی تو اب بھی اسی قسم کی ضروریات کے تابع یہ کام ہو سکتا ہے۔

اُسنہ کی غیر علمی اصطلاحات کے تراجم میں ضرور ایک دقت حائل ہے، لیکن بجائے تراجم کے جدید اصطلاحات اپنی زبان ہی میں بنالی جائیں تو اس میں کیا نقص ہے؟ گو ایسی اصطلاحات کا خود اپنی زبان کے دائرہ ہی میں وضع کرنا مشکل ہو گا، مگر آخر یہ مشکل یوں ہی حل بھی ہو سکتی ہے۔

اگرچہ بعض لوگوں کے خیال میں جدید الفاظ کی وضع اس وقت ایک کٹھن کام ہے اور کوئی اس کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا، مگر ضرورت ہر وقت ایسا تہیا کر سکتی ہے اور پہلی نظیریں اس کی تائید میں ہیں۔ ہر زبان میں ہزاروں الفاظ ایسے ہیں جو جدید ہیں اور جدید الفاظ کسی نہ کسی ضرورت کے پیش کرنے پر وضع کیے گئے ہوں گے۔ وہی ضروریات اب بھی درپیش ہیں۔

اگر یہ منزل کڑی ہو تو اس میں کیا عیب و نقص ہے کہ جن اصطلاحات کا ترجمہ نہیں ہو سکتا یا ابھی تک زبانِ اردو ان کی متحمل نہیں ہوئی، ایسی اصطلاحات بجنسہ لے لی جائیں۔ یہ خیال کہ ایک غیر زبان کی اصطلاحاتِ علمیہ کا اردو میں لینا زبان کی بدنامی یا نقص کا موجب ہے صحیح نہیں۔ اس وقت صدہا الفاظ اور بیسیوں اصطلاحات اردو میں السنہِ مغیر کی کھپ چکی ہیں اور روز بروز ایک خاموشی کے ساتھ کھپ رہی ہیں۔ ذرا دفتروں، کچھریوں، بازاروں، پلیٹ فارموں، ٹرینوں وغیرہ میں پھر کر دیکھو کہ جاہل بچے اور عورتیں بھی غیر زبانوں کے الفاظ و اصطلاحات بول رہی ہیں اور بالکل اسی طرح جیسے اپنی زبان کے الفاظ ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایسے الفاظ اردو زبان میں کھپتے جائیں گے اور ایک دن ایسے الفاظ بلا کر اہت اردو کے جزو سمجھے جائیں گے۔

اردو دراصل زیادہ تر ان زبانوں کا نچوڑ ہے جو خود ہندوستان میں کسی وقت مروج تھیں یا اب کسی حد تک مروج ہیں۔ کتاب ”امثال پنجابی“ میں یہ بات مختصراً بیان کی گئی ہے کہ پنجابی اور اردو الفاظ یا پنجابی اور اردو زبان میں کہاں تک وابستگی اور مشابہت ہے۔ ایسی وابستگی و مشابہت ہندوستان کی دوسری زبانوں کے ساتھ نہیں ہے۔ مقابلہ کرنے سے پتا لگتا ہے کہ اردو زبان پنجابی کی اصلاح یافتہ زبان ہے یا پنجابی زبان کا ایک دوسرا اصلاح یافتہ رُخ۔

بہت سے الفاظ پنجابی زبان کے بادی تغیر اردو بن جاتے ہیں اور بہت سے بجنسہ اردو میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں اردو زبان بمقابلہ مدراس، گجرات وغیرہ کے زیادہ تر سہولت سے جگہ لے رہی ہے۔ صدہا الفاظ دونوں زبانوں کے ملتے ہیں اور دونوں زبانوں میں ایک ہی مضمون ادا کیا جائے تو قریباً دونوں زبانوں کے الفاظ بہت تھوڑے سے تصرف کے بعد، جو زیادہ تر لب و لہجہ اور آب و ہوا کے تابع ہوتا ہے، مشترک نکلیں گے۔ مثلاً:

| اردو                                      | پنجابی میں ایک شخص کہتا ہے:              |
|---|--|
| بھائی صاحب                                | بھائی جی                                 |
| السلام علیکم۔ کل تم ضرور میرے مکان پر     | سلام علیکم۔ کل تساں ضرور میرے مکان       |
| آنا۔ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ میں چاہتا     | اوپر آونا۔ مینوں تساڈے نال اک کم ہے۔     |
| ہوں کہ تم آؤ تاکہ یہ کام جلدی ہو          | میں چاہناہاں کہ تسیں آؤتے ایہہ کم چھیتی  |
| جائے۔ اس سے اول بھی ایک بار تم کو یہ      | مک جاوے۔ اس تھوں پہلے بھی اک واری        |
| لکھا گیا تھا۔ مہربانی کر کے اب اس میں دیر | تسانوں لکھیا گیا سی۔ مہربانی کر کے ہن اس |
| نہ ہو، نہیں تو میرا کام بگڑ جائے گا۔ تم   | وچ دیر نہ ہووے، ننیں تے میرا کم وگڑ      |
| جانتے ہو میں اور بھی بہت سے کام رکھتا     | جاوے گا۔ تسیں جاندے ہو۔ میں ہو روی       |
| ہوں۔ تمہاری دیر میرے واسطے زہر            | بتیرے کم رکھناں ہاں۔ تساڈی ٹھل           |
| ہے۔ بھائی جی! جس طرح ہو سکے اسی           | میرے واسطے زہر ہے۔ بھائی جی جیو کر       |
| طرح آؤ اور مجھ کو آنے سے پہلے پیغام       | ہووے تو کر آؤ، تے مینوں آون تھوں         |
| بھیج دینا۔                                | پہلے سہنیا بھیج دینا جی۔                 |

دونوں کو پڑھو اور کہو کہ ان میں کہاں تک مغائرت ہے۔ میری رائے میں پنجابی کے رقعہ کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اردو میں بعض الفاظ کی اصلاح کی گئی ہے یا ان کا تلفظ کسی اور رنگ میں رکھا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ پنجابی ہی سے اردو بنی ہے اور پنجاب ہی اردو کی پہلی منزل ہے۔ مثلاً:

|                     |                    |
|---------------------|--------------------|
| تسی کی جگہ تم       | وچ کی جگہ میں      |
| اوپر کی بجائے پر    | وگڑ کی جگہ بگڑ     |
| نال کی جگہ ساتھ     | جاندے کی جگی جانتے |
| چاہنا کی جگہ چاہتا  | ہور کی جگہ اور     |
| کم کی جگہ کام       | ٹھل کی جگہ دیر     |
| چھیتی کی جگہ جلدی   | جیو کر کی جگہ جیسے |
| استھوں کی جگہ اس سے | آؤن کی جگہ آنے     |
| واری کی جگہ باری    | تھوں کی جگہ سے     |
| سی کی جگہ تھا       | سہنیا کی جگہ پیغام |
| ہن کی جگہ اب        | ----               |

ان انیس الفاظ کے مقابلہ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ پنجابی اور اردو الفاظ میں کہاں تک لفظی اور تلفظی اتحاد ہے۔ اور ایک ادنیٰ تغیر سے کس آسانی سے پنجابی الفاظ اردو کا جامہ پہن لیتے ہیں۔ ان انیس الفاظ کے سوا جو الفاظ ہیں وہ گویا اردو ہی ہیں۔ اور وہ جیسے اردو میں بولے جاتے ہیں ایسے ہی پنجابی میں بھی استعمال کیے جاتے

ہیں۔ جس طرح اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ مخلوط ہیں اور بولے جاتے ہیں، اسی طرح پنجابی میں بھی مخلوط ہو کر بولے جا رہے ہیں۔ جس طرح بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ اردو میں مل گئے ہیں اور بولے جاتے ہیں اسی طرح پنجابی کی کیفیت ہو رہی ہے۔ اس پنجابی کی مثال ہی سے یہ پتا لگ سکتا ہے کہ السنہ ’غیر کے الفاظ اردو کس وسعت اور کس خوبی سے قبول کرتی ہے۔ اور تعریف یہ ہے کہ اردو زبان غاصب نہیں ہے۔ اگرچہ پنجابی، عربی، فارسی اور سنسکرت کچھ کچھ غاصب ہیں، مگر اردو زبان میں ہر غیر زبان کا لفظ اسی حیثیت سے مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ خود اپنی اصلی زبان میں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اردو زبان الفاظ السنہ ’غیر کا کس خوبی سے خیر مقدم کرتی ہے اور کہاں تک جامعیت رکھتی ہے۔

بے شک کسی زبان کے واسطے یہ ایک کمی ہے کہ اس کا ذخیرہ لفظی بہت کچھ السنہ ’غیر کا محتاج ہو، لیکن یہ ایک مجبوری ہے اور اردو کے مقابلہ میں بعض دوسری زبانیں بھی اس نقص سے خالی نہیں ہیں۔ مثلاً انگریزی زبان کا ذخیرہ الفاظ قریباً فیصدی تیس پینتیس السنہ ’غیر کا محتاج ہے اور اس بد صورتی سے کہ الفاظ السنہ ’غیر کی صورت ہی انگریزی زبان میں مسخ ہو جاتی ہے۔ اگر الفاظ السنہ ’غیر کو انگریزی میں سے نکال دیا جائے تو وہ قریباً ایک مفلس زبان ہو جائے گی۔ بالخصوص اصطلاحات علمیہ کا تو بہت کچھ حصہ السنہ ’غیر سے وابستہ ہے۔

زبانیں دو قسمیں رکھتی ہیں: (الف) السنہ ابتدائی۔ (ب) السنہ مابعدی

السنہ ابتدائی عموماً ان نقائص سے مبرا ہیں، لیکن السنہ مابعدی میں یہ وصف نہیں ہے۔ کیونکہ دراصل وہ السنہ ابتدائی ان کی ذریعات ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذریعات کو اپنے اصل سے کوئی نہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور نسبتاً اس سے محدود بھی۔

بہر صورت السنہ مابعدی کے واسطے اس قسم کی مشکلات لازمی ہیں اور تا وقتیکہ ان کے ہاتھ میں کافی سرمایہ نہ آجائے وہ کسی نہ کسی صورت میں دوسری زبانوں یا اجتہادِ جدید کی محتاج رہیں گی۔

بہت سے الفاظ اپنی جامعیت اور وسعت معانی کے اعتبار سے غیر زبانوں میں سے مل سکتے ہیں، جن کا اردو زبان میں استعمال کیا جانا درست ہے اور اس سے اردو زبان کے حسنِ طلاق میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ چاہے یہ کیسا ہی تکلیف دہ عمل ہو۔

اردو زبان روز بروز ایسے الفاظ کا خیر مقدم کرے گی اور کر رہی ہے۔ شاید کسی زمانے تک کتابوں اور رسالوں میں ان کا دخل نہ ہو سکے، مگر بول چال اور زبانیں ان سے خالی نہیں رہ سکتیں۔ اخبارات اور رسالوں میں تو ضرور کسی نہ کسی رنگ میں وقتاً فوقتاً ان کی کھپت ہوتی رہے گی اور ایک زمانہ میں علمی اردو بھی ان سے ویسے ہی خلط ملط ہو جائے گی جیسے اور پرانے الفاظ سے ہے۔

سلطان احمد

## فصل سوم

### حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی تصنیفات

آپ کی کل تصانیف انسٹھ (۶۹) ہیں، جو متفرق اور متنوع موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ بعض شعر و ادب سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض خالص دینی موضوعات پر بحث کرتی ہیں؛ بعض معاشرتی علوم کو موضوع بناتی ہیں تو بعض سائنسی علوم کو بیان کرتی ہیں۔ اسی طرح بعض معاشیات اور زراعت جیسے انوکھے موضوعات پر نکتہ آفرینی کرتی نظر آتی ہیں۔ تاریخ و سیرت، موازنہ اور تصوف وغیرہ مضامین بھی آپ کی انشا پردازی سے بے فیض نہیں رہے۔ غرض ہر قسم کے موضوع پر آپ نے اظہار خیال کیا اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس پر گہرے فلسفیانہ رنگ میں بحث کی۔ عام سطحی رنگ میں گفتگو نہیں کی اور نہ ہی محض متفرق معلومات کی جمع و ترتیب پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے پیدا کردہ شاندار لٹریچر سے سرمایہ ادب میں بیش بہا اضافہ ہوا، جس کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے معاصرین آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے علمی و ادبی مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل آراء سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

## معاصرین میں آپ کا مقام و مرتبہ:

جناب حافظ قاری فیوض الرحمن (ایم اے ایم او ایل پی ایچ ڈی ایم اے عربی۔ اردو، عربی، اسلامیات) نے اپنی کتاب ”معاصرین اقبال“ میں آپ کے بارہ میں لکھا ہے کہ

”مولانا ابو الکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، مفتی کفایت اللہ، اکبر الہ آبادی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔“<sup>۱</sup>

## حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور علامہ اقبال:

اس سلسلہ میں مزید تحریر کرتے ہیں:

”مرزا سلطان احمد کو مسلمانوں کے رفاہی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اقبال سے ان کی پہلی ملاقات انجمن ہی کے جلسوں میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد علامہ اقبال اور ان میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن کے ایک اجلاس کی دوسری نشست کی صدارت انھوں نے کی، جس میں علامہ اقبال نے شمع و شاعر دو نشستوں میں پڑھی تھی۔“<sup>۲</sup>

---

۱ معاصرین اقبال، صفحہ: ۳۵۹۔ مطبوعہ ۱۹۹۳ء، ناشر: نیشنل بک سروس اردو بازار لاہور۔ بحوالہ روزنامہ الفضل ۶ جنوری ۲۰۰۵ء۔ مضمون مولانا دوست محمد شاہد صاحب<sup>۲</sup>

۲ معاصرین اقبال، صفحہ: ۳۵۸۔ مطبوعہ ۱۹۹۳ء، ناشر: نیشنل بک سروس اردو بازار لاہور۔ بحوالہ روزنامہ الفضل ۶ جنوری ۲۰۰۵ء۔ مضمون مولانا دوست محمد شاہد صاحب<sup>۲</sup>



## گاہ بہ سلطان باشی، گاہ باشی بہ فقیر:

انجمن حمایتِ اسلام کے جلسے اس زمانے میں بڑے اہم تصور کیے جاتے تھے، جن میں علامہ اقبال بھی بعض دفعہ اپنا کلام سامعین کی نذر کیا کرتے تھے۔ نامور اور صاحب اثر شخصیات انجمن کے جلسوں کی صدارت کے لیے منتخب کی جاتی تھیں۔ انجمن کا ستائیسواں جلسہ ۱۶ اپریل، ۱۹۱۲ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ریواڑ ہوٹل کے وسیع میدان میں منعقد کیا گیا، جس کے پہلے اجلاس کی صدارت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے کی اور دوسرے اجلاس کی صدارت جناب فقیر افتخار الدین صاحب نے کی۔ اس وقت وہاں تقریباً دس ہزار سامعین جمع تھے۔ اقبال نے دو نشستوں میں اپنی نظم ”شمع و شاعر“ پیش کی، جس کے پہلے چھ بند پہلی صدارت میں اور باقی چھ بند دوسری صدارت میں پیش کیے۔ دوسری نشست میں نظم سے پہلے اقبال نے یہ قطعہ بھی پیش کیا:

|                                      |  |
|--------------------------------------|--|
| ہم نشین بے ریایم از رہِ اخلاصِ گفت   | اے کلام تو فروغِ دیدہ برنا و پیر       |
| در میانِ انجمن معشوقِ ہرجائیِ مباح   | گاہ بہ سلطان باشی، گاہ باشی بہ فقیر    |
| گفتش اے ہم نشین! معذوری دارم ترا     | در طلسمِ امتیازِ ظاہری ہستی اسیر       |
| من کہ شمعِ عشق در بزمِ جہاںِ افروختم | سو ختم خود را و سامانِ دوئی ہم سو ختم! |

ترجمہ اشعار: میرے مخلص دوست نے مجھے خلوص نیت سے کہا کہ تیرا کلام بیرو جواں کی آنکھ کو روشن کر دیتا ہے۔ تو بزم میں معشوقِ ہرجائی نہ بن، کبھی تو سلطان کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی فقیر کے ساتھ۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے دوست! میں تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، تو ظاہری امتیاز کے طلسم میں گرفتار ہے۔ میں نے تو بزمِ جہاں میں شمعِ عشق روشن کی ہے۔ میں نے خود کو بھی جلا دیا ہے اور سامانِ دوئی کو بھی جلا دیا ہے۔

”گاہ بہ سلطان ہاشمی گاہ ہاشمی بہ فقیر“ اس مصرع میں سلطان سے مراد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ہیں اور فقیر سے مراد جناب فقیر افتخار الدین صاحب ہیں۔<sup>۱</sup>

## جناب اکبر الہ آبادی کی رائے:

لسان العصر جناب اکبر حسین اکبر الہ آبادی آپ کے کس درجہ مداح تھے؟ اس کا اندازہ ان مکتوبات سے ہو سکتا ہے، جو انھوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے نام رقم فرمائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ مکتوبات قادیان سے ”مکتوبات اکبر“ کے نام سے شائع کر دیے تھے۔ ان کے دوسرے ایڈیشن کا اعزاز ”نیا ادارہ ۱۵ سرکلر روڈ لاہور“ کو نصیب ہوا۔

(۱) جناب اکبر الہ آبادی صاحب نے اپنے ۱۸ فروری ۱۹۱۲ء کے مراسلہ میں تحریر کیا: ”آپ کی کثرت معلومات اور زور قلم اور بلند خیالی اور عارفانہ طبیعت آپ کے لیے بڑی نعمتیں ہیں۔“ (صفحہ ۲۳)

(۲) ۲۴ جنوری ۱۹۱۳ء کے مکتوب میں لکھا:

”میں آپ کو نیاز نامہ لکھنا چاہتا تھا۔ ایک مضمون تصوف کی نسبت بہت اچھا تھا اور حال میں کسی اخبار میں آپ کا ایک عمدہ مضمون دیکھ کر آپ کے ثبات قدم اور صحیح الخیالی پر خوش ہوا تھا۔ اس کی داد دینی تھی اگرچہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح ایک تندرست جوان اپنی تندرستی کا احساس

۱ غیر مطبوعہ آپ بیتی، غلام رسول مہر ص ۱۱-۱۳، بحوالہ علامہ اقبال اور غلام رسول مہر کے روابط

راحت کے ساتھ کرتا ہے اسی طرح آپ ایسا ایک صحیح الخیال فلاسفر اپنے خیالات کی لذت سے متمتع ہوتا ہے، مدح ہو یا نہ ہو۔ آپ کی تصنیفاتِ حال میں ”کتاب النساء فی الاسلام“ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ قومی اور مذہبی لٹریچر میں نہایت قیمتی اضافہ ہے۔ اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو۔“ (صفحہ ۲۶-۲۷)

(۳) جناب اکبر الہ آبادی نے ۱۳/ مئی ۱۹۱۷ء کو بذریعہ مکتوب ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین ادا کیا: ”آپ کے چند لفظ بحر معنی کی ہزاروں موجوں کا جوش دکھاتے ہیں۔“ (صفحہ ۴۸)

(۴) لسان العصر نے ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے گرامی نامہ کا آغاز ہی ان سنہری الفاظ سے کیا: ”آپ کی تصانیف کا کیا پوچھنا نہایت واضح، قرآن کے موافق، مذاق اسلامیہ کے مطابق، اللہ جزائے خیر دے۔“ (صفحہ ۵۵)

## آپ کی جملہ کتب کی فہرست:

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بعض کتب کے آخر میں آپ کی جملہ کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ کی فہرستیں شائع شدہ ہیں۔ سب کو یکجا کرنے سے آپ کی کل کتب ۵۹ بنی ہیں، لیکن خاکسار کا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان میں سے بعض کتابوں کے نام مختلف جگہوں یا فہرستوں میں مختلف درج ہو گئے ہیں۔ مثلاً ”ایک اعلیٰ ہستی“ اور ”ہستی“ مطلق“ ایک ہی کتاب کے دو نام معلوم ہوتے ہیں۔ ”چند نظمیں“ اور ”چند نثر نما

نظمیں“ بھی شاید ایک ہی کتاب ہو۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ”ملت اور قومی معاملات“ کو دوسری فہرست میں اختصاراً محض ”ملت“ کے نام سے درج کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسا ہو تو آپ کی کتب کی تعداد ۵۶ ہو جائے گی، لیکن خاکسار کے اس خیال کی تصدیق اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ سب کتب دستیاب ہوں۔ بہر حال سر دست سب نام ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جن کا سبب اشاعت معلوم ہو سکا ہے وہ بھی ساتھ درج کر دیا گیا ہے:

- |                         |                           |
|-------------------------|---------------------------|
| ۱- سسی و پٹنوں (پنجابی) | ۲- تبیین الحق             |
| ۳- مرآة الخیال (۱۸۸۲)   | ۴- صدائے الم (اپریل ۱۸۸۶) |
| ۵- معیار                | ۶- اصول                   |
| ۷- اخلاق احمدی          | ۸- ریاض الاخلاق (۱۹۰۰)    |
| ۹- سراج الاخلاق (۱۹۰۳)  | ۱۰- رفیق                  |
| ۱۱- فرحت (۱۸۹۰)         | ۱۲- صداقت (۱۸۹۳)          |
| ۱۳- دل نواز             | ۱۴- نظم خیال              |
| ۱۵- بزم خیال            | ۱۶- راز الفت              |
| ۱۷- الفت                | ۱۸- دل سوز                |
| ۱۹- فن شاعری (۱۹۰۷)     | ۲۰- امثال (مئی ۱۹۱۱)      |
| ۲۱- مشیر باطن           | ۲۲- اساس الاخلاق          |
| ۲۳- زمیندارہ بنک (۱۹۰۳) | ۲۴- حیات صادقہ            |

- ۲۵- نساء المؤمنین  
 ۲۶- الصلوٰۃ (۲ جون ۱۹۱۲)
- ۲۷- نبوت (۱۹۱۸)  
 ۲۸- خیالات (جون ۱۹۰۷)
- ۲۹- یادگارِ حسین  
 ۳۰- ایثارِ حسین
- ۳۱- یادِ رسول ﷺ  
 ۳۲- زبان
- ۳۳- اعتصام  
 ۳۴- علوم القرآن (۱۹۲۰)
- ۳۵- ملت  
 ۳۶- النظر
- ۳۷- جبر و قدر  
 ۳۸- فنون لطیفہ (اواخر ۱۹۱۲)
- ۳۹- چند نظمیں (زندگی)  
 ۴۰- درس بے خودی
- ۴۱- مکتوباتِ اکبر (۱۹۶۷)  
 ۴۲- طلاق و کثرت ازدواج
- ۴۳- قوت و محبت (۱۹۲۰)  
 ۴۴- الوجد
- ۴۵- تنقید بر مثنوی مولانا قدوائی  
 ۴۶- ذبح گائے
- ۴۷- ہستی مطلق  
 ۴۸- فلسفہ
- ۴۹- صفاتِ باری  
 ۵۰- سفر نامہ لندن
- ۵۱- ذاتِ باری  
 ۵۲- ایک اعلیٰ ہستی (۱۹۱۹)
- ۵۳- ملت اور قومی معاملات (۱۹۲۷)  
 ۵۴- تبصرہ بر اسرارِ بے خودی
- ۵۵- طلسمِ احمر  
 ۵۶- چند نثر نما نظمیں
- ۵۷- اصولِ خمسہ اسلام  
 ۵۸- اسوۂ رسول
- ۵۹- اساس القرآن

## کتب کا تعارف

آپ کی تمام کتب خاکسار کو مہیا نہیں ہو سکیں۔ خلافت لائبریری ربوہ میں آپ کی اکیس کتب ملیں اور پھر پنجاب پبلک لائبریری لاہور سے مزید پانچ کتب میسر آ گئیں۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ سے دستیاب ہوئیں۔ اس طرح خاکسار کو آپ کی کل ۲۸ کتب دیکھنے کا موقع ملا۔ ممکن ہے پاکستان کی بعض قدیم لائبریریوں سے آپ کی مزید کتب بھی دستیاب ہو جائیں۔ اسی طرح ہندوستان اور انگلینڈ کی لائبریریوں میں بھی آپ کی کتب یقیناً موجود ہوں گی۔ سر دست ان ۲۸ کتب کا مختصر تعارف پیش ہے۔

### ۱۔ ایک اعلیٰ ہستی:

یہ رسالہ ۱۹۱۹ء کی تحریر ہے اور روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے شائع شدہ ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر عقلی رنگ میں بحث کی ہے اور منطقی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قادرِ مطلق ہستی ہے جو انسان اور اس کائنات کی خالق و مالک ہے اور انسان اپنی ادراکی قوتوں کو عمل میں لا کر اس اعلیٰ ہستی کے بارہ میں جان سکتا ہے۔ اس

بحث میں آپ اس اعلیٰ ہستی کے وجود سے انکار کرنے والوں کے دلائل کا رد بھی ساتھ ساتھ کرتے گئے ہیں۔

مذہبیات میں آپ کی یہ چھوٹی سی کتاب اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کے اکاون (۵۱) دلائل پر مشتمل ہے۔ نہایت سلیس پیرائے میں اور عام فہم طریق پر آپ نے اپنے قارئین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کون و مکان کو پیدا کرنے والی ایک ہستی ہے اور وہ سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اس کتاب میں ”لاشے اور ہستی“ کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

”انسان یہ بھی جانتا ہے کہ لاشے محض سے کوئی حقیقی وجود پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ لاشے محض دو قانموں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا۔ جب ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک نیست ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑتا ہے کہ اس سے ہست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نیست نہ تو کوئی ہستی ہے اور نہ کوئی وجود اور نہ کوئی طاقت۔ جو کچھ بھی نہیں وہ کیا طاقت اور ہستی رکھے گا اور اس کی قیمت کیا کچھ ہوگی۔ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیست سے ہست مشکل ہے تو پھر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے ارد گرد ایک عالم ہست دیکھتے ہیں جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے، تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یا تو یہ عالم ہست خود بخود نیستی سے منتقل بہ ہست ہوا ہے اور یا یہ کہ اس کے سوا کوئی اور ہستی اس کی ہستی کا باعث ہوئی۔ اگر یہ ہستیاں خود بخود ہی وجود پذیر ہوئی ہیں تو یہ درست نہیں کیونکہ نیست سے

ہست ہو نہیں سکتا۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسرا ہست ان ہستیوں کا باعث ہے۔ جو قدیم سے موجود ہے اور جس کی ہستی بجائے خود کوئی آغاز اور شروع نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسی ہستی قدامت تقدیس کے ساتھ ہی قوی تر، بالاتر، قادر تر بھی ہوگی، کیونکہ جب تک وہ یہ صفات نہ رکھے تب تک وہ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔“

کتنی عام فہم ہے یہ مثال اور کتنے اچھے رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ ساری کتاب ایسی ہی مثالوں سے پُر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی تحریریں نہ صرف اردو زبان پر ایک احسان کا رنگ رکھتی ہیں بلکہ عمومی طور پر ان کو بنی نوع انسان پر بھی احسان کا درجہ دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اتنی عام فہم تحریروں سے بنی نوع انسان کو اپنے خالق کا پتہ دینا اور اس سے قریب سے قریب تر لانا اگر نوع انسان پر احسان نہیں تو اور کیا ہے؟

## ۲- علوم القرآن:

۱۹۲۰ء میں الناظر پریس واقع بلدہ لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب

کے ۳۱۷ صفحات ہیں۔

۲۹ فروری ۱۹۲۰ء کی تالیف ہے، مگر پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود نسخہ

۱۹۸۵ء میں قادر یہ بکس سنت نگر لاہور نے اردو آرٹ پریس سے طبع کرا کے نشر کیا اور

اس کے کل ۳۱۷ صفحات ہیں۔ ISBN:969-8009-8-6



اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں سات تبصرے اور متفرق مضامین شامل ہیں۔ پہلے تبصرے میں نبی کی بعثت کے اغراض، دوسرے میں نزولِ قرآن مجید کی اغراض بیان کی ہیں، جن پر تصنیفات مشاہیر اسلام گواہ ہیں جو متنوع علوم پر مشتمل ہیں۔ تیسرے تبصرے میں طبوعات کا بیان ہے۔ چوتھے میں قرآن کریم نے جو عقل، سماعت اور علم کی طرف توجہ دلائی ہے اس کا بیان ہے۔ پانچویں میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ تاویلات قائم مقام قرآن کریم کی نہیں۔ چھٹے میں قرآن اور مناظرِ قدرت کا ذکر ہے۔ ساتویں تبصرے میں بتایا کہ قرآن کریم کی بعض آیات پر عمل اور بعض سے اعراض ہی دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کا موجب ہے۔ پھر قرآن کریم کی غلط تفسیر اور اس کا صحیح پہلو، ملّی غیرت کا فقدان، فطرت اور اقتضائے فطرت، علوم و فنون، غرضِ دعوتِ قرآن، قرآن مجید کی مجموعی شانِ نزول وغیرہ موضوعات کو زیرِ بحث لائے ہیں۔

حصہ دوم میں قرآن کریم کے مختلف علوم پر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں بحث کی ہے، جن میں علم الاخلاق، علم الحیوانات، علم نباتات، جمادات، علم آب، علم ہوا، علم آتش، علم ہیئت، ریاضی، علم النفس والقوای یا سائنس کا لوجی، علم الانسان، علم طب، فن تشریح، علم زبان، علم بلاغت و فصاحت، منطق، علم الکلام، فن مناظرہ، تاریخ، جغرافیہ، سیاحت، علم المعیشت، فن زراعت، تجارت اور علم خواب شامل ہیں۔

حصہ سوم میں دیگر علوم، جو مسلمانوں سے خاص ہیں، بیان کیے ہیں، جیسے: علم تفسیر القرآن، تعبیر القرآن، رموز القرآن، علم الفقہ، علم المیراث، علم الرجال، علم الحدیث، علم الدعوات، علم الہیات، علم صوفیہ وغیرہ۔

### ۳- نبوت:

۱۹۱۸ء میں کاشی رام پریس لمیٹڈ لاہور میں طبع ہوئی اور اس کے ۵۶ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں نبوت کے بارہ میں مباحث بیان کیے گئے ہیں۔ اُمتِ واحدہ اور امتِ وسطیٰ سے کیا مراد ہے؟ کل امتوں کے نبی، نبیوں کی درجہ بندی، اقسامِ نبوت، شروع ہی میں کیوں ایک نبی نہ بھیجا گیا اور نبوت و الہام کی ضرورت وغیرہ جیسے اہم سوالات اٹھائے گئے ہیں اور ان پر بحث کی گئی ہے۔ نیز اس رسالہ میں ختمِ نبوت کے مسئلہ پر بھی بات کی گئی ہے۔

### ۴- الصلوٰۃ:

۸۸ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے نماز کو موضوع بنایا ہے۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ تمام مذاہب باوجود چند در چند اختلافات کے ذاتِ صمدی کا اعتراف کرتے ہیں اور تمام مذاہب میں دعا اور عبادت کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دعا کیوں کی جاتی ہے؟ عبادت اور دعا کے دنیا میں کس قدر طریقے ہیں؟ دعا پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات وغیرہ موضوعات پر بحث کرنے کے بعد اسلامی عبادت اور اس کی جامعیت پر قلم اٹھایا ہے۔ ازاں بعد نماز اور اس کے ارکان کی فلاسفی، اوقاتِ خمسہ کی حکمت اور نماز کے دیگر مسائل میں 'کیا' سے زیادہ 'کیوں' کے سوال کو اٹھا کر نہایت خوبصورت اور پُر حکمت جوابات دیے ہیں۔ پھر آخر میں بیان کیا

ہے کہ اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی اعتبارات سے نماز کا کیا اثر ہے؟ اور اغیار کے مقابلہ میں نماز کا کیا اثر ہے؟

یہ کتاب ۲/ جون ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہے اور دسمبر ۱۹۱۲ء کو افضل المطابع پریس مراد آباد سے شائع ہوئی۔

## ۵- جبر و قدر:

۵۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع روز بازار الیکٹرک پریس بازار امرتسر میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

اس رسالہ میں صاحبزادہ صاحب نے جبر و قدر کے مسئلہ پر مذاہبِ دنیا سے الگ ہو کر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انسانی زندگی کے حالات و واقعات پر غور کرنے سے کیا نتائج نکلتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ ہم ایک حد تک مختار بھی ہیں اور اس حد سے نکل کر مجبور بھی۔ تخیل اور ارادہ میں مختار ہیں، لیکن تکمیل تخیل اور تکمیل ارادہ کے بعض حصوں میں مجبور ہیں۔ جس نے یہ اختیارات دے رکھے ہیں اس نے اپنے ہاتھوں میں بھی ان کی ڈوری رکھی ہے۔

## ۶- اساس الاخلاق:

اس ضخیم کتاب کے ۷۴۳ صفحات ہیں۔ اٹھارہ صفحات کا دیباچہ اس کے علاوہ ہے۔ روز بازار سٹیٹیم پریس امرتسر سے طبع ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب ای اے سی اُس وقت ممبر مال ریاست بہاولپور تھے۔

اس کتاب میں اخلاق کے ہر شعبہ پر اصولی رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں فروعی رنگ میں بھی جزوی اخلاق کا ذکر آ گیا ہے۔ کتاب میں اصولاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سب اخلاق کا مأخذ اور مرجع کیا کچھ ہے اور ان کی ضرورت کہاں تک ہے اور ان میں کن کن وجوہ سے ترقی اور تنزل ہوتا رہتا ہے۔ اخیر کتاب میں محبت، دیانت، عدالت، صداقت اور شجاعت پر نمبر وار بحث کی گئی ہے۔ نیز اس کتاب میں حکماءِ قدیم و جدید کے خیالات و آراء اخلاق کے محاسن و نقائص ہر باب میں پیش کیے ہیں۔

علاوہ ازیں اس میں بتایا گیا ہے کہ اخلاق کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب بالخصوص شخصیت، قومیت، سوسائٹی، قدرت اور حکومتِ وقت کے فرائض کا تحفظ مد نظر رہے۔ اگر شخصیت کامل ہے تو اخلاق بھی کامل ہیں اور اگر شخصیت کامل نہیں تو اخلاق بھی کامل نہیں۔ شخصیت کے بعد قوم اور سوسائٹی کی نوبت آتی ہے۔ اگر کوئی قوم یا سوسائٹی عام طور پر بُری حالت میں ہو اور اس کے چند افراد مہذب بھی ہوں، پھر بھی اس قوم یا سوسائٹی کو خلیق نہیں کہا جا سکتا۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے ہندوستانیوں میں ابھی بحیثیت قوم وہ اخلاق پیدا نہیں ہوئے، جو حاکم قوموں کے لیے ضروری ہیں، اسی لیے قدرت نے انگریز قوم کا حکومت کے لیے انتخاب کیا ہے۔

کتاب کے سرورق پر کتاب کا مختصر تعارف یوں درج ہے: ”علم الاخلاق کی ایک حکیمانہ تالیف، جس میں واقعات کی بنا پر زور دار فلسفی دلائل سے انسانی زندگی کی

تہذیب و شائستگی پر ہر پہلو سے بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قوم کی زندگی کے لیے کس قسم کے اخلاق و آداب ضروری و مفید ہو سکتے ہیں اور ان کا اصولی فلسفہ کیا ہے۔ مشرقی زبانوں میں اس موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے جو اس صدی میں علم الاخلاق کی حقیقت پر تالیف ہوئی ہے۔“

## ۷- صداقت:

یہ رسالہ ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۳ء میں اسلامیہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں صداقت کے متعلق ان امور کی بحث کی گئی ہے کہ جو صداقت کے متلاشیان کے واسطے کم سے کم ایک راہنما کا کام دینے کے قابل خیال کیے جاسکتے ہیں۔

صداقت کیا شے ہے؟ اس کی اقسام کیا ہیں؟ اصول تصدیق صداقت کیا ہیں؟ وغیرہ امور پر بڑے خوبصورت انداز میں منطقی اور فلسفیانہ رنگ میں بحث فرمائی ہے۔ صداقت کو گیارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

- |                       |                    |
|-----------------------|--------------------|
| (۱) صداقت عامہ        | (۲) صداقت خاصہ     |
| (۳) صداقت علمی        | (۴) صداقت عملی     |
| (۵) صداقت عقلی        | (۶) صداقت نقلی     |
| (۷) صداقت واحدانی     | (۸) صداقت یقینی    |
| (۹) صداقت موقت        | (۱۰) صداقت اعتباری |
| (۱۱) صداقت قائم بذاتہ |                    |

## ۸- قوت اور محبت:

۱۹۲۰ء میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف کیا۔ ۱۹۲۸ء میں راست گفتار پریس امرتسر میں طبع ہوا۔

اس کتاب میں آپ نے قوت اور محبت، دونوں جذبوں پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انھی دو جذبوں کی وجہ سے ہر چھوٹی طاقت بڑی طاقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور یہی دو باتیں ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں۔ آپ نے ان دونوں قوتوں میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ محبت بھی ایک قوت ہے، لیکن جو وسعت اور جامعیت قوت میں ہے وہ محبت میں نہیں۔ اس لیے دونوں میں اشتراک بھی ہے اور امتیاز بھی۔ پھر آپ نے قرآن و حدیث سے دونوں قوتوں کے بارہ میں دلائل پیش کیے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ قوت بھی ہے اور محبت بھی۔

## ۹- فرحت:

یکم اکتوبر ۱۸۹۰ء کو مطبع اسلامیہ لاہور سے شائع ہونے والا یہ رسالہ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

خوشی کی تعریف کیا ہے۔ خوشی کی اقسام کون سی ہیں۔ خیالی خوشی، ارادی خوشی، خوشی بہ اُمید، سگیہ خوشی، یقینی خوشی، اعتباری خوشی، حواسی خوشی،

خوشی بہ نتیجہ وغیرہ اقسام بیان کرنے کے بعد خوشی کے حدود اور حقیقت وہی خوشی پر تفصیلی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ حقیقی خوشی غنا اور قناعت سے پیدا ہوتی ہے۔ اپنی بحث میں حکیموں اور فلاسفوں کے اقوال اور دیگر مثالیں بھی دی ہیں۔

## ۱۰۔ مرآة الخیال یعنی منٹل فلاسف:

۱۸۸۲ء میں یہ رسالہ مطبع صفدری بمبئی میں طبع ہوا اور اس کے ۶۴ صفحات ہیں۔ مختصر تمہید کے بعد کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یہ ابواب صاحبزادہ صاحب کے الفاظ ہی میں درج ذیل ہیں:

باب اول در بیان: تعریف و فوائد و مقام و اقسام و طاقت و معیاد قوت متخید

باب دوم در بیان: طریق مدت خیالات

باب سوم در بیان: تسلسل خیالات

باب چہارم: ان عوارض اور امراض کے بیان میں جو قوت متخید پر وارد اور مؤثر ہو سکتے ہیں۔

باب پنجم در بیان: فوائد و تدابیر آراستگی و صحت قوت متخید

## ۱۱۔ الوحید:

تصوف کے بارہ میں یہ گرانقدر تصنیف لاہور پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں آپ نے بیان کیا ہے کہ منطق، سائنس اور فلسفہ، صداقت کی تلاش اور تنقید کے لیے ضروری علوم ہیں، لیکن یہ علوم ہمیں ظاہری اور معاشرتی منازل تک پہنچاتے ہیں۔ زندگی کے اُس ساحل پر نہیں لے جاتے جو روحانی ساحل سے موسوم ہے۔ انسانی تصویر کے ظاہری حصے کا باطنی حصہ سے ایک تعلق ضرور ہے، لیکن جن محنتوں اور ریاضتوں سے اہل اللہ منازل وجدان تک پہنچتے ہیں، وہ حکیموں اور فلاسفوں کی ریاضت اور تفکر سے کچھ اور ہی سماں رکھتی ہیں۔ وجد یا وجدان سے وہ حالت اور حقیقت مراد ہے، جس کی وجہ سے انسان دوسری روحوں پر افضل و اشرف شمار ہوتا ہے اور یہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت کی ہوئی ہے، اسی کو پانے کا نام وجد ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ۔

پھر وجد کے مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ تزکیہ ہے۔ دوسرا زینہ خدا پرستوں کا اقتدا ہے۔ آخر پر حقیقی وجد کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اور بزرگان کی زندگیوں اور عبادتوں کا یہ منشا نہیں رہا کہ لوگ ان کی پوجا کریں، بلکہ یہ رہا ہے کہ ان کی معیت و بیعت سے لوگ خدا پرستی کی راہیں دیکھیں اور اشاعتِ اخوتِ اسلامی اور ندائے قومی پر ہی ان کا خاتمہ ہو۔ پس حقیقی اور اصلی وجد یہ ہے کہ اپنی پُرسوز صداؤں سے قوم اور اجزائے قوم کو وجد میں لائیں۔



## ۱۲- فنونِ لطیفہ:

۱۹۱۲ء کے اواخر میں یونین سٹیٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اڑھائی سو کے قریب صفحات ہیں۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنون کی اقسام پر عمومی بحث اور نیچر کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں فنونِ لطیفہ کی اقسام پر بحث کی گئی ہے۔

علم کی مختلف شاخوں میں سے بعض کو فنون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فن کیا ہے؟ آپ کے نزدیک جب انسان نیچر اور موادِ نیچر میں دست اندازی کرتا ہے اور ایک خاص طریق کے ساتھ سامانِ نیچر کو اپنے تصرف میں لاتا ہے تو وہ ایک فن سے کام لیتا ہے۔ مشاہدات، محسوسات، تخیلات کی اختراعی صورتیں ایک فن ہے۔

فن کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) فنونِ متعارفہ (۲) فنونِ لطیفہ

فنونِ متعارفہ وہ ہیں جن پر عام زندگیوں کا بہت کچھ مدار ہے، مثلاً: کاشت کاری، کفش سازی، خیاطی، معماری، نجاری، قصابی، حجام گری، ظروف سازی، کشیدہ کاری، رنگ سازی اور قالین بانی وغیرہ۔

فنونِ لطیفہ دراصل فنونِ متعارضہ ہی کا دلاویز اور نرالا روپ ہے۔

فنونِ متعارفہ چند منزلوں پر ہی رہ گئے ہیں اور فنونِ لطیفہ عام لوگوں سے نکل کر مشاہیر کی گود میں پرورش پا کر نکلتے ہیں۔

فنون لطیفہ کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) فن شاعری (۲) فن موسیقی

(۳) فن تعمیر (۴) فن سنگ تراشی

(۵) فن مصوری

کتاب کے دوسرے حصے میں انھی پانچ فنون پر تفصیل کے ساتھ روشنی

ڈالی گئی ہے۔

### ۱۳۔ امثال:

۳۱۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی ایک معرکہ الآراء تصنیف ہے، جو مئی ۱۹۱۱ء میں صادق الانوار سٹیٹیم پریس بہاولپور میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں ضرب الامثال پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں پنجابی اور اردو میں جو نسبت ہے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اردو زبان دراصل پنجابی کی ہی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ازاں بعد صفحہ نمبر ۲۰۴ تک امثال پر مختلف جہات سے بحث کی ہے، جس میں ضرب المثل یا کہات کی تعریف، مآخذ و اسنادِ امثال، امثال اور اقوال و محاورات، امثالِ شعریہ، اقسامِ امثال، امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ اور تنقیدِ امثال وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ آخر پر پنجابی زبان کی ۱۴۶۴ ضرب الامثال اردو ترجمے کے ساتھ درج کی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ حواشی میں ضروری تشریحات بھی دی گئی ہیں۔

## ۱۴- فن شاعری:

یہ رسالہ ۱۹۰۷ء میں مطبع احمدی علی گڑھ سے شائع ہوا جس کے مالک و مہتمم رشید احمد صاحب تھے۔ کتاب ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے جس کا انتساب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے سید محمد حسین اکبر الہ آبادی صاحب کے نام کیا۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب میانوالی میں متعین تھے۔

اس کتاب میں صاحبزادہ صاحب نے شاعری اور فن شاعری پر نئے اور پُرانے خیالات کے اعتبار سے نہایت عمدہ پیرایہ میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ شاعری کی کیا تعریفیں کی گئی ہیں اور کیا شاعری ایک فن ہے یا علم؟ اس کے علاوہ فلسفی اور تاریخی لحاظ سے شاعری کا شروع، شاعری کا موضوع و مدعا، شاعروں کے مدارج، شاعری کے مدارج، زمانہ اور شاعری، شاعری کے اولیات، ضرورت، مماثلات اور تناسب، شاعری کے اقسام اور متعلقات، شاعری باعتبار مختلف واقعات، درد و سوز و با اعتبار تفریح، شاعری کا نتیجہ یا شاعر کی علمی خدمات اور شاعر کی زندگی وغیرہ اس کتاب کے اہم موضوعات ہیں۔ تحریر میں جا بجا فارسی اور اُردو اشعار کا برجستہ استعمال کیا ہے، جس سے آپ کے مطالعہ شعر کی وسعت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اُردو شاعری کے نقائص اور محاسن بھی بتائے ہیں اور الزامی طور پر یورپین شاعری کے نقائص کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ملک کے نوجوانوں کو اس شاعری کی طرف دعوت دی ہے جس کی ملک و ملت کو ضرورت ہے۔

## ۱۵- چند نثر نما نظمیں:

مطبع روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے شائع ہونے والی یہ کتاب ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

”نثر نما نظموں“ سے یہ مطلب نہیں جو آج کل ”نثری نظموں“ سے لیا جاتا ہے، جن میں وزن کا خیال بھی نہیں رکھا جاتا، بلکہ یہاں نثر نما نظموں سے یہ مراد ہے کہ ان نظموں میں صرف شعر گوئی کے ظاہری تعبیرات اور نکاتِ شاعری کو ملحوظ رکھ کر نثر کے الفاظ اور فقرات کو منظوم کیا گیا ہے۔ ان میں ان تعبیرات پر زور نہیں دیا گیا، جو عموماً غزل گو شعراء کے پیش نظر ہوتی ہے۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں، جو ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، منظومات شامل ہیں اور دوسرے حصے میں غزلیات ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ حصہ نظم میں حمدِ باری تعالیٰ اور نعتِ رسول کے بعد مختلف علمی، اخلاقی اور تربیتی موضوعات کو نظم کیا گیا ہے۔ ہر دو حصوں میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں:

وقت ہر شے سے محترم ہے یہاں

وقت ہر شے سے معتنم ہے یہاں

وقت تقدیر، وقت ہے اکسیر

وقت تدبیر، وقت ہے تسخیر

ہنس کے جو اپنا وقت کھوئے گا

وقت بے وقت آپ روئے گا

وقت جا کر نہیں پھر آنے کا  
تجربہ خوب ہے زمانے کا  
اپنے اوقات کے رہو پابند  
ہے زمانے کی سود مند یہ پند

\*\*\*\*\*

مرا دل اسیر بلا ہو گیا  
الہی! یہ الفت میں کیا ہو گیا  
بلا کی کشش ہے تری آنکھ میں  
پڑی جس پہ، دل سے ترا ہو گیا  
کیا یہ طبیبوں نے کیسا علاج  
مرا عارضہ تو سوا ہو گیا  
محبت میں مجھ کو ملا یہ صلہ  
کہ دشمن زمانہ مرا ہو گیا  
عجب طرح کی ہے یہ دیوانگی  
دلا! کچھ تو کہہ تجھ کو کیا ہو گیا

\*\*\*\*\*

## نظم بعنوان ”تفہیم بصیرت“

نہیں لازم کہ ہر شے کی فقط تم ابتدا دیکھو  
 نگاہِ غور سے انجام دیکھو، انتہا دیکھو  
 کہا کس نے کہ دنیا میں کوئی ثانی نہیں تیرا  
 اٹھا کر ہاتھ میں آئینہ شکل اپنی ذرا دیکھو  
 بڑھی جاتی ہیں قومیں آگے اور ہم سب سے پیچھے ہیں  
 اگر ہے شرم تو غیرت کی عینک کو لگا دیکھو  
 بزرگوں کی کمائی جتنی تھی وہ تو لٹا بیٹھے  
 اثاثہ جو بچا ہو خال سے اس کو لگا دیکھو  
 ہوئی غارت حکومت اور لیاقت بھی حکومت کی  
 اثر عزت کا جو باقی ہے اب وہ بھی گیا دیکھو  
 عداوت کا ہوا چرچا، اخوت اڑ گئی یکسر  
 حسد سے، کبر و نخوت سے ہراک کو آشنا دیکھو  
 ہوا تھا حکم حق ہم کو کہ انساں بھائی بھائی ہیں  
 کیا ہے مومنوں نے کیا عمل اس پر، ذرا دیکھو  
 ہوئی کیوں ایسی حالت کوئی جا کر قوم سے پوچھے  
 خدارا خوابِ غفلت سے ذرا سر کو اٹھا دیکھو  
 گل و بلبل کے قصوں نے کہو پھل تم کو کیا بخشا  
 اگر کچھ درد رکھتے ہو تو قصہ قوم کا دیکھو

کوئی عاقل کرے آگاہ، تم میں یہ خرابی ہے  
تو گوشِ دل سے اس کو سن کے اس کی انتہا دیکھو  
یہ لازم ہے کہ اس کو دل میں نقشِ کالج کر لو  
اگر دیوار پر فقرہ نصیحت کا لکھا دیکھو  
پڑی مجھدار میں ہے ڈمگاتی قوم کی کشتی  
توکل بر خدا ہے، ناخدا کا حوصلہ دیکھو  
ہر اک جانب سے ذلت اور مصیبت کی چڑھائی ہے  
گھرا کن کن مصائب میں ہے اپنا قافلہ دیکھو  
لگے ہیں بے عدد کشتوں کے پُشتے سامنے اپنے  
بتائیں کس کو اور کس سے کہیں یہ ماجرا دیکھو

## ۱۶- صدائے الم:

۵۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپریل ۱۸۸۶ء میں وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس مختصر رسالہ میں صاحبزادہ صاحب نے مسٹر ایبٹسن (Ibbetson) صاحب بہادر کمشنر مردم شماری پنجاب کی ان نکتہ چینوں کا جواب دیا ہے جو انھوں نے اپنی مردم شماری کی رپورٹ میں اسلام پر کی تھیں۔ کتاب کے دو ابواب ہیں۔

پہلے باب میں آپ نے مسٹر ایبٹسن (Ibbetson) صاحب کے اعتراضات درج کر کے لکھا ہے کہ اسلام کے بارہ میں ان کی رائے ان کی

اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے، مگر ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی رائے گو مذہبِ اسلام اور اصولِ اسلام کے موافق نہیں، مگر مسلمانوں کی موجودہ حالت کے موافق ہے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچ کر ان کو اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے اور اسلامی تاریخ کی اعلیٰ اقدار و روایات کو زندہ کرنے کی تحریک کی ہے۔

دوسرے باب میں آپ نے مسٹر ایبٹسن (Ibbetson) کی نکتہ چینیوں کے مسکت اور مدلل جوابات دیے ہیں اور قرآن و احادیث سے اسلام کی حقیقی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔

## ۱۷- ملت اور معاملاتِ قومی:

۸۲ صفحات کا یہ رسالہ ۱۹۲۷ء میں روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ تنزّلِ اقوام کا موجب کون کون سے اسباب ہوتے ہیں اور ملتِ اسلامیہ کے اعمال میں کیا کچھ کمیاں واقع ہو گئی ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی ضمن میں لکھا ہے کہ ہماری فطرت کے دو ہی حصے ہیں: ایک حصہ وجدانی اور دوسرا معاشی۔ مذہبی قوانین میں اسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کہتے ہیں۔ دنیا معاملات کا نام ہے۔ صحتِ معاملات کا معیار یہ نہیں کہ کسی ڈر یا مجبوری کی صورت میں کسی قول یا معاہدے کو پورا کر دیا جائے



بلکہ صحتِ معاملات کے واسطے مقدم یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی بابت ایک حس، ایک تڑپ اور ایک غیرت ہو، جو باوجود چند در چند مشکلات کے بھی صحتِ معاملات کے لیے کوشاں و خواہاں رہے۔ تنزلِ اقوام کے اسباب میں بے حس، بے غیرتی اور خود داری کا فقدان شامل ہیں۔

آخر پر قرآن کریم کی روشنی میں ملی معاملات تفصیلاً بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ ہم پر اس سلسلے میں کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

## ۱۸- زمیندارہ بینک:

۶۰ صفحات کا یہ رسالہ ۱۹۰۳ء میں مطبع رفاه عام لاہور سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں زمیندارانِ پنجاب کے اسبابِ افلاس و آسودگی پر بحث کر کے زمیندارہ بینک کے قائم کرنے کی ایک عملی تجویز بتائی گئی ہے۔ نیز اس کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں قواعد زمیندارہ فنڈ بیان کیے گئے ہیں اور پھر حساب کتاب کے بارہ مختلف نقشہ جات دیے گئے ہیں۔

## ۱۹- مشیر باطن:

یہ انتہائی گہرے، فلسفیانہ رنگ میں لکھا گیا ایک بیش قیمت رسالہ ہے، جس میں انسانی ضمیر اور کائنات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ۱۵۵ صفحات پر مشتمل چھوٹی تقطیع کا یہ رسالہ آپ نے نئی صدی کے آغاز پر تحریر کر کے سید فقیر افتخار الدین

صاحب میرنشی نواب لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کی نذر کیا ہے۔ اس رسالے کے چند مضامین درج ذیل ہیں:

اعتباری تقسیم، ایک جامع مانع اصول اخلاق اور تمیزی قاعدہ، قاعدہ تمیزی کی حد و سعت، قاعدہ تمیزی کا ثبوت کیا ہے، انتباہی آوازوں اور دیگر صداؤں میں امتیاز، قاعدہ تمیزی کا خارجی واقعات سے مقابلہ، ہماری اعلیٰ ضرورت اور ہمارا رازِ زندگی، ضرورت من حیث الاخلاق، ایک باطنی مشیر، اجتہادِ مشیر باطنی، ضمیر کی اجتہادی نظیریں، اجتہادی نظیروں کا نتیجہ، ہمارا ضمیر اور لغزش، یہ کیونکر معلوم ہو کہ ہمارا ضمیر ماؤف ہے، ماؤف ضمیر صحیح المزاج کیونکر ہو، انسانی ضمیروں کی ترتیب، درجے اور طریق عمل وغیرہ۔

## ۲۰۔ نظم خیال:

۷۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع کرشن چندر لاہور سے شائع ہوا۔ اگرچہ سنہ اشاعت تحریر نہیں تاہم سرورق پر لکھا ہے کہ مرزا سلطان احمد مصنف فرحت، اخلاق احمدی، رفیق، صدائے الم، دلنواز، بزم خیال، یادگار حسین، صداقت، دلسوز وغیرہ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سنہ اشاعت مذکورہ کتب کے بعد کا ہے۔

کتاب کے سرورق پر تحریر ہے: ”اختلاف خیالات برا عمل نہیں لیکن ایک اختلاف خیال سے دشمن بن جانا ایک بُرا عمل ہے۔“ اس مختصر جملہ کتاب کے مضمون کو سمو دیا گیا ہے۔ پہلے اس موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ اس کائنات میں

اختلاف ایک طبعی چیز ہے اور اس میں صانع کی عجیب اور نادر حکمتیں ہیں اور اگر اختلاف نہ ہو کیا کیا نقص اور مشکلات ہو سکتی ہیں۔ پھر یہ بتایا ہے کہ جب کارخانہ عالم کی ترتیب اور صورت یکساں نہیں تو طبائع کا اختلاف بھی ایک ضروری امر ہے، اسی لیے خالق نے ہر انسان کی طبیعت اور مذاق ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ پھر بتایا کہ جیسے سب طبائع کا آپس میں مختلف ہونا ضروری ہے ایسے ہی ایک طبیعت کے خیالات اور قیاسات کا مختلف اسباب کے نتیجے میں تبدیل ہو جانا بھی ضروری ہے۔ پھر یہ بتایا کہ مختلف خیالات اور قیاسات کے نتائج صحیحہ میں توحد ضروری ہے۔ پھر اظہار خیالات کی حدود و قیود، اختلاف خیالات کی سود مندگی، اختلاف خیالات اور اولوالعزمی میں نسبت، اختلاف خیالات کے اظہار کا طریقہ، اختلاف خیالات اور عمل باہمی کے موضوعات پر بحث کی ہے۔

ابراہیم ذوق کا ایک شعر بہت خوب ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن  
اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

## ۲۱۔ بزم خیال حصہ اول (ناول):

ناول نگار خود دیباچہ ناول میں تحریر کرتے ہیں:

”یہ ناول اس غرض سے نہیں لکھی گئی کہ اس کے مصنف کا نام ناولسٹوں کی

فہرست میں لکھا جائے۔ اس کی تدوین سے یہ غرض ہے کہ دلچسپ قصوں اور دلاویز

واقعات کے پیرائے میں اہل قوم اور اہل ملک کو ان باتوں اور ان ضروریات سے آگاہ کیا جائے کہ جن کی انھیں بلحاظ مقتضیاتِ زمانہ اشد ضرورت ہے۔ بالفعل اس کی پہلی جلد معرضِ طبع میں آکر شائع کی جاتی ہے۔ اگر وقت سے یاری اور زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ اس کے اور حصص بھی اپنے وقت پر شائع ہوتے رہیں گے۔“

جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے کہانی کے ساتھ اس ناول میں ضروری مضامین بیان کیے گئے ہیں، جیسے: پرنس حامد کے عزم سفر کے ضمن میں سفر کے موضوع پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح مقتولِ اسلام کی سرگذشت میں قاتلوں کی سزایابی اور طافی نامی مجرم کا حکم سزا سن کر عبرت ناک اور دلوں کو ہلا دینے والی تقریر کرنا، افضل کا اپنی بیوی حمیدہ کو الوداعی نصیحت، سوداگر زادے کا جھوٹا عشق اور صائب کی قیمتی نصیحتیں اور حقیقتِ عشق کا بیان، دریائے چناب کی طغیانی میں اسعد کے کنبے کے غرق ہو جانے پر اسعد کا پُر درد نوحہ، زمانے کی نیرنگی اور دوستوں کی بے وفائی، راجہ اور نواب کی عشق بازیاں اور بالآخر ان کی مایوسانہ پشیمانی وغیرہ۔

ناول کیا ہے، ہمارے گرد و پیش ہونے واقعات کا نقشہ اور معاشرے کی خرابیوں نشان دہی اور ضروری نصیحت و عبرت کا مرقع ہے، جو ۱۸۹۳ء میں بفرمائش فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک اخبار اشاعت لاہور بازار کشمیری از محمدی پریس لاہور زیور طباعت سے آراستہ ہوک۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت لاہور میں نائب تحصیلدار کے عہدہ پر فائز تھے۔

## ۲۲- دل سوز (ناول):

یہ ناول صفدر نامی ایک شخص کی داستانِ عشق ہے، جس کی محبوبہ کا نام شائستہ ہے۔ صفدر کا کتا پیٹی دونوں کے مابین قاصد کا کام کرتا ہے۔ بعض حاسد مخالفت کرتے ہیں۔ صفدر سکتہ یا قومہ میں چلا جاتا ہے۔ سب اس کو مردہ سمجھ کر کفن دفن کی تیاری کرتے ہیں، لیکن وہ مردہ نہیں ہوتا اور ڈاکٹر ہارو کے علاج سے شفا یاب ہو جاتا ہے۔ آخر پر صفدر اپنی محبوبہ سے ملاقات کر لیتا ہے۔ اس ناول کی سن تالیف ۱۸۹۶ء ہے اور مطبع کرشن چند لاہور ہے۔

## ۲۳- یادگارِ حسینؑ:

یہ رسالہ، جس کے ۹۶ صفحات ہیں، محرم الحرام ۱۳۴۱ھ میں مرغوب ایجنسی لاہور نے کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور سے چھپوایا۔

’یادگارِ حسین‘ شہادتِ حضرت امام حسینؑ پر عالمانہ بحث ہے، جس میں اول شہادت کی ماہیت بیان کی گئی ہے، پھر شہادتِ امام حسین کی فضیلت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ شہادت دراصل حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی تکمیل ہے۔ فضیلتِ شہادتِ حسینؑ ہی کے ضمن میں غیر مسلم محققوں کے تاثرات بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ اس واقعہ سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ مثلاً: مسٹر جیمس کا کرن صاحب کی رائے جو انھوں تاریخ چین میں درج کی ہے۔ نیز مسٹر گبن کی رائے جو انھوں نے اپنی کتاب ’گبنزرومن ایمپائر‘ کی جلد ۹ کے صفحہ ۳۴۶ پر بیان کی

ہے۔ اسی طرح مسٹر جان لونگ نے حضرت امام حسینؑ کے واقعہ شہادت کے بارہ میں چار سو شعر پر مشتمل پُر درد انگریزی نظم لکھی۔ ازاں بعد واقعہ شہادت بقلم مسٹر آر تھراسن والسٹن سی آئی ای، جو اس نے اپنی تصنیف "Hours with Muhammad" میں مختصر اور دردناک ناک پیرایہ میں لکھا ہے، کا ترجمہ پیش کیا ہے اور آخر پر نتیجہ و اثر شہادتِ امام حسینؑ بیان کیا ہے۔ گویا اس واقعہ نے اپنوں اور غیروں پر عملِ مسمریزم کر کے مستور بنا دیا ہے۔

## ۲۴- تبصرہ بر اسرارِ بے خودی:

بڑی تقطیع کے ۳۹ صفحات پر مشتمل آپ کی یہ تصنیف مکرم محمد اسماعیل پانی پتی صاحب کو مرتب و پیش کرنے کی توفیق ملی، جسے ”بزمِ اقبال“ نے شائع کیا۔ کتاب کے مقدمے میں تعارف کچھ یوں درج ہے:

”علامہ اقبال کی مشہور مثنوی ”اسرارِ بے خودی“ پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی تو اس کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ شمالی ہند کے اخباروں میں بکثرت مضامین مثنوی کی مخالفت و موافقت میں لکھے گئے اور عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی زمانہ میں خان بہادر مرزا سلطان احمد نے (جو اس وقت سونی پت ضلع ریتک میں اسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے) ایک نہایت بے نظیر، دلچسپ اور پُر مغز تبصرہ اس مثنوی پر کیا تھا، جس میں انھوں نے مثنوی ’اسرارِ بے خودی‘ کی حمایت میں ایسے فصیح و بلیغ اور عالمانہ و فاضلانہ رنگ میں اظہارِ خیال کیا کہ اسے پڑھ کر بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔ جس

لطیف پیرایہ میں اور جس حسین طرز سے اور جس بالغ نظری کے ساتھ یہ تبصرہ لکھا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ’اسرار بے خودی‘ پر اس سے بہتر اور اس سے اعلیٰ محاکمہ یقیناً آج تک نہیں لکھا گیا۔..... کلام اقبال کی آج تک متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، مگر اس کی نظیر و مثیل نہ زمانہ ماضی میں ملتی ہے، نہ عہد حاضر میں نظر آتی ہے۔

عجیب اتفاق ہے کہ یہ شاندار تبصرہ آج تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا اور اس کا فل سکیپ سائز کے اسی صفحات پر خود مصنف کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا مسودہ ربوہ کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے۔ اقبال کے متعلق ہر چیز اور ہر شے کی فراہمی بزم اقبال کا خوشگوار فرض ہے، جسے وہ خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ تبصرہ بھی ہے، جو آج پہلی مرتبہ باذوق اور اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھیں گے اور تبصرہ نگار کی لیاقت و قابلیت، حسن بیان اور زورِ تحریر کی داد دیں گے۔“

## ۲۵- ریاض الاحلاق:

۱۵۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دراصل صاحبزادہ صاحب کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے، جس کو مکرم مولوی سید ممتاز علی صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ مجموعہ ۱۹۰۰ء میں رفاہ عام سٹیٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اس میں مختلف موضوعات پر ۵۲ مضامین شامل ہیں، جن کی الگ فہرست کتاب کے آخر میں آپ کے مضامین کی فہارس میں شامل ہے۔

## ۲۶۔ سراج الاحلاق:

یہ کتاب بھی دراصل صاحبزادہ صاحب کے ۲۱ مضامین کا مجموعہ ہے جس کے کل ۱۵۵ صفحات ہیں۔ اس مجموعہ کو بھی مولوی سید ممتاز علی صاحب نے ترتیب دے کر ۱۹۰۳ء میں رفاہ عام سٹیٹیم پریس لاہور سے طبع کروایا۔ اس مجموعہ میں شامل مضامین کی فہرست کتاب کے آخر میں آپ کے مضامین کی فہارس میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

## ۲۷۔ خیالات:

۳۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان مضامین مختلفہ کا مجموعہ ہے جو مختلف معروف رسائل میں وقتاً فوقتاً زیب اشاعت ہوتے رہے۔ ان رسائل میں مخزن، دکن ریویو، زمانہ، اردوئے معلیٰ، منتضیٰ، تہذیب اور عصر جدید شامل ہیں۔ جون ۱۹۰۷ء میں یہ مجموعہ رفاہ عام اسٹیٹیم پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں کل ۲۹ مضامین شامل ہیں، جن کی الگ فہرست کتاب کے آخر میں آپ کے مضامین کی فہارس میں دی گئی ہے۔

## ۲۸۔ مکتوبات اکبر:

یہ کتاب ہر چند محترم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی اپنی تصنیف نہیں لیکن آپ نے اسے ترتیب دے کر شائع کروایا اور اس کا دیباچہ رقم فرمایا ہے۔



کتاب ہذا میں مکرم سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی کے وہ مکتوبات شامل ہیں، جو انھوں نے محترم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے نام تحریر کیے تھے۔ یہ مکتوبات گرانقدر علمی و ادبی نکات کا حسین مرقع ہیں، جو ۱۹۶۷ء میں پہلی بار ”نیا ادارہ“ کی طرف سے سویرا آرٹ پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئے۔

## فہارس مضامین

### از قلم معجز رقم خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب

آپ کے مضامین اپنے وقت کے مختلف علمی و ادبی جرائد و مجلات کی زینت بنتے رہے۔ خلافت لائبریری ربوہ میں آپ کے مضامین کی بارہ جلدیں موجود ہیں، جن میں تقریباً ساڑھے تین سو مضامین ہیں۔ ان تمام مضامین کو اصل رسالوں سے الگ کر کے ۱۲ جلدوں کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے۔

یہ کہنا غلط ہو گا کہ آپ نے صرف اسی قدر مضامین لکھے ہیں جو ان بارہ جلدوں میں آگئے ہیں کیونکہ یہ تمام مضامین بیسویں صدی (۱۹۰۰ء کے بعد) کے ہیں اور ان میں کوئی مضمون بھی انیسویں صدی کا نہیں، حالانکہ بیسویں صدی سے قبل آپ متعدد کتب تصنیف فرما چکے تھے۔ لہذا یہ کیونکر ممکن ہے کہ بیسویں صدی سے قبل آپ نے کوئی مضمون رقم ہی نہ فرمایا ہو۔ دوسرے خاکسار کو انٹرنیٹ پر بیسویں صدی کے آغاز میں شائع ہونے والے بعض رسالے دستیاب ہو گئے، جن میں ایسے ۲۶ مضامین کا سراغ مل گیا، جو خلافت لائبریری میں موجود بارہ جلدوں میں شامل نہیں تھے۔ اس طرح ان نئے دریافت ہونے والے مضامین سے آپ کے مضامین کی تیرھویں جلد بن جاتی ہے۔ بہر حال اس سے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ان جلدوں میں موجود مضامین کے علاوہ آپ کے اور بہت سے مضامین بھی ہیں، جن کی بازیافت کے لیے اُس زمانے کے رسائل و اخبارات کی مزید کھوج لگانے کی ضرورت ہے۔

ان ۱۲ جلدوں اور انٹرنیٹ سے ملنے والے مضامین کے علاوہ آپ کی کتب میں سے تین کتابیں دراصل آپ کے متفرق مضامین کے مجموعے ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب ”ریاض الاخلاق“ کے نام سے شائع شدہ ہے۔ یہ مجموعہ سنہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا، جس میں آپ کے ۵۲ مضامین شامل ہیں۔ ممکن ہے سنہ ۱۹۰۰ء سے پہلے کے تمام یا بیشتر مضامین اس مجموعہ میں ہی آگئے ہوں۔ اسی طرح آپ کے مضامین کا ایک مجموعہ ”خیالات“ کے عنوان سے جون ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا، جس میں آپ کے ۲۹ مضامین شامل ہیں، جو مختلف معروف رسائل میں وقتاً فوقتاً اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ ان ۲۹ مضامین میں سے چند ایک مذکورہ بالا بارہ جلدوں میں بھی شامل ہیں جن کی وضاحت فہرست میں کر دی گئی ہے۔ تیسری کتاب ”سراج الاخلاق“ ہے جس میں آپ کے ۲۱ مضامین شامل ہیں۔

ترتیب میں مذکورہ بارہ جلدوں میں سے ہر ایک جلد کے مضامین کو ایک جگہ درج کرنے کی بجائے ہر رسالے کے مضامین کو تاریخ وار یکجا کیا گیا ہے، کیونکہ یہ جلدیں باقاعدہ کتابی صورت میں طبع شدہ نہیں، بلکہ مختلف رسالوں سے مضامین کو بغیر کسی ترتیب کے الگ کر کے ان کی جلد بندی کر دی گئی ہے۔ بعض مضامین کے ایک سے زیادہ نسخے بھی ہیں۔ نہ رسالوں کی کوئی ترتیب ہے اور نہ تاریخ اشاعت کا کوئی لحاظ۔ لہذا کسی جلد کو پہلی یا دوسری یا تیسری قرار نہیں دیا جاسکتا۔ غرض بغیر کسی ترتیب کے مضامین جمع کر دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مضامین کے بارہ میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس رسالے میں طبع ہوئے، اسی طرح بعض کی تاریخ کے بارہ میں جانکاری نہیں مل

سکی۔ بعض رسائل میں ہر صفحہ کے سر پر صفحہ نمبر کے علاوہ رسالے کا نام اور شمارہ نمبر یا تاریخ وغیرہ درج ہے، جس سے مکمل حوالہ دستیاب ہو گیا ہے، لیکن جن رسالوں میں یہ طریق اختیار نہیں کیا گیا، ان کے بارے میں مکمل معلومات میسر نہیں آسکیں، لہذا ایسے مضامین کی الگ فہرست دے دی گئی ہے۔ بعض رسالوں میں صفحات کے سر پر صرف رسالے کا نام درج ہے، تاریخ یا شمارہ درج نہیں اس لیے ایسے مضامین کے صفحات نمبر ہی درج کر دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں جس مضمون میں آپ کے نام کے ساتھ عہدہ یا جگہ وغیرہ درج ہے، وہ بھی دے دی گئی ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ کون سا مضمون آپ نے کہاں سے لکھا اور اُس وقت آپ کس عہدے پر فائز تھے۔ ”ریاض الاخلاق“، ”سراج الاخلاق“ اور ”خیالات“ کے مضامین کی فہرستیں آخر میں الگ سے درج کی گئی ہیں۔

ان ضروری وضاحتوں کے بعد ذیل میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے قلم ندرت رقم سے ضبط تحریر میں آنے والے مضامین کی رسالہ وار فہرست پیش ہے:

### اخبار ”الحکم“ قادیان

| نمبر شمار | عنوان مضمون   | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | فلسفہ تقرّانی | ۱۷ اپریل ۱۹۱۸ء | -                | ۴     |

### رسالہ ”ریویو آف ریلیجنز“

| نمبر شمار | عنوان مضمون   | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | ما فوق العادت | جلد ۲۰ نمبر ۱۱ | قادیان           | ۹     |

## رسالہ ”مخزن“ لاہور

| نمبر شمار | عنوان مضمون          | تاریخ اشاعت                 | مقام / عہدہ کاتب                 | صفحات |
|-----------|----------------------|-----------------------------|----------------------------------|-------|
| ۱         | تبادلہ خیالات (۱)    | مئی ۱۹۰۲ء                   | آکسٹرا اسٹنٹ کوشر                | ۹     |
| ۲         | تبادلہ خیالات (۲)    | جولائی ۱۹۰۲ء                | ایضاً                            | ۸     |
| ۳         | تحسین و نقرین        | جلد ۳ نمبر ۵۔ اگست ۱۹۰۲ء    | ایضاً                            | ۷     |
| ۴         | تعجب                 | جلد ۴ نمبر ۱، اکتوبر ۱۹۰۲ء  | -                                | ۵     |
| ۵         | ایٹی کیٹ (etiquette) | نومبر ۱۹۰۲ء                 | -                                | ۱۱    |
| ۶         | سوانح عمری (۲)       | جلد ۷ نمبر ۱، اپریل ۱۹۰۴ء   | -                                | ۹     |
| ۷         | سوانح عمری (۳)       | جلد ۹ نمبر ۲، مئی ۱۹۰۵ء     | میانوالی، پنجاب                  | ۹     |
| ۸         | حسن اور جذب حسن      | جلد ۱۱ نمبر ۵، اگست ۱۹۰۶ء   | -                                | ۱۰    |
| ۹         | تخم تاثیر            | جلد ۱۲ نمبر ۳، نومبر ۱۹۰۶ء  | میانوالی، پنجاب                  | ۱۲    |
| ۱۰        | عورت                 | جلد ۱۲ نمبر ۴، جنوری ۱۹۰۷ء  | -                                | ۱۰    |
| ۱۱        | تصویر                | جلد ۱۳ نمبر ۵، اگست ۱۹۰۷ء   | میانوالی، پنجاب                  | ۱۷    |
| ۱۲        | لطافت                | فروری ۱۹۱۰ء                 | -                                | ۱۲    |
| ۱۳        | راز                  | اپریل ۱۹۱۰ء                 | -                                | ۱۰    |
| ۱۴        | خدائی فوجدار         | جلد ۱۹ نمبر ۳، جون ۱۹۱۰ء    | -                                | ۱۰    |
| ۱۵        | مسٹر خواہ مخواہ      | جلد ۲۰ نمبر ۲، نومبر ۱۹۱۰ء  | بہاولپور                         | ۱۳    |
| ۱۶        | سفارش                | جون ۱۹۱۱ء                   | بہاولپور                         | ۱۱    |
| ۱۷        | ہوائی مجسٹریٹ        | جلد ۲۲ نمبر ۴، جولائی ۱۹۱۱ء | وزیر مال بہاولپور                | ۱۲    |
| ۱۸        | کھیل                 | نومبر ۱۹۱۱ء                 | ممبر مال کونسل<br>ریاست بہاولپور | ۱۲    |
| ۱۹        | پاسبان عقل           | جون ۱۹۱۲ء                   | بہاولپور                         | ۱۲    |

|    |            |                             |                                       |   |
|----|------------|-----------------------------|---------------------------------------|---|
| ۹  | بہاولپور   | جلد ۲۳ نمبر ۴، جولائی ۱۹۱۲ء | فراموشی                               | ۲۰  |
| ۲۰ | بہاولپور   | اگست ۱۹۱۲ء                  | کھڑ پنچ                               | ۲۱  |
| ۸  | بہاولپور   | دسمبر ۱۹۱۲ء                 | خون جگر                               | ۲۲  |
| ۷  | بہاولپور   | جنوری ۱۹۱۳ء                 | قصے اور کہانیاں                       | ۲۳  |
| ۹  | -          | جلد ۲۴ نمبر ۶، مارچ ۱۹۱۳ء   | خدائی طاقت کا اظہار                   | ۲۴  |
| ۱۲ | -          | جلد ۲۴ نمبر ۷، اپریل ۱۹۱۳ء  | جذبہ اور مذاق کی نزاکت اور خوبی       | ۲۵  |
| ۱۲ | -          | مئی ۱۹۱۳ء                   | معیار قومیت پرچہ میگوئیاں             | ۲۶  |
| ۱۲ | بہاولپور   | جون ۱۹۱۳ء                   | فطرت و تربیت                          | ۲۷  |
| ۷  | -          | جلد ۷ نمبر ۳، جون ۱۹۰۴ء     | کہاوت                                 | ۲۸  |
| ۱۷ | مقیم لندن  | ستمبر ۱۹۱۴ء                 | نیکی، بدی اور تکلیف                   | ۲۹  |
| ۵  | قادیان     | مئی ۱۹۱۵ء                   | حافظہ اور تخیل (۱)                    | ۳۰  |
| ۷  | ایضاً      | جون ۱۹۱۵ء                   | حافظہ اور تخیل (۲)                    | ۳۱  |
| ۵  | -          | اگست ۱۹۱۵ء                  | تحریکات عامہ (۱)                      | ۳۲  |
| ۶  | سونی پت    | ستمبر ۱۹۱۵ء                 | تحریکات عامہ (۲)                      | ۳۳  |
| +۵ | جہلم       | جون ۱۹۱۶ء                   | *صابن کی نکیہ                         | ۳۴  |
|    |            |                             |                                       | * عنوان کے نیچے لکھا ہے: "سلسلہ کیلیے دیکھو ماہ مئی ۱۹۱۶ء"۔ ۵ صفحات صرف جون کے ہیں۔ |
| ۱۱ | گوجرانوالہ | فروری ۱۹۱۸ء                 | ایک زبردست ہاتھ                       | ۳۵  |
| ۸  | -          | مئی ۱۹۱۸ء                   | عیش تنگدستی                           | ۳۶  |
| ۸  | -          | جولائی ۱۹۱۸ء                | اپنی اپنی قسمت                        | ۳۷  |
| +۴ | -          | ستمبر ۱۹۱۸ء، صفحات: ۳۲۳-۳۲۹ | - (مضمون کا ابتدائی صفحہ مفقود ہے...) | ۳۸  |
| ۶  | -          | اکتوبر ۱۹۱۸ء                | اتحاد مطالب                           | ۳۹  |
| ۸  | -          | جون ۱۹۱۹ء                   | زبان اردو                             | ۴۰  |

|    |                    |              |            |   |
|----|--------------------|--------------|------------|---|
| ۴۱ | گل و بلبل          | جولائی ۱۹۱۹ء | گوجرانوالہ | ۵ |
| ۴۲ | وحشت               | اگست ۱۹۱۹ء   | -          | ۵ |
| ۴۳ | مناظرہ علوم        | نومبر ۱۹۱۹ء  | گوجرانوالہ | ۶ |
| ۴۴ | گذشتہ ماؤں کے بیٹے | دسمبر ۱۹۱۹ء  | -          | ۵ |
| ۴۵ | اگر                | اگست ۱۹۲۰ء   | لاہور      | ۷ |

### رسالہ ”الناظر“ لکھنؤ

| نمبر شمار   | عنوان مضمون                              | تاریخ اشاعت      | مقام / عہدہ / کاتب | صفحات |
|---|--|------------------|--------------------|-------|
| ۱   | ”الناظر“ کی سہ سالہ خدمات پر مختصر تبصرہ | مئی ۱۹۱۳ء        | -                  | ۷     |
| ۲   | فلسفہ سعدی                               | یکم جولائی ۱۹۱۷ء | جہلم               | ۸     |
| ۳   | فرد اور قوم                              | صفحات ۲۱ تا ۲۱   | جہلم               | ۱۰    |
| ۴   | تہذیب اور شعائر تہذیب                    | صفحات ۲۰ تا ۵۱   | جہلم               | ۱۲    |
| ۵   | قمار زندگی *                             | صفحات ۲۱ تا ۲۷   | گوجرانوالہ         | ۷     |
| * رسالہ ”مظلیہ گزٹ“ میں ”بقیہ قمار زندگی“ کے نام سے مضمون ہے۔ |  |                  |                    |       |
| ۶   | الفاظ السنہ                              | صفحات ۳۲ تا ۳۷   | گوجرانوالہ         | ۶     |
| ۷   | مترادفات                                 | صفحات ۲۴ تا ۳۰   | گوجرانوالہ         | ۷     |
| ۸   | سنسکرت اور ہندی                          | صفحات ۲۵ تا ۲۸   | گوجرانوالہ         | ۴     |
| ۹   | وسعتِ اُردو                              | -                | بہاولپور           | ۱۳    |
| ۱۰  | دانست                                    | صفحات ۲۷ تا ۳۲   | -                  | ۶     |
| ۱۱  | جماعتی حسیت                              | صفحات ۵ تا ۱۰    | -                  | ۶     |
| ۱۲  | یونون بالغیب                             | صفحات ۲۹ تا ۳۷   | -                  | ۹     |
| ۱۳  | اخلاقی جرأت                              | صفحات ۱۸ تا ۲۳   | -                  | ۶     |

|  |   |               |                       |    |
|--|---|---------------|-----------------------|----|
| ۴  | - | -             | تمہیدی فیضان          | ۱۴ |
| ۱۰   | - | -             | مذہب علمی رنگ میں     | ۱۵ |
| مضمون کے بعد زبان فارسی منظوم تاریخ از رسالہ ”الناظر“ درج ہے: مصلح ملک بادالناظر + قدر دانش شونہ اللہ ز من<br>از ایضاً موعظہ تاریخ + کہ بود کامیاب ناظر من (۱۳۲۷ھ) |   |               |                       |    |
| ۷  | - | جلد ۴ نمبر ۲۴ | تقسیم محنت            | ۱۶ |
| ۹  | - | جلد ۵ نمبر ۲۷ | کیا اور کیوں؟         | ۱۷ |
| ۱۱   | - | جلد ۶ نمبر ۲۱ | فطنت (۱)              | ۱۸ |
| ۵  | - | جلد ۶ نمبر ۳۶ | بزدلی                 | ۱۹ |
| ۶  | - | جلد ۷ نمبر ۳۱ | سہارا                 | ۲۰ |
| ۸  | - | جلد ۷ نمبر ۴۱ | مساوات اور پردہ       | ۲۱ |
| ۶  | - | جلد ۹ نمبر ۵۳ | عمومیت و خصوصیت فلسفہ | ۲۲ |
| ۱۱   | - | -             | نظام نسبت             | ۲۳ |
| مضمون نمبر ۱۵ تا ۳۳ کے بارے میں مضمون کے آگے پیچھے کسی اعلان وغیرہ سے اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ غالباً ”الناظر“ ہی میں چھپے ہیں۔                                     |   |               |                       |    |

### رسالہ ”مغلیہ گزت“ لاہور

| نمبر شمار | عنوان مضمون               | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب     | صفحات |
|-----------|---------------------------|--------------|----------------------|-------|
| ۱         | علم اور مغل               | اپریل ۱۹۱۸ء  | ریونیو آفیسر گورنمنٹ | ۳     |
| ۲         | حسن متفردہ اور حسن مجموعی | مئی ۱۹۱۸ء    | ایضاً                | ۴     |
| ۳         | وجہ تسمیہ مغل اور مرزا    | جون ۱۹۱۸ء    | ایضاً                | ۵     |
| ۴         | روایات مسٹر منوچی         | جولائی ۱۹۱۸ء | ایضاً                | ۵     |
| ۵         | یاد ایام (۱)              | ستمبر ۱۹۱۸ء  | ایضاً                | ۲     |
| ۶         | یاد ایام (۲)              | اکتوبر ۱۹۱۸ء | ایضاً                | ۳     |
| ۷         | اقبال جرم                 | نومبر ۱۹۱۸ء  | ایضاً                | ۶     |



|    |  |   |   |    |
|----|--|---|---|----|
| ۶  | -  | جنوری ۱۹۱۹ء   | تفرقہ یا پھوٹ                                 | ۸  |
| ۵  | ایضاً                                    | فروری ۱۹۱۹ء   | تیرہ کا ہندسہ                                 | ۹  |
| +۳ | ایضاً                                    | مارچ ۱۹۱۹ء  | نشوونمائے قوم (آخری صفحات نہیں)               | ۱۰ |
| ۴  | ایضاً                                    | مئی ۱۹۱۹ء   | فیروزہ  | ۱۱ |
| ۶  | ایضاً                                    | جون ۱۹۱۹ء   | خیالستان                                      | ۱۲ |
| ۵  | ایضاً                                    | اگست ۱۹۱۹ء  | تتحلف   | ۱۳ |
| ۴  | ایضاً                                    | ستمبر ۱۹۱۹ء   | پہلے افراد بعد کو قوم                         | ۱۴ |
| ۶  | ایضاً                                    | دسمبر ۱۹۱۹ء   | روایات قومی ممتاز محل آگرہ                    | ۱۵ |
| ۵  | ایضاً                                    | جنوری ۱۹۲۰ء   | چند حروف                                      | ۱۶ |
| ۲  | ریونیو آفیسر<br>گوپراوالہ                | مارچ ۱۹۲۰ء  | بقیہ قمار زندگی * (انتخاب از اخبار وطن لاہور) | ۱۷ |
|    |  | * یہ بقیہ ہے۔ رسالہ "الناظر" میں بھی "قمار زندگی" کے نام سے مضمون ہے۔ |   |    |
| ۶  | ایضاً                                    | مئی ۱۹۲۰ء   | کتمانِ راز                                    | ۱۸ |
| ۷  | ایضاً                                    | اگست ۱۹۲۰ء  | عام تعلیم                                     | ۱۹ |
| ۷  | پشترای اے سی، لاہور                      | ستمبر ۱۹۲۰ء   | اپنی اپنی قیمت                                | ۲۰ |
| ۵  | ریٹائرڈ ڈاکٹر اے سی،<br>رییس اعظم قادیان | اکتوبر ۱۹۲۰ء  | قومی حسّ                                      | ۲۱ |

### رسالہ "زمانہ"

| نمبر شمار | عنوان مضمون        | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | تاریخ (۱)          | مارچ ۱۹۰۵ء  | -                | ۹     |
| ۲         | تاریخ (۲)          | اگست ۱۹۰۵ء  | -                | ۷     |
| ۳         | خود غرضی           | جنوری ۱۹۰۹ء | -                | ۸     |
| ۴         | آزاد و مقتید تعلیم | مارچ ۱۹۰۹ء  | -                | ۸     |

|    |                                       |                   |            |    |
|----|---------------------------------------|-------------------|------------|----|
| ۵  | جدائی                                 | اگست، ستمبر ۱۹۰۹ء | -          | ۹  |
| ۶  | سرمایہ                                | دسمبر ۱۹۱۰ء       | -          | ۱۰ |
| ۷  | اسکول فلسفہ                           | مارچ ۱۹۱۳ء        | -          | ۵  |
| ۸  | ستی                                   | جولائی ۱۹۱۵ء      | بہاولپور   | ۸  |
| ۹  | زبان بھاشا                            | نومبر ۱۹۱۶ء       | جہلم       | ۵  |
| ۱۰ | سوامی بابالعل جی                      | فروری ۱۹۲۰ء       | گوجرانوالہ | ۵  |
| ۱۱ | ہندی مذاق                             | ستمبر ۱۹۲۰ء       | -          | ۶  |
| ۱۲ | چندر بھان برہمن لاہوری                | مئی و جون ۱۹۲۱ء   | -          | ۷  |
| ۱۳ | دماغ غلامی                            | جنوری ۱۹۲۳ء       | -          | ۷  |
| ۱۴ | اخلاقی نصاب اور ہماری اخلاقی کمزوریاں | -                 | -          | ۷  |

### رسالہ ”تمدن“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون       | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | ڈاکیہ             | جنوری ۱۹۱۸ء  | -                | ۱۱    |
| ۲         | لغت               | مارچ ۱۹۱۸ء   | -                | ۸     |
| ۳         | دماغ اور عمل      | اپریل ۱۹۱۸ء  | -                | ۹     |
| ۴         | شخصیت             | مئی ۱۹۱۸ء    | -                | ۸     |
| ۵         | بشرہ              | جون ۱۹۱۸ء    | -                | ۷     |
| ۶         | طلسم حافظہ        | جولائی ۱۹۱۸ء | -                | ۷     |
| ۷         | زبان اور حسن بیان | ستمبر ۱۹۱۸ء  | -                | ۷     |
| ۸         | کمزور             | اکتوبر ۱۹۱۹ء | -                | ۵     |
| ۹         | بس میں ہی ہوں     | نومبر ۱۹۱۹ء  | -                | ۷     |

|   |            |                               |                                       |    |
|---|------------|-------------------------------|---------------------------------------|----|
| ۸ | گوجرانوالہ | جنوری ۱۹۲۰ء                   | گل و خار                              | ۱۰ |
| ۵ | -          | فروری ۱۹۲۰ء                   | دل کی سزا                             | ۱۱ |
| ۸ | -          | اپریل ۱۹۲۰ء                   | قرآن اور محبت                         | ۱۲ |
| ۵ | -          | مئی، جون ۱۹۲۰ء                | خربوزہ کو خربوزہ دیکھ کر رنگ بدلتا ہے | ۱۳ |
| ۶ | -          | (غالباً) تمدن، صفحات ۳۶ تا ۳۷ | رسول بشیر و نذیر                      | ۱۴ |

### رسالہ ”ربنمائے تعلیم“ لاہور

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب                           | صفحات |
|-----------|--|--------------|--|-------|
| ۱         | ربنمائے تعلیم  | جنوری ۱۹۱۳ء  | ریونیو ممبر کونسل ایجنسی<br>ریاست بہاولپور | ۷     |
| ۲         | اسباق الاشیاء  | اپریل ۱۹۱۳ء  | ایضاً                                      | ۷     |
| ۳         | حرف  | مئی ۱۹۱۳ء    | -  | ۱۰    |
| ۴         | انسان کے پہلے دو سبق   | اگست ۱۹۱۳ء   | ایضاً                                      | ۶     |
| ۵         | کتابوں کا مطالعہ (۱)<br>(مضمون کے آخر پر قوسین میں لکھا ہے ”بقیہ پھر“) | فروری ۱۹۱۴ء  | اسٹرا اسٹنٹ<br>کشمیر پنجاب                 | ۷     |
| ۶         | اعلیٰ و ادنیٰ تعلیم  | مارچ ۱۹۱۴ء   | ایضاً                                      | ۷     |
| ۷         | صحیفہ قدرت   | جولائی ۱۹۱۵ء | سونی پت                                    | ۸     |
| ۸         | شرف جسمانی   | مئی ۱۹۱۹ء    | ای اے سی گوجرانوالہ                        | ۱۱    |
| ۹         | چھیڑ   | جولائی ۱۹۱۹ء | ایضاً                                      | ۷     |
| ۱۰        | علم، عالم، معلوم   | اکتوبر ۱۹۱۹ء | ایضاً                                      | ۸     |
| ۱۱        | چشم حافظہ  | دسمبر ۱۹۱۹ء  | اسرماں ضلع گوجرانوالہ                      | ۷     |
| ۱۲        | فیش زدہ  | فروری ۱۹۲۰ء  | لاہور                                      | ۷     |

|    |           |             |                |   |
|----|-----------|-------------|----------------|---|
| ۱۳ | زر        | اپریل ۱۹۲۰ء | لاہور          | ۹ |
| ۱۴ | ہردلعزیزی | جون ۱۹۲۰ء   | ای اے سی لاہور | ۷ |

### رسالہ ”ادیب“ الہ آباد

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت                | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--|----------------------------|------------------|-------|
| ۱         | معاشرتی مذہب   | جلد ۱ نمبر ۱، جنوری ۱۹۱۰ء  | آکسٹرا اسٹنٹ کشر | ۵     |
| ۲         | قومی یادگاریں  | جلد ۱ نمبر ۳، مارچ ۱۹۱۰ء   | -                | -     |
| ۳         | روپیہ کی قیمت گھٹ رہی ہے                                 | جلد ۱ نمبر ۶، جون ۱۹۱۰ء    | -                | ۵     |
| ۴         | تبادلہ اشیاء   | جلد ۲ نمبر ۳، ستمبر ۱۹۱۰ء  | -                | -     |
| ۵         | مجموعہ سوشیل: ہندوستان کی مفتوح اقوام کے واسطے ایک ضرورت | جلد ۳ نمبر ۱، جنوری ۱۹۱۱ء  | -                | -     |
| ۶         | قاعدہ  | جلد ۳ نمبر ۵، مئی ۱۹۱۱ء    | -                | -     |
| ۷         | تخت و تاج  | جلد ۳ نمبر ۶، جون ۱۹۱۱ء    | -                | -     |
| ۸         | سیف و قلم  | جلد ۴ نمبر ۴، اکتوبر ۱۹۱۱ء | -                | ۳     |
| ۹         | تاریخ تکوین فلسفہ  | جلد ۵ نمبر ۱، جنوری ۱۹۱۲ء  | -                | -     |
| ۱۰        | دربار شہنشاہ   | جلد ۵ نمبر ۱، جنوری ۱۹۱۲ء  | -                | -     |
| ۱۱        | میں نے کیا دیکھا   | جلد ۶ نمبر ۶، دسمبر ۱۹۱۲ء  | -                | ۶     |
| ۱۲        | تکلم   | جلد ۷ نمبر ۳، مارچ ۱۹۱۳ء   | -                | -     |
| ۱۳        | ”میں“ کی فلاسفی  | جلد ۷ نمبر ۵، مئی ۱۹۱۳ء    | -                | -     |

- جلد ۶ نمبر ۱، جولائی ۱۹۱۲ء کے شمارے میں آپ کی کتاب ”امثال“ کا ذکر آیا ہے۔
- جلد ۳ نمبر ۳، مارچ ۱۹۱۱ء کے شمارے میں آپ کی تصویر چھپی ہے۔

### رسالہ ”رفیق التعلیم“

| نمبر شمار | عنوان مضمون           | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب                | صفحات |
|-----------|-----------------------|--------------|---------------------------------|-------|
| ۱         | ضرورت اتفاق           | مارچ ۱۹۱۸ء   | اسکالر اسٹنٹ<br>کشنر گوجرانوالہ | ۵     |
| ۲         | قلم بے شکاف           | اگست ۱۹۱۸ء   | اسکالر اسٹنٹ<br>کشنر گوجرانوالہ | ۵     |
| ۳         | لسانی مشکلات          | اپریل ۱۹۱۹ء  | اسکالر اسٹنٹ<br>کشنر گوجرانوالہ | ۶     |
| ۴         | تعلیم کے حصے          | اپریل ۱۹۲۰ء  | ڈپٹی کمشنر                      | ۴     |
| ۵         | چیونٹی                | جون ۱۹۲۰ء    | -                               | ۵     |
| ۶         | قحط اور سلاطین گذشتہ  | اکتوبر ۱۹۲۰ء | ڈپٹی کمشنر                      | ۴     |
| ۷         | اخلاقی سائنس          | دسمبر ۱۹۲۲ء  | ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر<br>قادیان    | ۶     |
| ۸         | ادب جدید              | فروری ۱۹۲۳ء  | ایضاً                           | ۶     |
| ۹         | ارادہ                 | ستمبر ۱۹۲۶ء  | -                               | ۱۲    |
| ۱۰        | معاملہ فہمی کاگر      | مئی ۱۹۲۷ء    | -                               | ۶     |
| ۱۱        | دائرہ علم و جہالت     | ستمبر ۱۹۲۷ء  | بی۔ اے                          | ۱۰    |
| ۱۲        | جرائم اور دماغی عارضہ | اکتوبر ۱۹۲۷ء | ریٹائرڈ اسکالر<br>اسٹنٹ کشنر    | ۳     |

### رسالہ ”تصوّف“

| نمبر شمار | عنوان مضمون         | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب       | صفحات |
|-----------|---------------------|-------------|------------------------|-------|
| ۱         | ایمان بر رسول عربیؐ | فروری ۱۹۲۲ء | سابق ڈپٹی کمشنر، پنجاب | ۵     |
| ۲         | اقوال الصوفیاء      | مارچ ۱۹۲۲ء  | -                      | ۵     |
| ۳         | معنائے ہستی         | اپریل ۱۹۲۲ء | -                      | ۶     |

|  |   |              |   |
|--|---|--------------|---|
| ۴  | - | مئی ۱۹۲۲ء    | تبلیغ صوفیا                             |
| ۵  | - | جولائی ۱۹۲۲ء | فلسفہ باطن                              |
| ۶  | - | اگست ۱۹۲۲ء   | تصوف (۱)                                |
| ۷  | - | ستمبر ۱۹۲۲ء  | تصوف (۲)                                |
| ۸  | - | اکتوبر ۱۹۲۲ء | فسانہ تقدیر (۱)                         |
| ۱۱   | - | نومبر ۱۹۲۲ء  | میلااد شریف - دنیا کے نجات دہندہ کی یاد |
| ۱۲   | - | جنوری ۱۹۲۳ء  | فسانہ تقدیر (۳)*                        |
| * جنوری ۱۹۲۳ء کے شمارہ میں لکھا ہے: ”سلسلہ کے لیے دیکھو ’تصوف‘ ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون متعدد اقساط میں ہے۔ اکتوبر، دسمبر ۱۹۲۲ء اور جنوری ۱۹۲۳ء۔ واللہ اعلم بالصواب۔“ |   |              |   |

### رسالہ ”نظام المشائخ“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون                     | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب                | صفحات |
|-----------|---------------------------------|----------------|---------------------------------|-------|
| ۱         | تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ | جلد ۱۸ نمبر ۵  | گوجرانوالہ                      | ۱۰    |
| ۲         | نظام المشائخ                    | جلد ۲۲ نمبر ۶  | لاہور                           | ۸     |
| ۳         | تعبیرات                         | صفحات ۱۵ تا ۲۲ | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کمشز گوجرانوالہ | ۸     |
| ۴         | سماع                            | صفحات ۱۰ تا ۱۶ | ایم آر اے ایس                   | ۷     |
| ۵         | وعدہ کی یاد                     | -              | گوجرانوالہ                      | ۶     |
| ۶         | جبر و قدر                       | -              | گوجرانوالہ                      | ۱۰    |
| ۷         | رسولِ خدا نما                   | -              | بہاولپور، پنجاب                 | ۱۱    |
| ۸         | إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ  | -              | -                               | ۷     |
| ۹         | نو مسلم                         | -              | -                               | ۶     |

### رسالہ ”نقیب“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                           | تاریخ اشاعت                   | مقام / عہدہ کاتب   | صفحات |
|-----------|---------------------------------------|-------------------------------|--------------------|-------|
| ۱         | نقیب                                  | پہلے شمارہ کیلئے تعارفی مضمون | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر | ۴     |
| ۲         | کائنات انسانی اور عقل و فطری تمیز     | ۲/۱                           | -                  | ۵     |
| ۳         | زبانوں اور علوم ہنسون کے بنیادی ذرائع | ۲/۲                           | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر | ۹     |
| ۴         | رموز بے خودی                          | ۵/۲                           | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر | ۹     |
| ۵         | شیطان                                 | جلد ۳ نمبر ۵                  | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر | ۱۰    |
| ۶         | نکات بیدل                             | ۵/۴                           | -                  | ۶     |
| ۷         | تین دن کی خدائی                       | جلد ۶ نمبر ۱، ۲               | اسٹنٹ کمشنر        | ۱۶    |
| ۸         | حُسن                                  | مئی ۱۹۲۲ء، جلد ۵ نمبر ۴       | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر | ۱۱    |

### رسالہ ”صوفی“

| نمبر شمار | عنوان مضمون        | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب                 | صفحات |
|-----------|--------------------|--------------|----------------------------------|-------|
| ۱         | کعبہ               | جولائی ۱۹۱۰ء | جالندھر پنجاب                    | ۴     |
| ۲         | صوفیوں کی خدمات    | مارچ ۱۹۱۲ء   | گوجرانوالہ                       | ۳     |
| ۳         | رموز بے خودی       | جولائی ۱۹۱۸ء | اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر<br>گوجرانوالہ | ۴     |
| ۴         | ذوق و مستی         | اپریل ۱۹۲۱ء  | -                                | ۵     |
| ۵         | مذہبی گفت و شنید   | جولائی ۱۹۲۱ء | -                                | ۴     |
| ۶         | آزاد رسول          | اکتوبر ۱۹۲۲ء | پنشنر ڈپٹی کمشنر                 | ۳     |
| ۷         | ہم خود ذمہ دار ہیں | اگست ۱۹۲۷ء   | قادیان                           | ۲     |

### رسالہ ”یدیضا“ میانمیر لاہور

| نمبر شمار | عنوان مضمون               | تاریخ اشاعت                  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------------------|------------------------------|------------------|-------|
| ۱         | بصریات (۱)                | جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ          | قادیان           | ۴     |
| ۲         | بصریات (۲)                | (غالباً) جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ھ | -                | ۵     |
| ۳         | پیر شوہیا موز (۱)         | جلد ۲ نمبر ۱۰                | -                | ۴     |
| ۴         | پیر شوہیا موز (۲)         | جلد ۲ نمبر ۱۱                | -                | ۴     |
| ۵         | راز راحت                  | جلد ۳ نمبر ۴                 | -                | ۶     |
| ۶         | خوشی و غم                 | جلد ۳ نمبر ۷                 | جائندھر پنجاب    | ۱۰    |
| ۷         | صدائے بازگشت              | جلد ۳ نمبر ۹، ۱۰             | -                | ۱۰    |
| ۸         | علمی پلیٹیں اور دل و دماغ | جلد ۴ نمبر ۱، ۲              | جائندھر پنجاب    | ۹     |

### رسالہ ”عصر جدید“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                  | تاریخ اشاعت                                  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|------------------------------|--|------------------|-------|
| ۱         | زمینداروں کی جائیداد         | اپریل ۱۹۰۴ء کے بعد کا شمارہ<br>معلوم ہوتا ہے | منگمری           | ۷     |
| ۲         | رسول کا احترام عقلاً واجب ہے | صفحات ۹۳ تا ۲۰۴                              | -                | ۱۲    |
| ۳         | مسلمان فقیر اور گداگر        | -  | میانوالی         | ۱۶    |
| ۴         | موجودات (۱)                  | -  | جائندھر          | ۱۴    |
| ۵         | موجودات (۲)                  | -  | جائندھر          | ۱۵    |
| ۶         | وجودِ مطلق (۱)               | -  | میانوالی         | ۱۱    |
| ۷         | وجودِ مطلق (۲)               | -  | میانوالی         | ۸     |



## رسالہ ”تنویر الشرق“

| نمبر شمار | عنوان مضمون           | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------------|--|------------------|-------|
| ۱         | نسبت وحدت             | مئی ۱۹۰۸ء  | جانندھر پنجاب    | ۷     |
| ۲         | خوشامد                | اگست ۱۹۰۸ء   | جانندھر پنجاب    | ۷     |
| ۳         | علوم قدیم و علوم جدید | دسمبر ۱۹۰۸ء  | جانندھر پنجاب    | ۸     |
| ۴         | ذہنی زندگی            | جنوری ۱۹۰۹ء  | جانندھر پنجاب    | ۱۰    |
| ۵         | آرزو                  | ۱۹۰۹ء  | جانندھر پنجاب    | ۷     |
| ۶         | دستاویز               | جنوری ۱۹۱۰ء  | جانندھر پنجاب    | ۶     |
| ۷         | فلسفہ اور اسلام       | تہذیب شرق کے اگست کے پرچم میں اٹلٹق صاحب کا مضمون پندرہ کریم مضمون لکھ | جانندھر پنجاب    | ۳     |

## رسالہ ”نظام“ لاہور

| نمبر شمار   | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب        | صفحات |
|---|-------------|-------------|-------------------------|-------|
| ۱   | وضع داری    | مارچ ۱۹۱۹ء  | ریونیو آفیسر گوجرانوالہ | ۸     |
| ۲   | دست چُپ     | اپریل ۱۹۱۹ء | گوجرانوالہ              | ۶     |
| ۳   | لوری        | جون ۱۹۱۹ء   | گوجرانوالہ              | ۵     |
| ۴   | یہ کون ہے؟  | اگست ۱۹۱۹ء  | -                       | ۵     |
| ۵   | بانسری      | ستمبر ۱۹۱۹ء | افسر مال                | ۵     |
| ۶   | نظام        | -           | قادیان                  | ۱۱    |
| ۷   | نظام*       | -           | ریونیو آفیسر گوجرانوالہ | ۶     |
| * ایک ہی موضوع پر دو مضامین ہیں۔ غالباً رسالہ ”نظام“ میں چھپے ہیں۔ تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہو سکی۔ |             |             |                         |       |

### رسالہ ”النظامیہ“ لکھنؤ

| نمبر شمار | عنوان مضمون                       | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------------------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | خیر الزاد التتوی                  | نومبر ۱۹۱۵ء    | -                | ۵     |
| ۲         | ترتیب نظام                        | مئی ۱۹۱۶ء      | -                | ۷     |
| ۳         | شامت اعمال                        | جلد ۴ نمبر ۶   | گوجرانوالہ       | ۵     |
| ۴         | معجزہ                             | صفحات ۳ تا ۷   | جہلم             | ۵     |
| ۵         | قرآنی نقطہ خیال سے ”فی سبیل اللہ“ | صفحات ۱۷ تا ۲۳ | -                | ۷     |
| ۶         | قرآن کا تفسیری پہلو               | صفحات ۱۶ تا ۲۱ | -                | ۶     |

### رسالہ ”انسان“ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون      | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|------------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | پہلا انسان       | اپریل ۱۹۱۲ء  | -                | 9     |
| ۲         | انسان کی ہستی    | اگست ۱۹۱۲ء   | -                | 5     |
| ۳         | شخصیت اور جامعیت | اکتوبر ۱۹۱۲ء | -                | 6     |
| ۴         | عہد طفلی         | نومبر ۱۹۱۲ء  | -                | 7     |
| ۵         | بینائے جہاں      | اپریل ۱۹۱۳ء  | -                | ۷     |

### رسالہ ”علی گڑھ“

| نمبر شمار | عنوان مضمون        | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--------------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | مذہب اور سائنس (۱) | مارچ ۱۹۰۵ء   | میانوالی پنجاب   | ۱۱    |
| ۲         | خمسہ متناسبہ       | مئی ۱۹۰۶ء    | میانوالی پنجاب   | ۲۰    |
| ۳         | انجام              | جولائی ۱۹۰۶ء | میانوالی پنجاب   | ۱۱    |

|   |                       |             |                |    |
|---|-----------------------|-------------|----------------|----|
| ۴ | اتفاق                 | فروری ۱۹۰۶ء | میانوالی پنجاب | ۱۱ |
| ۵ | پردہ اور بے پردگی (۱) | دسمبر ۱۹۰۶ء | میانوالی پنجاب | ۱۱ |

### رسالہ ”تعلیم و تربیت“

| نمبر شمار | عنوان مضمون             | تاریخ اشاعت       | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------------------|-------------------|------------------|-------|
| ۱         | انسانی آزادی            | فروری ۱۹۱۸ء       | -                | ۶     |
| ۲         | حسن معیشت               | مارچ ۱۹۱۸ء        | گو جرنوالہ       | ۴     |
| ۳         | بزدلی اور تہور          | اکتوبر ۱۹۱۸ء      | -                | +۵    |
| ۴         | تربیت                   | نومبر، دسمبر..... | گو جرنوالہ       | ۶     |
| ۵         | کسب - ”اکاسب حبیب اللہ“ | جون.....          | -                | ۷     |

### رسالہ ”شمس بنگالہ“

| نمبر شمار | عنوان مضمون     | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------|--|------------------|-------|
| ۱         | تباہی اشکال (۱) | نمبر ۳ (پہلے سات صفحات موجود ہیں، آخر سے موجود نہیں) | -                | +۷    |
| ۲         | تباہی اشکال (۲) | فروری ۱۹۰۸ء  | جانندھر پنجاب    | ۷     |
| ۳         | احساس           | مارچ ۱۹۰۸ء   | جانندھر پنجاب    | ۱۰    |
| ۴         | خط              | اپریل ۱۹۰۸ء  | جانندھر پنجاب    | ۱۰    |
| ۵         | تحریرات         | ستمبر ۱۹۰۸ء  | جانندھر پنجاب    | ۱۱    |

### رسالہ ”نقاد“

| نمبر شمار | عنوان مضمون   | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب  | صفحات |
|-----------|---------------|-------------|-------------------|-------|
| ۱         | تمدن          | فروری ۱۹۱۳ء | -                 | ۸     |
| ۲         | مدینہ کانفرنس | مارچ ۱۹۱۳ء  | وزیر مال بہاولپور | ۱۰    |

|   |       |             |                   |    |
|---|-------|-------------|-------------------|----|
| ۳ | تتقید | اپریل ۱۹۱۳ء | وزیر مال بہاولپور | ۱۳ |
| ۴ | ادب   | مئی ۱۹۱۳ء   | وزیر مال بہاولپور | ۱۱ |

### رسالہ ”الادب“

| نمبر شمار | عنوان مضمون      | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|------------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | حیوانات          | اپریل ۱۹۲۰ء    | -                | ۶     |
| ۲         | برج بھاشا        | مئی ۱۹۲۰ء      | -                | ۹     |
| ۳         | مذہب اور انسانیت | صفحات: ۱۲ تا ۸ | -                | ۵     |
| ۴         | الادب            | صفحات ۱۱ تا ۱۸ | -                | ۸     |

### رسالہ ”شباب اردو“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                 | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | ورد زبان (مضمون مکمل نہیں)  | نومبر ۱۹۲۰ء | -                | +۳    |
| ۲         | علم و تمیز                  | مارچ ۱۹۲۱ء  | -                | ۵     |
| ۳         | شرح و تفسیر                 | دسمبر ۱۹۲۱ء | -                | ۴     |
| ۴         | ہر گل رارنگ و بوئے دیگر است | اگست ۱۹۲۲ء  | -                | ۴     |

### رسالہ ”افادہ“ حیدرآباد دکن

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | افادہ       | صفحات ۱۲ تا ۱۹ | -                | ۶     |
| ۲         | مفت         | صفحات ۳۲ تا ۳۶ | -                | ۵     |
| ۳         | قومی بیداری | صفحات ۳۵ تا ۳۹ | -                | ۵     |
| ۴         | شعور حیوانی | صفحات ۱۲ تا ۱۸ | -                | ۵     |

### رسالہ ”استانی“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون                      | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|----------------------------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | مرد اور عورت کا باہمی تناسب      | صفحات ۵ تا ۱۳  | -                | ۹     |
| ۲         | عورت کا مرتبہ                    | صفحات ۲۰ تا ۲۸ | -                | ۹     |
| ۳         | ہندوستانی انگریزوں کے مقابلہ میں | -              | -                | ۹     |
| ۴         | عورت اور سہارا                   | -              | -                | ۵     |

### رسالہ ”ایشیا“ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | نسبتی معیار | نومبر ۱۹۰۷ء | -                | ۵     |
| ۲         | گالی        | فروری ۱۹۰۸ء | -                | ۵     |
| ۳         | ہماری آزادی | اگست ۱۹۰۸ء  | جالندھر          | ۷     |

### رسالہ ”تعلیمی گزٹ“ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت          | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|----------------------|------------------|-------|
| ۱         | حضور        | مارچ ۱۹۱۸ء           | -                | ۶     |
| ۲         | دلچسپی      | مئی ۱۹۱۸ء            | -                | ۴     |
| ۳         | تکلف        | اگست تا اکتوبر ۱۹۱۸ء | -                | ۵     |

### رسالہ ”آزاد“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب  | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|-------------------|-------|
| ۱         | مقررہ وقت   | جنوری ۱۹۰۸ء | اکسٹری اسٹنٹ کوشر | ۷     |

|    |                    |                    |              |   |
|----|--------------------|--------------------|--------------|---|
| ۷  | اکسٹرا اسٹنٹ کھنٹر | جولائی ۱۹۰۸ء       | امتحان مصیبت | ۲ |
| ۱۰ | اکسٹرا اسٹنٹ کھنٹر | نومبر، دسمبر ۱۹۰۸ء | ایثار نفسی   | ۳ |

### رسالہ ”کشمیری میگزین“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب                           | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|--|-------|
| ۱         | بات         | نومبر ۱۹۱۱ء | ریونیو منسٹر<br>ریاست بہاولپور             | ۶     |
| ۲         | زندگیاں     | مئی ۱۹۱۲ء   | ریونیو منسٹر<br>بہاولپور اسٹیٹ             | ۷     |
| ۳         | روپیہ       | دسمبر ۱۹۱۲ء | ریونیو منسٹر بہاولپور<br>الگھڑ ریاست کشمیر | ۶     |

### رسالہ ”خیال“ میرٹھ

| نمبر شمار | عنوان مضمون    | تاریخ اشاعت        | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|----------------|--------------------|------------------|-------|
| ۱         | کلام اکبر      | جنوری، فروری ۱۹۱۸ء | -                | ۷     |
| ۲         | تنازع لِبُقَاء | جون ۱۹۱۸ء          | گوجرانوالہ       | ۳     |
| ۳         | دام خیال       | جنوری ۱۹۱۹ء        | گوجرانوالہ       | ۴     |

### رسالہ ”الحجاب“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون                     | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------------------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | خواتین اسلام اور مسلم یونیورسٹی | اپریل ۱۹۱۱ء  | بہاولپور اسٹیٹ   | ۵     |
| ۲         | ایک بچہ کی صدا                  | جون ۱۹۱۱ء    | بہاولپور اسٹیٹ   | ۴     |
| ۳         | بچوں سے محبت                    | جولائی ۱۹۱۱ء | بہاولپور اسٹیٹ   | ۳     |

### رسالہ ”انکشاف“

| نمبر شمار | عنوان مضمون       | تاریخ اشاعت             | مقام / عہدہ کاتب                | صفحات |
|-----------|-------------------|-------------------------|---------------------------------|-------|
| ۱         | ایک آنہ فنڈ لکھنؤ | ستمبر، اکتوبر ۱۹۱۸ء     | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کشنر گوجرانوالہ | ۲     |
| ۲         | مشاہیر ملی        | مارچ لغایہ اکتوبر ۱۹۱۹ء | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کشنر گوجرانوالہ | ۷     |
| ۳         | تعمیر قومیت       | اکتوبر تا دسمبر ۱۹۲۲ء   | اکسٹرا اسٹنٹ کشنر               | ۳     |

### رسالہ ”ترجمان“

| نمبر شمار | عنوان مضمون   | تاریخ اشاعت             | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------|-------------------------|------------------|-------|
| ۱         | ترجمان        | اکتوبر ۱۹۱۵ء جلد نمبر ۱ | -                | ۶     |
| ۲         | فلسفہ معانی   | جون ۱۹۱۶ء               | -                | ۷     |
| ۳         | زبان کا ارتقا | اگست ۱۹۱۷ء              | -                | ۳     |

### رسالہ ”القریش“ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون                       | تاریخ اشاعت                                     | مقام / عہدہ کاتب                | صفحات |
|-----------|-----------------------------------|---|---------------------------------|-------|
| ۱         | صدیق اکبر رضی اللہ عنہ            | صدیق نمبر - یکم اپریل ۱۹۱۹ء                     | اکسٹرا اسٹنٹ کشنر<br>گوجرانوالہ | ۶     |
| ۲         | صدائے بازگشت                      | جنوری ۱۹۲۶ء                                     | -                               | ۴     |
| ۳         | رسول عربی نے کیا کہا اور کیا چاہا | نئی نمبر (۴م) کے ساتھ<br>یکم ستمبر ۱۹۲۶ء درج ہے | پنشنر ڈپٹی کشنر                 | ۳     |

### رسالہ ”صحیفہ وارث“ دیوہ شریف

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | گناہ        | صفر ۱۳۳۹ھ   | -                | ۶     |

|   |            |                    |                  |   |
|---|------------|--------------------|------------------|---|
| ۲ | صوفی مشنری | ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ  | لاہور            | ۴ |
| ۳ | عشق رسول   | دقیقہ الحدیث ۱۳۳۶ھ | اکسٹرا اسٹنٹ کشر | ۲ |

### رسالہ ”پیام ہستی“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | پیام ہستی   | نومبر ۱۹۲۵ء | -                | ۶     |
| ۲         | پیام حجاب   | جنوری ۱۹۲۶ء | -                | ۶     |

### رسالہ ”زمیندارہ گزٹ“ لائلپور

| نمبر شمار | عنوان مضمون    | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|----------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | کیفیت کیکر (۱) | مارچ ۱۹۲۸ء  | ریٹائرڈ ڈپٹی کشر | ۸     |
| ۲         | کیفیت کیکر (۲) | اپریل ۱۹۲۸ء | ریٹائرڈ ڈپٹی کشر | ۶     |

### رسالہ ”الادیب“ ناگپور

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | اردو        | جلد ۳ نمبر ۳ | اکسٹرا اسٹنٹ کشر | ۷     |
| ۲         | فریبِ تخیل  | جلد ۳ نمبر ۴ | اکسٹرا اسٹنٹ کشر | ۶     |

### رسالہ ”الکمال“ لاہور

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | الکمال      | نومبر ۱۹۲۲ء | -                | ۲     |
| ۲         | زمانہ       | فروری ۱۹۲۳ء | -                | ۳     |



### رسالہ ”المذہب“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت    | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|----------------|------------------|-------|
| ۱         | مذہب        | دسمبر ۱۹۱۹ء    | -                | ۷     |
| ۲         | مبدء فیض    | ۱۵ جنوری ۱۹۲۰ء | لاہور            | ۸     |

### رسالہ ”دربار“

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت     | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--------------|-----------------|------------------|-------|
| ۱         | کامیاب زندگی | نومبر ۱۹۱۲ء     | -                | ۵     |
| ۲         | دربار دُربار | شاہی دربار نمبر | بہاولپور پنجاب   | ۵     |

### رسالہ ”اقبال“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | گھر         | مارچ ۱۹۱۴ء   | -                | ۶     |
| ۲         | بہارِ تعلیم | اکتوبر ۱۹۱۴ء | -                | ۹     |

### رسالہ ”المجدد“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                       | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | ادراک و احساس - باعتبار اقسام (۱) | -           | جاندر ہر پنجاب   | ۴     |
| ۲         | ادراک و احساس - باعتبار اقسام (۲) | -           | جاندر ہر پنجاب   | ۵     |

### رسالہ ”صبح نہار“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب                | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|---------------------------------|-------|
| ۱         | قیمت        | -           | نیم آٹے ایس<br>بہاولپور (پنجاب) | ۸     |

|   |         |   |                                   |   |
|---|---------|---|-----------------------------------|---|
| ۲ | زندگیاں | - | ایم آر اے ایس<br>بہاولپور (پنجاب) | ۹ |
|---|---------|---|-----------------------------------|---|

### رسالہ ”استبصار“

| نمبر شمار | عنوان مضمون   | تاریخ اشاعت   | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|---------------|---------------|------------------|-------|
| ۱         | شروع          | ۲۵ مارچ ۱۹۱۰ء | جاندر ہر پنجاب   | ۱۰    |
| ۲         | علی اردو زبان | جلد ۱ نمبر ۵  | جاندر ہر         | ۶     |

### رسالہ ”العصر“ لکھنؤ

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت                             | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|---|------------------|-------|
| ۱         | برخوردار    | اگست تا دسمبر ۱۹۱۳ء                     | -                | ۴     |
| ۲         | نیک ارادہ   | جلد ۵ نمبر ۴-۶،<br>اکتوبر - دسمبر ۱۹۱۶ء | -                | ۴     |

### رسالہ ”تہذیب“ رامپور

| نمبر شمار | عنوان مضمون    | تاریخ اشاعت               | مقام / عہدہ کاتب                      | صفحات |
|-----------|----------------|---------------------------|---------------------------------------|-------|
| ۱         | عمل قدرت       | نمبر ۱ جلد ۲، جنوری ۱۹۰۶ء | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کشمیر میاںوالی، پنجاب | ۱۲    |
| ۲         | ہمارا مبلغ علم | نمبر ۵ جلد ۲، مئی ۱۹۰۶ء   | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کشمیر میاںوالی، پنجاب | ۱۱    |

### رسالہ ”اسوۂ حسنہ“

| نمبر شمار | عنوان مضمون             | تاریخ اشاعت          | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------------------|----------------------|------------------|-------|
| ۱         | رسول مقبول کا اسوۂ حسنہ | ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۶ء | -                | ۴     |

### رساله ” الفلاح “

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت      | مقام / عہدہ کاتب                       | صفحات |
|-----------|--------------|------------------|--|-------|
| ۱         | مسلمان گداگر | یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء | ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر<br>رئیس اعظم قادیان | ۲     |

### رساله ” تنظیم “ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون         | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب   | صفحات |
|-----------|---------------------|-------------|--------------------|-------|
| ۱         | مقتدر مسلمان کا فرض | مئی ۱۹۲۷ء   | ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر | ۳     |

### رساله ” پیشوا “ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | سیرت محمدیہ | جلد ۱ نمبر ۹ | آر ایم ایس       | ۲     |

### رساله ” نظر “

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | تواریخ فلسفہ | جولائی ۱۹۲۷ء | پبشر ڈپٹی کمشنر  | ۴     |

### رساله ” التبلیخ “

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | تبلیغ اسلام | -           | -                | ۴     |

### رساله ” انعام “

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|--------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | جدید معلومات | اکتوبر ۱۹۲۲ء | رئیس قادیان      | ۷     |

### رسالہ ”ترقی“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | ترقی        | جلد ۱ نمبر ۲ | -                | ۶     |

### رسالہ ”دین و دنیا“ دہلی

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت                                | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--|------------------|-------|
| ۱         | دین و دنیا  | جلد ۲ نمبر ۷ (غالباً اکتوبر یا نومبر ۱۹۲۲) | -                | ۳     |

### رسالہ ”مدنی بیڑی تقویم“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | دوہو کر ایک | ۱۳۳۰ھ       | -                | ۲     |

### رسالہ ”نیاز“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | بزم ادب     | جنوری ۱۹۲۲ء | -                | ۸     |

### رسالہ ”ضیاء حقیقت“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                  | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|------------------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | ضیاء حقیقت - تجربہ سے کام لو | جون ۱۹۲۰ء   | اکسٹرا اسٹنٹ کشر | ۷     |

### رسالہ ”الحسن“

| نمبر شمار | عنوان مضمون                      | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|----------------------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | گناہ پر گناہ اور گنہگار کی شہادت | مئی ۱۹۲۱ء   | -                | ۶     |

### رسالہ ”عبرت“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | تاریخ       | جنوری ۱۹۱۶ء | افسر مال لاہور   | ۸     |

### رسالہ ”الرفیق“

| نمبر شمار | عنوان مضمون           | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-----------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | مذہب کی اندرونی تفریق | -           | میانوالی         | ۹     |

### رسالہ ”الاخوت“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | الاخوت      | جنوری ۱۹۰۹ء | جالندھر          | ۸     |

### رسالہ ”منروا“ امرتسر

| نمبر شمار | عنوان مضمون                | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|----------------------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | دل بدست آور کہ حج اکبر است | اگست ۱۹۰۹ء  | -                | ۴     |

### رسالہ ”فردا“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت         | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|---------------------|------------------|-------|
| ۱         | سچ سچ ہے    | جنوری و فروری ۱۹۱۰ء | -                | ۴     |

### رسالہ ”پربیزگار“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | پربیزگاری   | جولائی ۱۹۱۱ء | -                | ۷     |

رساله ”شاہدِ سخن“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|--------------|------------------|-------|
| ۱         | ہوا و ہوس   | اکتوبر ۱۹۱۳ء | بہاولپور         | ۷     |

رساله ”ضیاء الاسلام“ مراد آباد

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | ہمت افزائی  | نومبر ۱۹۱۳ء | بہاولپور (پنجاب) | ۷     |

رساله ”صحیفہ القمر“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت      | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|------------------|------------------|-------|
| ۱         | گناہ        | جلد ۲ شمارہ ۷، ۶ | -                | ۷     |

رساله ”العالم“

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|-------------|------------------|-------|
| ۱         | العالم      | مارچ ۱۹۲۰ء  | -                | ۹     |

رساله ”دنواز“ کھروڑ

| نمبر شمار | عنوان مضمون | تاریخ اشاعت   | مقام / عہدہ کاتب | صفحات |
|-----------|-------------|---------------|------------------|-------|
| ۱         | دکھ         | صفحات ۲۲ تا ۶ | گوجرانوالہ       | ۵     |

## مضامین جن کے رسالوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے

| نمبر شمار | عنوان مضمون  | تاریخ اشاعت  | مقام / عہدہ کاتب              | صفحات |
|-----------|--|--|-------------------------------|-------|
| ۱         | یادِ رسولؐ   | صفحات ۱۷ تا ۹  | گوجرانوالہ                    | ۹     |
|           | مضمون کا اختتام حضرت مسیح موعودؑ کی اس نظم سے کیا ہے جس کا مطلع ہے:<br>پہلوانِ حضرت ربِ جلیل بر میان بست ز شوکتِ مخمّرے                            |  |                               |       |
| ۲         | مذہب (مضمون کے آخر پر لکھا ہے: لمابقیہ)  | صفحات ۱۶ تا ۹  | -                             | ۶     |
| ۳         | قرآنی رنگ میں حکمت سے مراد   | صفحات ۲۳ تا ۱۷   | جہلم                          | ۷     |
| ۴         | مرسلِ عالم   | صفحات ۲۲ تا ۱۵   | -                             | ۸     |
| ۵         | داخلہ یا اجازت   | صفحات ۷ تا ۵   | گوجرانوالہ                    | ۳     |
| ۶         | اسوۂ رسول  | صفحات ۴۶ تا ۴۱   | گوجرانوالہ                    | ۶     |
| ۷         | صفاتِ الہی   | صفحات ۲۷ تا ۲۱   | گوجرانوالہ                    | ۷     |
| ۸         | اسلام کی کشادہ دلی   | مدیرِ کانام سید محمد خسرو پوری ہے۔ اور یہ پہلا شمارہ ہے۔ بلا قیمت تبلیغی پرچہ ہے جو مسلمانوں کے ایمان و عقائد کو استوار کرنے کی غرض سے جاری کیا گیا۔ |                               |       |
| ۹         | توسیع زبان اُردو (۱)   | صفحات ۴۳ تا ۴۱ - مضمون کے آخر پر لکھا ہے: "باقی آئندہ"   | اکسٹرا اسٹنٹ<br>کوشش میانوالی | ۴     |
| ۱۰        | اساس الاخلاق (۲)   | صفحات ۴۳ تا ۴۰ - مضمون کے آخر پر لکھا ہے: "باقی آئندہ"۔<br>اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کی متعدد اقساط ہیں۔  |                               | ۵     |
| ۱۱        | تحقیق قرآن   | صفحات ۲۷ تا ۲۱   | -                             | ۳     |
|           | احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور میں ۱۹۲۰ میں بعض مسلمانوں نے قرآن کریم کے ۱۹ بیڈل بطور ردی ہندوکانداروں کو فروخت کیے اس پر آپ نے یہ مضمون تالیف کیا۔ |  |                               |       |
| ۱۲        | ہستی کے دو پہلو  | صفحات ۲۱ تا ۱۲   | منگمری پنجاب                  | ۱۰    |
| ۱۳        | اثر  | صفحات ۲۲ تا ۱۵   | -                             | ۸     |
| ۱۴        | جدید طرزِ معاشرت (۱)   | صفحات ۳۸۵ تا ۳۹۰   | منگمری پنجاب                  | ۶     |
| ۱۵        | اندرونی ضابطہ  | صفحات ۲۲ تا ۱۷   | -                             | ۶     |

|    |  |                                     |                        |    |
|----|--|-------------------------------------|------------------------|----|
| ۱۲ | میانوالی پنجاب   | صفحات ۱۹ تا ۲۸                      | عزت                    | ۱۶ |
| ۱۱ | -  | صفحات ۱۹ تا ۲۹، سنہ ۱۹۱۳            | فیضانِ فلسفہ           | ۱۷ |
|    | صفحہ ۳۰ پر ایک نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کا رسالہ ہے۔                                     |                                     |                        |    |
| ۱۱ | -  | صفحات ۱۲ تا ۲۲                      | مبادی علوم             | ۱۸ |
| ۷  | جانندھر پنجاب  | -                                   | مذاق                   | ۱۹ |
| ۱۰ | -  | -                                   | صبح عیش                | ۲۰ |
| ۹  | -  | -                                   | تعصب اور عصبيت         | ۲۱ |
| ۹  | (غالباً) رسالہ ثمرۃ الادب۔ ایڈیٹر کا نام نصیر ہے۔  |                                     | ثمرۃ الادب             | ۲۲ |
| +۲ | اکسٹرا اسٹنٹ کشر   | صرف پہلے دو صفحات ہیں۔              | جنگلی سپرٹ             | ۲۳ |
| ۵  | -  | صفحات ۵ تا ۹                        | زکوٰۃ                  | ۲۴ |
| ۳  | اکسٹرا اسٹنٹ کشر   | ۱۹۲۰ء                               | ایک ملک کی مختلف قومیں | ۲۵ |
|    | مضمون کے آخر پر لکھا ہے: "سلطان احمد لاہور" اس کے نیچے اعلان بعنوان "جنتی ۱۹۲۰ء مقت" درج ہے۔ |                                     |                        |    |
| ۷  | بہاولپور پنجاب   | صفحات ۳۱ تا ۳۷                      | نکتہ چینی              | ۲۶ |
| ۷  | بہاولپور پنجاب   | ۱۹۰۸ء یا اس کے بعد کا معلوم ہوتا ہے | ہمت افزائی             | ۲۷ |



ذیل میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے ان مجموعہ ہائے مضامین کی فہرستیں درج کی جاتی ہیں جو کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ یہ تین کتب ہیں جو ریاض الاخلاق، سراج الاخلاق اور خیالات کے نام سے شائع ہوئیں۔

## فہرست مضامین ”ریاض الاخلاق“

| صفحہ نمبر | مضمون                     | نمبر شمار |
|-----------|---------------------------|-----------|
| ۱         | مضغ الکلام                | ۱         |
| ۳         | عاقل اور جاہل کی زندگی    | ۲         |
| ۵         | ذاتیات                    | ۳         |
| ۶         | فارغ البالی               | ۴         |
| ۸         | اپنے کرقوت                | ۵         |
| ۱۰        | ایک بڑی کتاب              | ۶         |
| ۱۲        | تیاگ نمبر ۱               | ۷         |
| ۱۵        | تیاگ نمبر ۲               | ۸         |
| ۱۸        | تیاگ نمبر ۳               | ۹         |
| ۲۱        | تیاگ نمبر ۴               | ۱۰        |
| ۲۳        | طالب علم                  | ۱۱        |
| ۲۵        | مراد بر نیت و نیت بر مراد | ۱۲        |
| ۳۳        | زندگی نمبر ۱              | ۱۳        |
| ۳۶        | زندگی نمبر ۲              | ۱۴        |
| ۴۰        | طمانیت قلب نمبر ۱         | ۱۵        |

|     |                    |    |
|-----|--------------------|----|
| ۴۳  | طمانیتِ قلب نمبر ۲ | ۱۶ |
| ۴۸  | طمانیتِ قلب نمبر ۳ | ۱۷ |
| ۵۱  | زمانہ              | ۱۸ |
| ۷۱  | خودی               | ۱۹ |
| ۷۳  | مساوات             | ۲۰ |
| ۸۲  | نظر اور خیال       | ۲۱ |
| ۸۵  | اثرِ خیال          | ۲۲ |
| ۸۷  | قوتِ واہمہ         | ۲۳ |
| ۸۹  | خاکساری            | ۲۴ |
| ۹۱  | کشفِ عمل           | ۲۵ |
| ۹۲  | دُوئی              | ۲۶ |
| ۹۳  | انسانی محبت        | ۲۷ |
| ۱۰۵ | ضرورت              | ۲۸ |
| ۱۰۷ | جہالت اور عقل      | ۲۹ |
| ۱۰۹ | تم برداشت کرو      | ۳۰ |
| ۱۱۱ | کچھ پروا نہیں      | ۳۱ |
| ۱۱۳ | شرم اور بے شرمی    | ۳۲ |
| ۱۱۵ | اولوالعزمی         | ۳۳ |
| ۱۱۷ | غریبی اور بے وقوفی | ۳۴ |
| ۱۲۰ | ردِّ سوال          | ۳۵ |

|     |                                |    |
|-----|--------------------------------|----|
| ۱۲۱ | قانون اور اخلاق                | ۳۶ |
| ۱۲۲ | جماعت                          | ۳۷ |
| ۱۲۴ | ایک عمدہ نام                   | ۳۸ |
| ۱۲۵ | راز اور آزادی                  | ۳۹ |
| ۱۲۶ | اپنی پہلی حالت                 | ۴۰ |
| ۱۲۸ | خوشامد                         | ۴۱ |
| ۱۲۹ | نظر پر دماغ کا اثر             | ۴۲ |
| ۱۳۰ | قدرت اپنا کام کر رہی ہے        | ۴۳ |
| ۱۳۲ | ایک وسیع خاندان کا باہمی تعلق  | ۴۴ |
| ۱۳۴ | عشرت                           | ۴۵ |
| ۱۳۶ | خود بینی                       | ۴۶ |
| ۱۳۷ | تبدیل رائے                     | ۴۷ |
| ۱۴۰ | اقبال                          | ۴۸ |
| ۱۴۳ | جدت                            | ۴۹ |
| ۱۴۴ | شرم آبائی                      | ۵۰ |
| ۱۴۶ | عیسیٰ بدین خود، موسیٰ بدین خود | ۵۱ |
| ۱۴۷ | ناکامی خوشیوں کی جڑ ہے         | ۵۲ |

## فہرست مضامین ”سراج الاحلاق“

| نمبر شمار | مضمون                                | صفحہ نمبر |
|-----------|--------------------------------------|-----------|
| ۱         | نیکی اور بدی                         | ۱         |
| ۲         | تعریف                                | ۴۵        |
| ۳         | دوستانہ فرمائش                       | ۵۱        |
| ۴         | پاکیزگی                              | ۵۷        |
| ۵         | ہماری زندگی کا اعلیٰ مشن             | ۶۴        |
| ۶         | تجربہ                                | ۶۹        |
| ۷         | غم و خوشی                            | ۷۴        |
| ۸         | زبان                                 | ۷۹        |
| ۹         | اظہار خلاف حقیقت                     | ۸۳        |
| ۱۰        | تبادلہ خیالات                        | ۸۶        |
| ۱۱        | تحسین و نفرتیں                       | ۱۰۶       |
| ۱۲        | بزدلی                                | ۱۱۱       |
| ۱۳        | دروغ مصلحت آمیز بہ زراستی فتنہ انگیز | ۱۱۳       |
| ۱۴        | ڈیوٹی                                | ۱۱۸       |
| ۱۵        | رُعب                                 | ۱۲۴       |
| ۱۶        | ایاز حدِ خود بشناس                   | ۱۲۸       |
| ۱۷        | وفائے عہد                            | ۱۳۰       |

|     |               |    |
|-----|---------------|----|
| ۱۳۲ | وقف           | ۱۸ |
| ۱۳۷ | دیانت و امانت | ۱۹ |
| ۱۴۳ | غنیرت         | ۲۰ |
| ۱۵۳ | خود غرضی      | ۲۱ |

## فہرست مضامین ”خیالات“

| صفحہ نمبر | مضمون  | نمبر شمار |
|-----------|--|-----------|
| ۱         | اخلاق، مذہب، قانون                                       | ۱         |
| ۱۰        | ہستی کے دو پہلو (نامعلوم رسائل کی فہرست میں بھی شامل ہے) | ۲         |
| ۱۹        | اثر (نامعلوم رسائل کی فہرست میں بھی شامل ہے)             | ۳         |
| ۲۶        | سوانح عمری (مخزن میں دوسری اور تیسری قسط چھپی ہے)        | ۴         |
| ۴۹        | نسبتی قانون  | ۵         |
| ۵۶        | مبادی علوم (نامعلوم رسائل کی فہرست میں بھی شامل ہے)      | ۶         |
| ۶۶        | علم اور عقل  | ۷         |
| ۷۷        | ہماری غایت   | ۸         |
| ۸۶        | رسوم و اصلاح رسوم  | ۹         |
| ۱۰۵       | زبان   | ۱۰        |
| ۱۱۲       | نطق کے تاریخی حالات                                      | ۱۱        |
| ۱۴۰       | تقدیر، قسمت  | ۱۲        |

|     |                              |    |
|-----|------------------------------|----|
| ۱۵۴ | قومیت                        | ۱۳ |
| ۱۶۴ | کہاوت (رسالہ مخزن)           | ۱۴ |
| ۱۷۰ | شخصی خصوصیات                 | ۱۵ |
| ۱۷۶ | ہماری قیمتیں                 | ۱۶ |
| ۱۸۴ | طلسم خواب                    | ۱۷ |
| ۲۰۸ | سوسائٹی اور تنہائی           | ۱۸ |
| ۲۱۵ | عزت                          | ۱۹ |
| ۲۲۸ | خمسہ متناسبہ (رسالہ علیگزہ)  | ۲۰ |
| ۲۴۸ | بصریات (رسالہ ”ید بیضا“)     | ۲۱ |
| ۲۵۷ | اتفاق (رسالہ علیگزہ)         | ۲۲ |
| ۲۶۹ | عمل قدرت (رسالہ تہذیب)       | ۲۳ |
| ۲۸۰ | مقولات اور قایل              | ۲۴ |
| ۲۸۸ | ہمارا مبلغ علم (رسالہ تہذیب) | ۲۵ |
| ۲۹۹ | قیانہ                        | ۲۶ |
| ۳۱۳ | کشش جنسی                     | ۲۷ |
| ۳۲۰ | دائرہ علم و جہالت            | ۲۸ |
| ۳۲۹ | انجام (رسالہ علیگزہ)         | ۲۹ |

## شکریہ احباب

اللہ تعالیٰ کا سراسر احسان ہے کہ اس نے خاکسار کو سلطان القلم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فرزندِ اکبر حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ کی سیرت و سوانح پر کتاب تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خاکسار کا ارادہ کوئی کتاب لکھنے کا نہیں تھا۔ تالیف کی تقریب کچھ یوں ہوئی کہ خاکسار کو ۲۰۰۶ کے وسط میں ایک جماعتی رسالہ میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ پر ایک مضمون لکھنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں مواد جمع کرنا شروع کیا تو یہی خیال تھا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؒ کے بارے میں بہت محدود معلومات میسر آسکیں گی، لیکن جب مواد جمع کیا تو خاصا ضخیم مضمون بن گیا، جس کی ایک نقل خلافت لائبریری کو ان کے تقاضے پر دی گئی۔ انھی دنوں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک خط بنام محترم ناظرِ اعلیٰ صاحب پاکستان آیا، جس میں تحریر تھا کہ ”صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؒ کے علمی و تحقیقی مضامین اور تالیفات کے بارہ میں مواد اکٹھا کروائیں اور پھر مجھے بتائیں۔“ یہ خط بغرض تعمیل صدر لائبریری کمیٹی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کے پاس آیا تو خلافت لائبریری والوں نے خاکسار کا یہ مضمون ان کو بھجوا دیا ہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

نے خاکسار کو بلوایا اور فرمایا کہ میں نے آپ کا مضمون پڑھ لیا ہے۔ مضمون بہت اچھا ہے لیکن اس میں دو تین روایات نہیں آئیں۔ آپ نے وہ روایات خاکسار سے بیان کیں اور فرمایا کہ بے شک میری روایت سے شامل کر دیں۔ چنانچہ خاکسار نے ان روایات کے نوٹس لے لیے۔ پھر خاکسار نے عرض کیا کہ میں نے بھی دو روایات سنی ہیں لیکن شامل نہیں کیں۔ ایک محترم میر محمود احمد ناصر صاحب انچارج ریسرچ سیل کی ہے اور دوسری محترم چودھری محمد علی صاحب وکیل التصنیف کی۔ دونوں روایات سن کر آپ نے فرمایا کہ ان کو بھی ضرور شامل کریں۔ چنانچہ خاکسار نے محترم چودھری صاحب کی روایت لکھ کر محترم چودھری صاحب کو چیک کروائی اور محترم میر صاحب کی روایت ان کے سامنے زبانی بیان کر کے تصدیق کروالی۔ پھر ان سب روایات کو ضبطِ تحریر میں لا کر محترم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جلد ہی (اپریل ۲۰۰۷ء میں) خاکسار مرکز کی ہدایت پر عربی زبان کی تحصیل کے لیے سیریا چلا گیا۔ وہاں ۲۰۰۸ء میں خاکسار کو معلوم ہوا کہ مضمون روزنامہ الفضل میں شائع ہو گیا ہے۔ سیریا سے واپس آ کر ۲۰۱۲ میں خاکسار نے اس پر مزید کام کیا اور بہت کچھ ایذا دیاں اور تبدیلیاں کیں، ابواب اور فصول میں تقسیم کر کے باقاعدہ ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً اس میں مزید اضافہ بھی ہوتا رہا۔



اس کے بعد خاکسار نے بعض بزرگوں اور بعض علماء کی خدمت میں مسودہ پیش کیا۔ سب نے پڑھ کر ضروری اصلاح فرمائی اور بیش قیمت نصح اور مشوروں سے نوازا۔ ان میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب اور محترم چودھری محمد علی صاحب مضمطر بھی شامل ہیں جو اس وقت دنیائے فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے سرفراز فرمائے، آمین۔

اسی طرح دیگر بزرگان و علماء، جنہوں نے کتاب کو پڑھ کر خاکسار کی رہنمائی اور مدد فرمائی، ان میں محترم مولانا عطاء اللہ صاحب امام مسجد فضل لندن، محترم مرزا ناصر انعام صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ یو کے، محترم مولانا اسفندیار منیب صاحب انچارج شعبہ تاریخ احمدیت، محترم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب، محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب، محترم مولانا طارق احمد حیات صاحب، محترم شکیل احمد خان صاحب استاد تاریخ و سیرت جامعہ احمدیہ ربوہ، محترم انور اقبال ثاقب صاحب استاد جامعہ احمدیہ گھانا اور محترم سید عمران احمد شاہ صاحب ریسرچ سیل ربوہ شامل ہیں۔ خاکسار ان تمام بزرگان و علماء کا دل سے ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کے علم و فضل میں بے پناہ برکت عطا فرمائے۔ آمین

علاوہ ازیں محترم چودھری محمد علی صاحب نے اپنی اہم مصروفیات اور ضعفِ پیری کے باوصف محض ازراہ لطف و کرم کتاب کا دیباچہ تحریر فرما کر گراں بار احسان کیا۔ اس پر خاکسار آپ کا مکرر شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔ اسی طرح نہایت مہربان بزرگ محترم مولانا عطاء العجیب راشد صاحب نے بھی کتاب پر اپنا تبصرہ تحریر فرما کر اس حقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے، عمر و صحت میں برکت دے اور آپ کے فیض کو دوام بخشنے، آمین۔

علاوہ ازیں مکرم طارق احمد صاحب قادیان، مکرم طاہر احمد مختار صاحب مربی سلسلہ ربوہ اور مکرم صفدر حسین عباسی صاحب یو کے نے بعض امور میں خصوصی تعاون فرمایا۔ اسی طرح فارسی کے اساتذہ مکرم محمود طلحہ صاحب اور مکرم کاشف علی صاحب نے فارسی اشعار کے ترجمہ میں مدد کی۔ خاکسار ان سب احباب کا بھی بے حد شکر گزار ہے۔ ان کے علاوہ بھی جن دوستوں نے کسی بھی رنگ میں خاکسار کی مدد فرمائی وہ سب بالفعل شکر یہ اور دعائے خیر کے مستحق ہیں۔

خاکسار

میر انجمن پرویز

۲۷ مئی، ۲۰۱۹ء